

# مسائل و معاملات میں حکیمانہ رہنمائی (الافاضا لایومیہ کی تخلیص)

علمائے کرام، سالکین راہ محبت، سماجی اور دینی  
جماعتوں سے وابستہ کارکنوں اور ہر سطح کے  
دینی و مذہبی افراد کے لئے بہترین راہ عمل

حکیم الامت  
مولانا شرف علی تھانویؒ  
حشر اہل  
تخلیص و تسہیل  
محمد موسیٰ بھٹو

[toobaa-elibrary.blogspot.com](http://toobaa-elibrary.blogspot.com)

سندھ نیشنل اکیڈمی ٹرسٹ  
۳۰۰ فی الطیف آباد حیدرآباد

# مسائل و معاملات میں حکیمانہ رہنمائی

اور

مکاشفات، تصرفات اور خیالی کرشمے (حقیقت، راہِ اعتدال)

جلد - ۱

(الافاضۃ الیومیہ کی تلخیص)

ملفوظات: حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی

مقدمہ، تلخیص، تسہیل و تشریح: حافظ موسیٰ بھٹو صاحب

مدیر: ماہنامہ بیداری اردو، سندھی - حیدرآباد

مشترکہ پیشکش: طوبی ریسرچ لائبریری + کنوزِ دل لائبریری

[toobaa-elibrary.blogspot.com](http://toobaa-elibrary.blogspot.com)

# مسائل و معاملات میں حکیمانہ رہنمائی (الافاضۃ الیومیہ کی تلخیص)

علمائے کرام، سالکین راہ محبت، سادگی اور دینی  
بھاضتوں سے وابستہ کارکنوں اور ہر سطح کے دینی و مذہبی  
افراد کے لئے بھڑی راہ عمل

حکیم الامت: مولانا اشرف علی تھانویؒ  
تلخیص تسمیل: محمد موسیٰ بھٹو

AF-1552

سندھ نیشنل اکیڈمی ٹرسٹ

۳۰۰ بی۔ لطیف آباد حیدرآباد

## تعارف

حضرت مولانا احسان الحق الحسنی صاحب  
(خلیفہ ہزار، حضرت مولانا مہدی صاحب مدظلہ)

حافظ محمد موسیٰ بھٹو صاحب ۱۹۶۰ء سے ۱۹۸۳ء تک روزنامہ ”جہاد“ کراچی کے واقع نگار خاص کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ ۱۹۸۳ء کے وسط میں انہوں نے ”جہاد“ سے علیحدگی اختیار کر کے، ایک قدامتگیز زبان میں اسلام کے نظریاتی اور فکری مآز کو سنبھالنے اور جدید نظریات کے سامنے بند پانچویں کے لئے بڑے پیمانہ پر علمی کام شروع کیا، وہم یہ کہ انہوں نے جدید اسلامی فکر میں روحانیت، باطنی اصلاح سے صرف نفرتی، تزکیہ کی کمی اور اللہ کی محبت کے نصب العین کے فقدان جیسی چیزوں کی نشاندہی کر کے، جدید علمی حلقوں کے سامنے محبت الہی اللہ، ذکر و فکر اور عشق الہی کے ہدف کو اپنا کر کرنے اور غارتی باطل کے خلاف معرکہ آرائی سے پہلے اندر کے باطل کو مٹانے پر زور دیا اور اس موضوع پر جدید نوعیت کا لٹریچر تیار کرنا شروع کیا۔

حافظ محمد موسیٰ بھٹو صاحب ۱۹۸۳ء میں تصوف سے وابستہ ہوئے، وہ چار سال تک ایک تشددی بزرگ سے وابستہ رہے، بعد ازاں انہیں ممتاز محقق اور عارف حضرت ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کی محبت حاصل رہی۔ ۱۷ سال تک انہیں حضرت ڈاکٹر صاحب کی محبت حاصل رہی۔ حضرت ڈاکٹر صاحب نے انہیں تشددی مہدوی سلسلہ کے سارے اسباق لئے کرائے۔

بھٹو صاحب کا یہ تجربہ شاید دوسرے اہل علم کے لئے سبق آموز ثابت ہو کہ ۲۱ سال تک راہ سلوک میں چلنے کے دوران انہیں جہاں نفسی قوتوں کا وسیع مشاہدہ ہوا، وہاں ان کا پیشتر علمی، فکری، نظریاتی اور تصوف کے حوالے سے ہونے والا تصنیفی

کتاب کا نام: مسائل و معاملات میں یکسرانہ رہنمائی

(الافتاح الیہ کی تحفیں)

مصحف: حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی

تحفیں حسین: محمد موسیٰ بھٹو

پہ: ۱۵۰ روپے

کمپوزنگ: اسلامک کمپیوٹر کمپوزنگ سینٹر

لیفٹ آفیسر حیدر آباد

پریس: یادگار پرنٹنگ پریس حیدر آباد

کام بھی اسی دوران ہوا۔ سندھی زبان میں ان کی طرف سے دہڑھ سو کے لگ بھگ کتابیں شائع ہوئیں، اردو میں بھی ان کی کئی درجن کتابیں چھپیں اور سندھی وارو "پیداری" کا کام بھی اسی دوران چھپا رہا۔

بھٹو صاحب اپنے اس کام کو اللہ کی محبت، اس کے ذکر و فکر اور محبت اہل اللہ کا فیض و برکت اور اس کا شریکیتے ہیں۔

حافظ محمد سوئی بھٹو صاحب کا سلوک تو حضرت ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خانؒ نے طے کر لیا تھا، لیکن حضرت موصوف آخری دو سال تک بہتر علاقہ پر رہے، ان کے وصال کے بعد حافظ صاحب کو حضرت ڈاکٹر صاحب کے دو خلفاء حضرت سلیم صاحب اور حضرت حکیم محمد رفیق صاحب کی طرف سے دودروں کی تربیت کی اجازت دی گئی، ہمارے حضرت بزرگ مولانا عبدالغنی صاحب مدظلہ کی طرف سے بھی حافظ صاحب کو خلافت دی گئی۔ موصوف کے ہاں حیدرآباد میں ہفتہ میں دو بار ذکر و مراقبہ کا علاقہ ہوتا ہے۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی ملفوظات کی زیر نظر تحقیق میں راہ سلوک کے طالبوں، علمائے کرام، دینی و مذہبی جماعتوں سے متعلق افراد اور ہر درود مسلمان کے لئے علمی و ملی رہنمائی کا بہت سا سامان موجود ہے۔ حافظ صاحب نے ہزاروں ملفوظات کا ہضم کر کے، ان سے دوچار سو ملفوظات منتخب کر کے دس جلدوں پر مشتمل اس کتاب کی درج ہمارے سامنے لا کر رکھ دی ہے، جس سے زندگی بھر کے معاملات میں ہم بہتر اور متوازن اسلامی فکر سے بہرہ یاب ہو سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کتاب سے صحیح طور پر استفادہ کرنے کی توفیق نصیب فرمائے اور حافظ بھٹو صاحب کو اس بات کی حریہ استعداد عطا فرمائے کہ وہ ہمیں اس طرح کی دیگر اہم کتابوں کی جدید آسان زبان میں تحقیق سے بہرہ ور فرمائیں۔ (آمین)

## مقدمہ

زیر نظر کتاب حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی ملفوظات کی دس جلدوں کی کتاب "الاشفاۃ البیومیہ" کی نئی تحقیق پر مشتمل ہے اس سے پہلے ۱۹۹۲ء میں اس کی ایک مختصر تحقیق "ہمارے علمی و ادبی مسائل حکیم الامت کی نظر میں" کے عنوان سے چھپ چکی ہے، لیکن یہ تحقیق جامع نوعیت کی ہے، ہم نے جدید ذہن کے حامل قارئین کی سہولت کے پیش نظر مولانا کی زبان کو آسان سے آسان تر بنانے کی ہر ممکن کوشش کی ہے، تاکہ جدید فرد، زبان کی دشواری کی وجہ سے مولانا کے علوم اور ان کی حکیمانہ رہنمائی سے محروم نہ رہ سکے۔

حکیم الامت کی ملفوظات کی مذکورہ کتاب کے بارے میں اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ اس میں ہر شعبہ زندگی سے متعلق رکھنے والے افراد کے روحانی، اخلاقی، معاشرتی اور ملکی زندگی سے متعلق مسائل اور ان میں رہنمائی کے سلسلہ میں ایسے بصیرت افروز نکات شامل ہیں کہ زندہ دل فرد ان نکات کو پڑھ کر شرمش محسوس کر لیتا ہے اور دل اذخود نکاسی دینے لگتا ہے کہ جدید انسان کو اسلامی نقطہ نگاہ سے جس بہتر اور موثر رہنمائی کی ضرورت تھی، اللہ نے مجدد امت کے ذریعہ جدید انسان کی اس ضرورت کو پاسن طریق پر ادا کر دیا ہے۔ مولانا تھانویؒ کی تعلیمات میں اصلاح نفس اور راہ سلوک کے مسائل سے لے کر انفرادی و اجتماعی زندگی کے مسائل اور معاشی و معاشرتی اور خانگانی امور اور انہی کے تعلقات کی کنجیاں سلجھانے جیسے سارے معاملات میں جو متوازن رہنمائی موجود ہے، وہ جدید انسان کو متوازن فکر و متوازن کردار کا حامل بنانے میں موثر ترین رہنمائی ہے۔

ہماری مذہبی زندگی کا صحیح نقشہ کیا ہو؟ ہمارے روحانی مسطور سے وابستہ بزرگوں کا طریقہ کار کیا ہو؟ راہ سلوک کے طالبوں کو دوران سلوک درپیش مسائل میں ان کا زاویہ نگاہ کیا ہو؟ دینی مدارس کے اصول و مضامین اور مدارس کی تعمیرات، چھوٹے اور طلبہ کی تعلیم و تربیت کے لئے کلام کیا ہو؟ ایک مسلمان کی حیثیت سے

دوسرہ زندگی کے معاملات سے مجھ پر ہونے کا سلیقہ کیا ہو؟ سادگی اور دنیا کارکنوں کی سوچ اور ان کا کردار کیا ہو؟ دین کا دعوتی کام کرنے والوں کا طریقہ دعوت و حکمت عملی کیا ہو؟ دینی زندگی اور روحانی افراد کی، والدہاؤں سے تعلقات کی نوعیت کیا ہو؟ دنیا سے استفادہ کے سلسلہ میں بندہ مومن کا روادار کیا ہو؟ بزرگی کے نام پر ہونے والی خرابیاں کی سوجھ بوجھ میں کچھ بزرگوں کی پچھان کی علامتیں کیا ہیں؟ سیاسی و معاشی اعتبار سے مسلمانوں کی پستی سے بلندی کی صورت کیا ہے؟ غرض کہ اس طرح کے سینکڑوں مسائل ہیں، جن میں حکیم الامت نے اپنی تجدیدی ملاحضوں کی بنا پر ہمارے لئے بہترین رہنمائی فرمائی ہے۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کو اللہ تعالیٰ نے اسلامی علوم میں جو تسبیح اور بہتیمان صلاحیتیں عطا فرمائی تھیں، اس دور میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ قرآن و حدیث، تصوف و فقہ، علم کلام، اور انسانی نفسیات کے حوالے سے ان کی کتابوں کا ملف کے بزرگوں سے موازنہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ خود ملت کی تاریخ میں ان سارے علوم پر اتنے تجربوں کی حامل شخصیت بہت کم پیدا ہوئی ہیں۔ ان علوم پر مولانا تھانویؒ کا علمی کام امام خراسانی کے کام سے بھی کچھ بڑھا ہوا نظر آتا ہے۔ افسوس ہے کہ ملت کی اتنی عظیم شخصیت کی تحقیق، ان کے معارف اور ان کی علمی رہنمائی سے مختلف جماعتی و گروہی گنجائش اور فروغی اختلافات یا غلط فہمی کی وجہ سے ہم استفادہ کرنے میں ناکام ہیں۔

مرتبہ تصوف میں جو خرابیاں پیدا ہو گئی تھیں، مولانا تھانویؒ نے تصوف کو ان خرابیوں سے پاک صاف کر کے صحیح تصوف کے بنیادی خطوط اور اہداف متعین کئے، زائد اور غیر ضروری چیزوں کو تصوف سے نکال کر، اس کی حقیقت کو سمجھنے والوں اور اس راہ پر چلنے والوں کے لئے راستہ بہت آسان کر دیا ہے۔

اس سلسلہ میں ذیل نظر خفیں میں تصوف کے نام پر ہونے والے کاروبار اور توجہ، تعریف اور اودار کے ذریعہ تحریف کی صلاحیت پیدا کرنے جیسی چیزوں پر مولانا کی سخت تنقید بھی شامل ہے۔ اصل میں جدید دور کے افراد کے لئے تصوف کے قابل

قبول نہ ہونے کا ایک اہم سبب تصوف کی یہ چیزیں بھی ہیں، جس کا بزرگی کے پر معاشرہ میں چلنے سے اور اچھے خاصے مشہور بزرگوں کے ہاں یہ چیزیں تصوف کے لوازمات میں شامل ہو گئی ہیں۔

اس سلسلہ میں مولانا کی تنقید تو آپ کتاب میں دیکھیں گے، تاہم ہم یہاں اس ضمن میں اپنی طرف سے کچھ توجہ یا اپنے تجربات و مشاہدات کے حوالے سے مختصراً کچھ گفتگو کر ضروری سمجھتے ہیں۔

ہماری نظر میں تصوف میں بزرگوں میں توجہ دینے کے کچھ طریقے رائج رہے ہیں، جس سے طالب کے دل میں ذکر و فکر کے لئے ذوق و شوق کی فضا پیدا کی جاتی رہی ہے، لیکن توجہ و تصرف کے وہ طریقے، جس سے فرد و افراد کے جذبات و کیفیات کو اپنی طرف مائل کر کے، ان سے خال بخارا جانے اور دینی طور پر انہیں بڑا ناز کیا جائے، یہ خاص تصوفی نوعیت کے طریقے ہیں۔ ان کا حقیقی بزرگی سے کوئی تعلق نہیں۔ نظروں کو ایک خاص نکتہ پر مرکوز کرتے رہنے کے نتیجہ میں بھی نظروں میں چمک پیدا ہو جاتی ہے، نظروں کی اس چمک سے دوسروں کو اپنی طرف کھینچنے اور اپنا جال بنانے کی کاوش ہوتی ہے۔ بعض دلیلوں میں یہ خاصیت موجود ہے کہ ان کا مسلسل خال دہنے یا سال بھر میں ان دلیلوں کا چلہ کالے سے یہ صلاحیت پیدا ہونے لگتی ہے کہ لوگ کھینچے چلے آتے ہیں۔ اور لیلیٰ نفس پر بہت کرنے سے دوسروں کے لیلیٰ نفس میں تنہا کر اور پیمانہ پر پا کرنے کا طریقہ بھی مروج رہا ہے، لیکن حقیقی بزرگوں کے ہاں توجہ کے ان طریقوں کو سخت مایوس سمجھا جاتا رہا ہے، جب کہ دولت، جاہ اور شہرت رکھنے والے نام نہاد دہائش ان طریقوں کو اختیار کر کے، اپنے مریدوں میں اضافہ کرنے اور ان سے مال بٹورنے کی دوش پر کاحزن رہے ہیں۔ یہ روش اس دور میں بہت زیادہ ہو گئی ہے، جو تصوف کے نام پر کاروبار کی شکل اختیار کر چکی ہے۔

بزرگوں کے ہاں توجہ کا عام طریقہ محبت کا رہا ہے، ان کی محبت میں آنے یا ان سے رابطہ رکھنے کے نتیجہ میں طالبوں کی ایمانی و روحانی کیفیات میں اضافہ کے

ساتھ ساتھ جذباتِ عشق میں تجزی ہوئی رہتی ہے یا بزرگوں کے ہاں زیادہ سے زیادہ خالص کی موجودگی یا عدم موجودگی میں ان کی حالت پر قیاس کر کے، دل کی گہرائیوں سے دعا کی جاتی ہے اور اس چاہت کا اظہار کیا جاتا ہے کہ وہ راہِ محبت میں استقامت اور ذوقِ شوق سے چلتے رہیں، اسے فیضِ نظر بھی جاتا ہے، جس سے خالص کی راہِ عشق کا سفر آسان ہو جاتا ہے۔

جب کہ سچہ بزرگی میں نظروں کو ضمیر کرنے، دوسروں کے دلوں کو قابو کرنے، خالص کے دل پر دانگی رکھ کر انہیں گمراہی یا مدھوش کرنے کے جو طریقے رائج ہیں، وہ سب خالص نفسانی نوعیت کے حربہ ہیں، جس کے نتیجے کے طور پر محبوب ایسے افراد کو حبِ جاہ و حبِ مال یا دنیوی کی پرکازن کرنے کی سزا دیتا ہے۔ مغرب میں چھپتے دو سو سال سے انسان کی لاشعوری قوتوں کو بیدار کر کے، ان میں جھجک برپا کرنے کے لئے مادی نوعیت کی مشقوں پر کام ہو رہا ہے۔ اس سے بے پرواہ، مسموم، اور خرابا کے عقلی نفس کے علوم نے کافی شہرت حاصل کی ہے۔

اہلِ تصوف کی طرف سے بھی عریضی کے کاروبار کو بڑھانے اور مالدار سے مالدار بننے کے لئے اس طرح کے تربیوں کو اختیار کرنا اور نفسانی نوعیت کی مشقوں میں توجہ کی صرف کرنا یا اس مقصد کے لئے بعض وظائف کو اختیار کرنا، یہ بزرگی ہرگز نہیں، بلکہ یہ خالص دنیا داری ہے۔ پھر یہ عہدیت کی راہ بھی نہیں، بلکہ مخلوق کو اپنے سامنے جھکانے اور خالق کے اختیارات میں دخل دینے کی راہ ہے، جو محبوبِ حق کی سخت ناپسندیدہ ہے۔ مولانا قانوقی کی ملفوظات کی زیر نظر کتاب میں توجہ و تصرف کی ان فراہیوں کی پوری طرح نشاندہی کی گئی ہے۔

اسلامی علوم اور جدید علوم سے بہرہ ور ایک فاضل شخصیت نے آج سے تین سال پہلے کہا تھا کہ جدید تعلیم یافتہ افراد کو اسلام پر مطمئن کرنے، اسلام کے اخلاقی و روحانی نظام کے بارے میں ان کے لائق شکوک شبہات دور کرنے اور سچے دور کے علوم کی اسلامی علوم سے ہم آہنگی پیدا کرنے کے سلسلہ میں اس دور میں مولانا قانوقی کی کتابیں فیصلہ کن کردار ادا کریں گی اور جدید علوم و فنون کے ذریعہ اثر پر وہ ان چہلے والی نسلوں کی متوازن اسلامی رہنمائی اور اسلامی روحانیت کی طرف واپسی

مولانا قانوقی کی تحریروں کے ذریعہ ہی ہوگی۔ لیکن ان کی تحریروں کو سنے اسلوب اور جدید علمی زبان میں مدون کرنا پڑے گا۔ اگر یہ کام بلائے چلتا رہے ہوا اور بعض پاملاہیت اسلامی دانشور اس مقصد کے لئے وقت ہوتے تو ہم مولانا قانوقی کی فکر کے ذریعہ نسلوں میں اسلامی فکر کو برپا کرنے اور انہیں متوازن ذہن و فکر کا حامل بنانے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔

ضرورت تھی کہ مولانا قانوقی کے حلقہ سے وابستہ علمی شخصیتیں اس طرف توجہ دیتی۔ اگرچہ اس سلسلہ میں کام ہوا ہے، تاہم وہ کام تسلی بخش نہیں، زیر نظر کتاب اس سلسلہ کی تازی ہے۔ اس سے پہلے ہم مولانا قانوقی کی ملفوظات کی حدود و کتابوں کی حقیقت "تغیید شریعت و معرفت" کے نام سے کر چکے ہیں، جو چار سو صفحات سے زائد ہے۔

کتاب کے حوالے سے یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ ہماری خواہش تھی کہ مولانا کی ملفوظات سے ایسی کتاب تیار ہو، جو ایک تو زیادہ ضخیم نہ ہو، تاکہ موجودہ مصروفیت کے دور میں مطالعہ کا معمولی ذوق رکھنے والے فرد کے ہاتھوں تک کتاب پہنچائی جاسکے، دوم یہ کہ کتاب کی زبان سادہ اور عام فہم ہو، سوم یہ کہ ہر شعبہ زندگی سے متعلق رکھنے والے افراد کی رہنمائی کے لئے کتاب میں نکات موجود ہوں، زیر نظر جلیس میں کوشش کر کے ان بیض نکات کو سمیٹا گیا ہے، اس کوشش میں ہمیں اگر کسی حد تک کامیابی حاصل ہوئی ہے تو وہ محض اللہ کا فضل اور بزرگوں کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔

مولانا کی "الفاظاۃ الیوس" کتاب کے بارے میں راقم الحروف اپنے مشاہدہ کی بنا پر یہ بات کہتا ہے کہ میں نے اس کتاب کا لکھی بار مطالعہ کیا ہے، اس بار بار کے مطالعہ سے میں نے یہ محسوس کیا ہے کہ کوئی بار سے دل و دماغ روشن ہونے لگے ہیں اور اپنی باطنی بنیادوں کا شعور و ادراک تجزیر ہو گیا ہے، ایمان و یقین کی کیفیت بھر سے بھر سے ہونے لگی ہے۔ دنیا سے بے نیازگی اور آخرت کے استغفار کی کیفیت مستحکم ہونے لگی ہے۔ معاملات کو سمجھانے کے گھر ہاتھ لگے ہیں اور فراست کے اجزاء حاصل ہونے لگے ہیں۔

زیر نظر کتاب کو جو فرد بھی دل کی گہرائیوں اور پورے اختصار سے شعور بار

پڑھے گا، ان شاء اللہ اس پر اس عاجز کے بیان کردہ یہ نکات کسی نہ کسی حد تک ضرور مشاہد ہوں گے۔ کتاب کی اس اہمیت کے پیش نظر قارئین سے استدعا ہے کہ وہ کتاب کو دینی نقطہ نگاہ سے زیادہ سے زیادہ افراد تک پہنچانے اور پھیلانے میں تعاون فرمائیں، تاکہ قیاد زدہ ماحول میں اصلاح کی طلب اور تحریک پیدا ہونے کی صورت پیدا ہو سکے، بالخصوص دینی مدارس کے ذمہ دار صاحبان اگر اپنے مدارس کے آشری سالوں کے طلبہ تک اس کتاب کو پہنچانے میں کردار ادا فرمائیں تو ہم ان کے ممنون ہوں گے۔

ہم نے "الافاضۃ الیومیہ" کی جن اشاعت سے ذمہ نظر تھیں کی ہے وہ ادارہ تالیفات اشرفیہ مٹان کی طرف سے ۱۹۸۸ء کا شائع شدہ نسخہ ہے۔

اس تھیں میں بعض مقامات پر ہم نے ملحوظ کی توضیح کی ضرورت محسوس کی ہے، جو ہم نے بریکٹ میں کر دی ہے۔

کتاب کی تھیں میں شروع کرتے ہوئے ہمارا اندازہ تھا کہ دو صوفیات کے اندر ہر اہم موضوع پر اہم ملحوظات شامل ہوجائیں گے، لیکن جب کیونکہ کا سرطہ شروع ہوا تو معلوم ہوا کہ کتاب کی مکمل تھیں کے لئے کم از کم چار سو صوفیات مطلوب ہیں۔ چنانچہ اس غصہ کی وجہ سے ہمیں ابتدائی دو جلدوں کی مکمل تھیں کے بعد باقی جلدوں سے چند اہم ملحوظات لینے پر اکتفا کرنا پڑی، اللہ نے چاہا تو باری مراء، ان شاء اللہ دوسری جلد کی صورت میں جیسا کیا جائے گا۔

مولانا تھانویؒ تھیں ہر جتنی علمی شخصیت کی کتاب کی تھیں و تھیل کا کام یقیناً از حد ذمہ داری کا متقاضی ہے، چنگہ جدید دور کے افراد کے لئے اس کی غیر معمولی ضرورت تھی، اس لئے ہم نے اپنی عدم استعداد کے باوجود اللہ کی توکل پر کام ہاتھ میں لیا ہے، اللہ مدد دل مطمئن ہے کہ اللہ نے کام کی بجز تھیل پیدا کر دی اور مولانا کے ملحوظات کے مفہوم اور ان کی روح کو بڑی حد تک جدید اسلوب میں جڑیں کرنے کی اللہ نے توفیق عطا فرما دی۔

محمد مونی مہو

۱۵ اپریل ۲۰۱۳ء

## مسائل و معاملات میں حکیمانہ رہنمائی

طالب کا کام دور سے دیکھنا ہے

فرمایا، اگرچہ دنیا میں راون حق پر چلنے کے راستے بند معلوم ہوتے ہوں، لیکن طالب کو یسٹ علیہ السلام کی طرح بغیر ظاہری اسباب سے نظر کے دور سے دیکھنا چاہئے اس کے لئے ضرورت ہے، ایسے رہبر کی، جسکے متفق اور متفق ہونے پر اتحاد ہو، آجکل میں کھانسی کی دوا کھار رہا ہوں، یہ اجزاء کتناہوں میں موجود ہیں، مگر بغیر اہل فن کے بتائے ہوئے اور تجویز کے ہونے اطمینان نہیں ہوتا۔ اب جو اہل فن سے تجویز کرنا کہ استعمل کر رہا ہوں، اطمینان ہے، اسلئے کہ انکے نقصان اور مضرت کا وہ ذمہ دار ہے اور متفق ہونے کی علامات میں سے یہ بھی ہے کہ انکی بات سے اطمینان اور قلب کو قرار حاصل ہوجائے اور جو شخص غیر متفق اور غیر مبصر ہوتا ہے، انکی بات سے اطمینان نہیں ہوتا، اگرچہ وہ بڑی بڑی باتیں ہی کیوں نہ کرتا ہو۔ (صفحہ ۳۶ جلد اول)

غیر سے سلوک کا جلد سے ہونا

ایک خط کے جواب میں تحریر فرمایا کہ میرے تھیل کی عمر بہت کم ہوتی ہے، تھیل دیر میں کرور ہوجاتا ہے، اور تھیل کی مضرت کے بعد بالکل ہی فنا ہوجاتا ہے۔ فرمایا کہ اہل خط میں طالب نے کھسا ہے کہ مجھے بڑا رنج ہے، بڑا حزن ہے۔ میں نے جواب میں کھسا ہے کہ حزن ہی تو کام چلا ہے، حزن سے سلوک کے مراتب جس قدر جلد سے ہوتے ہیں، بھادہ سے استقامت جلد سے نہیں ہوتے۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے۔ (صفحہ ۳۷ جلد اول)

ادب اور اس کی خصوصیت و تھیل

ایک خط کے سلسلے میں فرمایا کہ بعض افراد میں ہم کا نقطہ ہوتا ہے، ان کی تقریر اور تحریر سے دوسروں کو تکلیف ہوتی ہے، اگرچہ ان کی نیت ادب ہی کی ہو، بات یہ ہے کہ آجکل ادب نام رہ گیا ہے، تنقید کا، علائکہ اصل ادب نام ہے، راحت کے اجتنام کا اور دوسرے کو تکلیف سے بچانے کا، یہ سب دوسروں کی خرابیاں ہیں، ہمارے



حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رمت اللہ علیہ اپنی تعظیم کیلئے اپنے سے بڑے سے منع فرماتے تھے، اس حالت میں یہ ہی ادب تھا کہ نہ اٹھا جائے۔ (صفحہ ۳۸)

مجاہد گرام کی انتہائی خطا

(۱۷) فرمایا کہ حضرت معاذ بن رضی اللہ عنہ کے والد پر یاد آیا کہ ایک شخص نے ایک کم علم کر وچن مولوی صاحب سے دریافت کیا کہ حضرت معاذ بن رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ میں جو جنگ ہوئی، انہیں حضرت معاذ بن رضی اللہ عنہ کے اس عمل کا درجہ کیا ہے، مولوی صاحب نے فرمایا کہ بھائی، حضرت معاذ بن رضی اللہ عنہ کی انتہائی خطا ہے، اسلئے وہ ظیف بات ہے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ سبھی ہمارے بزرگوں کا عقیدہ ہے۔ یہ سکر وہ شخص کہتا ہے کہ جو شخصیت بڑی ہوتی ہے، اس کی خطا بھی بڑی ہوتی ہے، اسلئے اس خطا پر بھی شہ نہ ہوا ہوتی چاہے، مولوی صاحب نے فرمایا کہ ارے، یہ کیا تمہاری سزا ہے کہ ایک عسائی پر ہم ٹانگی سے پھم کریں کہ انہوں نے خدا کی، ورنہ ہمارا کیا حد تھا، ہم گندے، ناپاک، لہر، او، سمانی، دانی، عجیب و غریب جراب ہے۔ (صفحہ ۳۹ جلد اول)

ان ہی مولوی صاحب کا دوسرا والد جس سے انکی حالت شب رسول کا پتہ چلتا ہے، جیسا پہلا والد جب مجاہد پر دلیل ہے، یہ ہے کہ حضور ﷺ کی کوشش کے باوجود ابو طالب ایمان نہیں لائے، اگر حق تعالیٰ ابو طالب کے بھانے مجھے دوزخ میں بھیج دینا اور ابو طالب کو جنت میں تو میں راضی ہوں، کیونکہ میرے نبی کی تو آنکھیں خدائی ہو چکی ہیں، یہ ان کی حالت ہے، چنانچہ شہ سے لوگوں میں تھیں، مگر بزرگوں کی محبت و محبت کا اثر ہے، یہ لوگ شک ہیں، انہیں کو دہائی کہتے ہیں۔ (صفحہ ۳۹)

فیہر مسلمانوں کو قیامت اسلام سے پہلے ذکر کی تھیں کہ انہیں معاف ہے

ایک صاحب نے عرض کیا کہ ایک ہندو میرے پاس آتا ہے، اسکو تصوف کی باتوں سے بیدار دیکھی ہے، اس سے اس قسم کی باتیں ہوتی رہتی ہیں، وہ سکر بیدار خوش ہوتا ہے، اب یہاں تک نوبت آگئی ہے کہ اس نے مجھے کہا ہے کہ کچھ پڑھنے کو بتاؤ، میں نے اس خیال سے کہ اچھا ہے اسکو اسلام سے اور قرب و محبت ہوگی، ذکر کی تعلیم کی، اب وہ بیدار عقیدہ ہو گیا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے آپ نے جو ذکر بتایا ہے، اس سے دل بہت مطمئن ہوتا ہے، آج تک اپنی کسی خدگی چیز کے پڑھنے سے یہ بات پیدا نہیں ہوئی تھی، اب وہ اسلام کی بہت تعریف کرتا ہے، حضرت والا نے ان کی یہ

ماری منگلو سکر فرمایا، یہ طریقہ معاف ہے، صوفی ہونے کی اول اور اعظم شرط اسلام ہے، جب تک یہ نہ ہو، بیکار ہے اس صورت میں اسے ذکر بتانے سے اسلام سے قرب پیدا نہ ہوگا، بلکہ بعد ہوگا اور یہ باریک بات ہے، جسے سمجھنے کی ضرورت ہے، مولانا ایک شخص ہندو جو ایک بزرگ سے بیٹ تھا، انکی وفات کے بعد وہ حضرت مولانا گنگوہی رمت اللہ علیہ کی خدمت میں حضرت مولانا کے ایک معتقد مولوی صاحب کا سفارش پر چکر لکھ کر پیش کیا، مولانا نے جواب میں صاف فرمایا کہ پہلے درخواست کی کہ مجھے بیٹ فرمائیں، مولانا نے جواب میں صاف فرمایا کہ پہلے اسلام قبول کرو، اس کے بعد بیٹ کر دوں گا، وہ مسلمان نہیں ہوا اور واپس چلا گیا۔

اپر بعض حاضرین نے حضرت مولانا سے عرض کیا کہ اگر حضرت بیٹ فرمائیے تو اسلام سے اس شخص کو کچھ قرب ہی ہو جاتا۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ نہیں، تم اسکو نہیں سمجھ سکتے، اس سے اس کو اسلام سے زیادہ بعد ہو جاتا، اس کی وجہ یہ ہے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ذکر و شغل سے قلب میں جو کسوٹی پیدا ہوتی ہے، اس سے بعض اوقات کشف وغیرہ ہونے لگتا ہے، جو کوئی کمال مقصود نہیں، مگر اس سے وہ ذکر عقلی سے یہ سمجھنے لگتا ہے کہ وصول الی اللہ کے لئے اسلام بھی شرط نہیں، حالانکہ اللہ سے نسبت کے لئے ان چیزوں کو کوئی حلق نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس سے دوسرے لوگوں کے عقائد غراب ہونے کا اندیشہ ہے، بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ تصوف کے لئے اسلام شرط نہیں۔ اب رہا یہ سوال کہ ان بزرگ نے اس ہندو کو کیوں مرے کیا تھا، بات یہ ہے کہ جن بزرگ سے وہ مرے ہوا تھا، وہ کچھ وہ تھے، ان لوگوں کی حالت انکی ہوتی ہے، اگر نظر ہوگئی تو چھوٹی چھوٹی اور معمولی معمولی چیزوں پر ہوجاتی ہے۔ اور نہ تو بڑی سے بڑی بات پر نہیں ہوتی۔ اسلئے کہ جذب کی وجہ سے ان حضرات پر استغراقی کیفیت غالب رہتی ہے، اسلئے انکا فعل محبت نہیں۔ فرمایا کہ حضرت مولانا نے کسی عجیب و غریب تحقیق بیان فرمائی، واقعی یہ حضرات حکیم ہوتے ہیں، یہ ہے محققانہ شان، انکی نظر حقیقت پر پڑ جاتی ہے۔ (صفحہ ۳۳)

دیر ریاست کی دینی حقیقت

ان کے کچھ ایمان افراد واقعات

فرمایا، جمال الدین پر یاد آیا، ریاست بھوپال میں شمس ثمال الدین صاحب

دُور ریاست تھے، اسوقت تو وزارت کا منصب برائے نام ہی دیا گیا ہے، اسی زمانہ میں وزیر ہی سلطنت کا مالک ہوتا تھا اور ان سے دیکر سے نکل کر لیا تھا، انکی وجہ سے ان کا اعزاز اور بڑھ گیا تھا، وہ عثمانی جمال الدین کے نام سے مشہور تھے، مگر عالم تھے اور یہ عثمانی کا لقب بھی اسوقت معمول نہ تھا، فرنگہ الکا بہت بڑا اثر اور اعزاز تھا۔ ایک مرتبہ اتفاق ہوا کہ مسجد میں لوگوں نے انکو نماز پڑھانے کیلئے مصلے پر کھڑا کر دیا، دنیا کی ممتاز مشیت سے باوجود ان میں حق پرستی غالب تھی اور جن دیکر سے نکل کر ہوا تھا، ریاست کے انتظام کی وجہ سے وہ پردہ نہ کرتی تھیں، یہ جس وقت مصلے پر پہنچ چکے، اتفاق سے ایک مسافر دلائی مولوی صاحب بھی وہاں پر موجود تھے، انہوں نے انکا ہاتھ پکڑ کر، ان کو مصلے پر سے کھینچ لیا کہ تمہاری بی بی پردہ نہیں کرتی، تمہیں نماز پڑھانے کا حق نہیں، کوئی اور نماز پڑھانا چاہیے، اب وزیر صاحب کی وجہ سے کسی کو مصلے پر آنے کی ہمت نہیں تھی، بالخصوص ایسے نزدیک کے وقت، جبکہ وزیر صاحب کی ناگواری کا اندیشہ تھا، جب کوئی آگے نہ بڑھا تو وہ مولوی صاحب دلائی خود مصلے پر پہنچے اور اللہ اکبر کہہ کر نماز کی نیت پانچو لہ۔ وزیر صاحب بجا رہے خاموش رہے اور پانچامت نماز پڑھ کر سیدے مسجد سے اس دیکر کے پاس پہنچے، اسوقت وہ دیکر اجلاس میں تھے، برسر اجلاس سب کے سامنے اس دیکر کو مخاطب کر کے، وزیر صاحب نے کہا کہ تمہارے پردہ نہ کرنا کئی وجہ سے یہ واقعہ ہوا ہے یا تو تم اسوقت وعدہ کرو کہ میں پردہ کروں گی، اگر وعدہ نہیں کرتی، تو تمہیں تین طلاق دینا، حق پرستی کا کیا لفظ تھا، اللہ اکبر کہ برسر اجلاس صاف بات کہہ دی، اور دریا بجک نہ ہوئی، اس دیکر نے اسی وقت سے پردہ شروع کر دیا بات یہ ہے کہ گو وہ دیکر تھی، مگر حتمی قدر دان اور پھر آخر ہی دیتی تھی۔

انہیں وزیر صاحب کا ایک دوسرا واقعہ ہے فقیر دین کا، ایک مرتبہ اسکے یہاں کوئی تقریب تھی، انہیں بڑے بڑے لوگ ملے، اہل محفل کے لئے کھانا رکھا جارہا تھا کہ ایک مہنگی آیا، آکر عرض کیا کہ میں، مسلمان ہونا چاہتا ہوں۔ وزیر صاحب نے سب کام چھوڑ چھوڑ کر اسے مسلمان کیا۔ اور قدحدار کو حکم دیا کہ اسکو حمام میں لپکا کر غسل کرا دے اور ہمارے جہڑوں میں سے ایک جہڑہ پینا کر لای، سارے حاضرین حیرت زدہ ہوئے، قدحدار نے غسل دلا کر جہڑہ پینا کر حاضر کر دیا۔ حکم دیا کہ انہیں

دسروان پر بٹھا۔ دسروان پر بڑے بڑے لوگ موجود تھے، یہ دیکر لوگوں کے تیر بدل گئے، عثمانی صاحب نے فرمایا کہ آپ صاحبان پریشان نہ ہوں، آپکے ساتھ اسکو نہ کھاؤ، انکے ساتھ میں کھاؤ، یہ اسقدر پاک صاف ہے کہ اسوقت ساری مجلس میں کوئی ایسا پاک صاف نہیں، یہ انکی مسلمان ہوا ہے، انکے سارے گناہ معاف ہو چکے ہیں۔ انکے ساتھ کھانسی سہادت میں نے اپنے لئے تجویز کی ہے، آپ حضرات کی قسمت ایسی کہاں کہ اپنے فیض کے ساتھ کما کر برکت اور شرف حاصل ہو، تم نکیر امت، میں انکے ساتھ کھاؤ، فرنگہ اسی تو مسلم کے ساتھ اسی وقت دیکر کھانا کھالیا، کھدے پر لکھی اور حق پرستی کی بات ہے۔ (صفحہ ۳۳-۳۴)

یہ کہ نام کا دلیلیہ

فرمایا، بعض مرتبہ ایک وزیر صاحب کے نام کا دلیلیہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا کا نام ہے یا وارث، میں نے کہا، ہاں خدا کا ایک ہی تو نام ہے اور تم اس نیت سے ہی پڑتے ہو۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حیدر آباد سے ایک ہیر آئے تھے، فلاں مقام پر، جب حلقہ کرتے تھے تو انہیں یا بلیک یا بلیک کے نعرے لگاتے تھے، جسم فرما کر بلور حراج حضرت والا نے فرمایا کہ لا بلیک لا بلیک ہی کا نعرہ کیوں نہ لگایا، قصود بھی حاصل ہوتا اور جائز بھی ہو جاتا، یعنی کچھ بھی جاتا، فرمایا، لوگ شریکات میں جھگڑا، انکا سبب جمل ہے۔ (صفحہ ۳۸)

مسلمانوں کے زوال میں حکم اور اصولوں کے فقدان کا رد

فرمایا، ہمارے بھائیوں میں اتباع کا مادہ نہیں، اگر دین کامل بھی نہ ہو تو یہ مادہ تو ہو سکتی کہ اتباع کریں، یہی وجہ ہے کہ یہ ہراد ہیں اور ایک سبب یہ ہے کہ ان میں حکم اور اصول کی پابندی نہیں ہے، اگر یہ کام کریں اور ان میں انتظامی مادہ بھی موجود ہو تو اور تو انتظام اور دین، پھر تو اللہ کی مطلق قدرت ہے۔ صحابہ کے زمانہ میں قیصر اور کسریٰ کے مقابلہ میں مسلمانوں کی کیا جمیت تھی، مگر وہ اہل دین تھے اور منظم تھے، اگر دین کے ساتھ انتظام صحیح ہو تو پھر دیکھو کیا ہوتا ہے۔ باقی غیر منظم صورت میں اپنے کو پھانسا ملکات میں ڈالنا ہے۔ (صفحہ ۵۰)

حوصلہ اور ہمت کا، کمال کی محبت سے پیدا ہوتا

فرمایا، اگر دارِ ہمت سے کام لے تو کوئی کام بھی مشکل نہیں اور یہ ہمت پیدا ہوتی ہے، کسی کمال کی محبت میں رہنے سے اور رہنے سے یہ سراپا نہیں کہ باں بانی کو چھوڑ کر حاکمیت سے دستبردار ہو کر زراعت بند کر کے اس کے پاس رہے بلکہ اگر وقت ملے تو کئے چلے بھی سکے، جاتا بھی رہے اور وہ وقت سے بیش اپنے ذات کی علاج کرتا رہے اور وہ جو عظیم کرے، سچا کاربند رہے، پھر اللہ تعالیٰ ہمت پیدا ہو جائیگا، بغیر محبت کمال اور بغیر اس سے تسلی پیدا کرنے کا کام بننا مشکل ہے اگرچہ غیر ممکن نہیں، مگر شاذ و نادر ضرور ہے مولانا فرماتے ہیں۔

قال ما یفکر مرد عاد ش - چلی مرد کاٹے پانی ش

(قال سے آگے جو فکر مرد حال میں چاہا کمال مرد کے سامنے پانی ہو جائے۔) بغیر جہتِ سیاحت کے ہونے کا سیاحت آسان نہیں، آخر تک غیب کے پاس چکر بھاگ کر لائے ہیں، سمجھتے ہیں کہ مرض سے نجات اور تندرستی بغیر غیب کے پاس پہنچے حاصل نہیں ہو سکتی تو وہ امراض جسمانی کا معالج ہے اور یہ امراض روحانی کا معالج، مگر ایک کی ضرورت میں تو کسی کو کھم نہیں، دوسرے کی ضرورت میں تامل ہے۔ (صفحہ ۵۳)

فلس کے ساتھ آخر وقت تک حالت جنگ کا جاری رہنا

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ فلس کو بھی غلط فہم سے غارت کر دیا گیا ہے، اگرچہ فلس شکارِ دانی ہے اور اس کا دامِ رحمت و جہدہ سے وہ رہتا ہے، یہی وجہ ہے کہ بعض سائنس کو دھکا دیتا ہے کہ جہدہ کے بعد اگر وہ اپنے اندر مثبت کردار جو کائنات پر چلتے ہیں تو اس سے وہ دور فکر کے اپنے پیادوں کے پیار ہو یا کم گن کر پیچھے ہیں اور اسکا اکثر نتیجہ مادی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور مادی سے قتل پیدا ہو جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر اخلاقِ ذمہ دار کسی ہو جائیگا یا نہ لگی ہو تو پھر ضرور جہاد اور جہاد کو جس چیز پر جہاد ہو۔ ہاں اگر فلس استفادہ مفہوم ہو جائے کہ اس کے تقاضے کی قناعت کی قوت مانع ہو جائے تو مگویہ مقصود حاصل ہے، اگر نہ کسی کھار فلس شراعت بھی کرے تو اپر لیب کی سس لگی کارہما چاہیے، پس طالب کی تو یہ حالت ہونی چاہیے۔

اندر ہی روحی تڑپاں می فراش (تاریخ آفریدے قاریغ مہاش،  
(یعنی راہ سلوک میں تڑپاں می فراش بہت ہے۔ لہذا مرتے دم تک ایک منت کے سے بھی لے غرمت ہو۔) (صفحہ ۵۴)

گناہوں کا قلمت کا پیدا ہونا

فرمایا، لوگ گناہوں پر بہت دلیر ہوتے جتے ہیں، انکی غرمت سے سارے روحانی امراض پیدا ہوتے ہیں، قلب سے نورانیت جاتی رہتی ہے اور غرمت بڑھ جاتی ہے تو گناہوں میں بڑی ہی غرمت اور تاریکی ہے، اپنی ذات کے متباد سے بھی اور آزار کے اعتبار سے بھی حدیث میں نقل تائید موجود ہے، جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں، جو شخص گناہ کرتا ہے، اس کے قلب پر ایک سیاہ پتہ ہو جاتا ہے، اگر بندہ غصوں سے تپ کر لیتا ہے تو حق تعالیٰ قلب سے اس دھبہ کو صاف فرما دیتے ہیں۔ اگر تپ نہیں کرتا اور اس گناہ کو پھر کرتا ہے اور اس پر اصرار کرتا ہے تو وہ دھبہ پختہ شراعت ہوتا ہے، یہاں تک کہ سارے قلب پر چھ جاتا ہے، حق تعالیٰ فرماتے ہیں

ہیں مکتاہل ذل علی اللہ یوم یا یکتوا یا یکتون (صفحہ ۵۴)

اولی کو قیرا اہم کھنے کی بیماری

فرمایا، کسی فن کا دلون کرنا قصود نہیں، قصود تو اس کے اصولوں پر کام کرنا ہے، دوسرے کام ہی کیلئے نہیں کرتا ہے، مگر اوائل تحقیقات کو خود قصود ہاندات بنانے سے، اس ہی تحقیقات میں تشکیل کیلئے حکام کی عینیتیں خوشی کی جاتی ہیں، بعض اراکین تو ساری عمر اس چیز میں صرف ہو جاتی ہے اور شریعت کے ایک حکم پر بھی عمل کرنے کی کوشش نہیں آتی، بلکہ اصل مقصود، کام سے، جسکی فلس کی اصلاح اور اصلاح کی خبر گیری، مگر قصود کو چھوڑ کر بغیر مقصود کے چلتے چلا ہوتے ہیں۔ محققین کا مذہب تو یہ ہے کہ فرض آسمان سے ہے، نہ کہ کھائے سے، اسکی مثال ہے، کھائے سے نہ کھانے کا کام کا ہے، مگر یہ بات کہ اسکا ذوق ہے اور کسی کارہ نہ میں بننا ہے اگر یہ نہ بھی معلوم ہو، جب بھی اس سے ادنی کا حکم لگے جو معلوم ہے کہ نقل لکھتے تھے، اس عمل کا جہم نہ کرنا، بڑی گنہاں ہے اور اس کو ختم پائش لکھنے کے بعد ایک گنہاں کی اور ہے، صمیم غلام تو کیا، خواص بھی جلد ہیں کہ اول میں واجب

الہام کی وہ عظمت اور وقعت موجود نہیں، جو غیر واجب کی ہے مثلاً (حقائق امہد وغیرہ کی قرسیں اور) توکل و تکلف وغیرہ کی کثرت کو حد کے قریب کا زیادہ دیکھ لیتے ہیں اور حواصل مقصود، جس کو اختیار سمجھا جاتا ہے۔ کس بڑے ظلم ہے اور واجب الہام کے بغیر سمجھ کا سبب ان اہل کلام ہونا ہے کہ وہ تو سب کرتے ہیں۔ کہیں قصور سے ہی کیا ہوئی، لیکن اگر یہی سب ضرورت ہے تو روپیہ بھی تو سب کے پاس ہے تو عام ہونے کی وجہ سے کبھی اختیار سمجھا جاتا ہے۔ اور سب سے نکال کر بھینکنا پڑتا ہے، حالانکہ یہ نہیں کہ جس عام ہونے کے سبب دوسروں سے زیادہ اس کی طلب ہوئی ہے اور اس سے زیادہ ہے، عام اور سستا ہونا اگر انکی دلیل ہے کہ وہ اختیار اور دلیل ہوتی ہے تو سب کی حق + دلیل سمجھنا، ناک اور صبر کرنا ہے، حقیقت معلوم ہو چاہی اور یہ لٹو، نہ انھی، ہم اہل کلام پیسے کاموں کے حصول کے لئے مہم فرما رہے، مگر حق اور فضول سمجھتے ہو، ان کا فائدہ عقائد سے منسوب کرتا جاتے، پس اصل چیز اور اصل مقصود واجب الہام میں اور عام اور ان کی افضلیت کی دلیل ہے۔ (صفحہ ۵۵ جلد اول)

موجودہ درویش کی طاقتیں اور اس کی فرمائشیں

فرمایا، آجکل بزرگ اسکو سمجھتے ہیں کہ اسکے کپڑے گھروں۔ ناف تک ہوں۔ چھ فٹوں تک ہو، بڑے بڑے درویش کی تنگ دھم میں ہوں، کسی درویش میں، شاہ صاحب ہیں، ولی کمال ہیں، کیا خرافات ہے، غالباً عار سے حضرت حاجی صاحب رحمت اللہ علیہ فرماتے کرتے تھے کہ آجکل درویشی درویش میں ملتی ہے، ایک پیر کا گھروں پر، کپڑے رنگ لئے، ایک پیر کی تنگ خرید لی، درویش ہو گئے، ہمارے درویش کے طریق کو تو خیر ہیں، اگر ضرورت سمجھتے ہیں، کہتے ہیں کہ کچھ درویشی سے کچھ، ایسے لوگ میں سمجھتا ہوں، خود شریعت دیکھیں ہوں، انھیں زیادہ کمال سمجھا جاتا ہے، اسی کو مولیٰ فرماتے ہیں۔

کار شیطان مٹائی نامت ولی  
گرد ولی این مست لغت بروئی  
(شیطان کام کرتے ہو اور کہاں نام ولی ہے۔ اگر ولی بھی ہے تو ولی پر لغت۔)

(صفحہ ۵۶)

### تصوف کی حقیقت

فرمایا، اس راستہ میں دشواری اس وقت تک ہے، جب تک انکی حقیقت سے بے خبری ہے، حقیقت معلوم ہونے کے بعد پھر اس سے زیادہ سہل اور آسان کوئی چیز نظر نہیں آتی، لوگوں نے من مہومن ہونگی اور یہ اسکو بتا رہا ہے اور تصوف کو اس بڑی طرح پیش کیا ہے کہ لوگ اس سے رعب کے ہائے دشت ہونگی ہے، حالانکہ تصوف صرف ایک مسئلہ پر ختم ہے، ایک عمل اختیاری ہے، دوسرا یہ اختیاری، اختیاری عمل کو سہل، غیر اختیاری عمل کے دوسرے ہیں۔ میں یہ ایک چھوٹی اور مختصر سی بات ہے۔ چھوٹے اور مختصر ہونے پر ایک حلیہ پڑتا ہے، ایک ہی صاحب ہے۔ انا مقلد۔ یہ صاحب کے محل سے ہیں، انھوں نے ہر ایک مقلد کہا کرتی حقیقت یہاں سے تصوف کو محدود کر کے پیش کیا ہے، سچ تک علی نظیر نہیں، مگر بات یہ ہے کہ تعبیر کرنا بھی سہل، حقیقت سمجھنا بھی سہل، مگر عمل مشکل ہے۔ میں جواب میں کہہ کرنا ہوں کہ تم حق تعالیٰ کے احکام میں جو ہر پیش کرتے ہو، اگر کچھ ہمارے ذکر یا عقائد سمجھنا۔ سادہ میں اسے تو بتاؤ، ان کی تم اسکو سمجھا، مگر میں اس حق تعالیٰ سے فرمایا اور یہ اس کی تو جواب کہنے چاہتا ہے۔ (صفحہ ۵۶)

چار اہمیت میں کی بات کی کوئی ہیبت نہیں

فرمایا، کچھ لوگ ہیبت کے چبھے پڑے ہوتے ہیں، خویر مقصود ہیں، اگرچہ یہ کی بات غیر مقصود، مذہب جاتی ہیں، جیسے مریض ہے کہ عہد میں غیر مقصود ہے، مگر مذہب ہے اور یہ تو حق اس حیات کو مقصود، بلکہ، گویا فری مریض حق کا سامان کہتے ہیں، کی حاصل ہوتا ہوگا، ان کی سب سے آگے۔ ایسے ہی حامی غیر مقصود میں، جیسے پہلے چھوٹے مقلد ہیں، وہ معلوم مقصود میں نہیں ہوتے، انکی بالکل اپنی مثال سے، انکے فرمایا کہ اسکو خوبصورت۔ تو تو بھی فرما چھوٹے ہی میں گئے اور یہ شیشہ کا گنگا کو بہت چمکدار اور خوبصورت معلوم ہوتا ہے، مگر بازار میں نہ چمکے، اسی طرح بازار آخرت میں کی بات یا نہ تو حقیقت سے خدا سے گویا شیشہ کا گنگا کا گنگا ہے، جس میں گنگا کے در و علی جس کی حقیقت تک ہے، یہ جیسے گنگا کے ایک اور مثال سے سمجھ لیتے، ایک شخص ہے، اس نے جس جگہ، لیکن قسم قسم کے پھل لگاے، اس میں سب، یہ بڑ خوبصورت اور گنگا میں جس کی ایک

فصل ہے اس سے وہ ایک دوسرے میں تار تار نہیں ہوتے اس آیت میں جس بہت  
 خوش ہے، بکھر رہے اور انہیں کائنات کے سامنے خوشی سے سحر سے ہونی  
 حقیقت میں رہتا، مگر جس وقت شروع کا وقت آجگا، کائنات کا وہ جس کی حقیقت  
 میں ہے اس سے زیادہ نہ ہوگی، جیسے یہ فصل پھولوں کی خوشی کا گئے  
 چارہ تھا، ایک گندھارے انہیں باغی کا سرا مارا مگر پچھا کہ ایسا، انہیں کیا ہے، اس  
 بچارے نے کہا کہ چارہ ہری، ایک دھڑ اور بارود پھر کچھ بھی نہیں۔ اسی طرح اس  
 میں کے کھیت کے سامنے یہ بات بھی کہ نہ ہوگا اس وقت معلوم ہوگا کہ اس  
 سامنے یہ چارہ ہیں اور یہ جس اچھا ہے فرشتہ اس جن کی کچھ بھی حقیقت نہ  
 ہوگی، سب ہی ہے جو میں سے عرض کیا قصداً اور غیر قصداً ہونے کا کائنات تو  
 اس کا مقصود کے کاموں میں لگا چاہے اور غیر مقصود کے سامنے نہ ہونا چاہئے اسی  
 طرح حقیقی اور غیر حقیقی کے مسئلہ کو سمجھو چاہئے کہ حقیقی کاموں کا یہ سامنے  
 اور غیر حقیقی چیزوں کے درپے نہ ہو چاہئے بلکہ اس طریق میں کسی بہت  
 معلوم ہونے لگتی ہے کام کی بات میں مگر کا حصہ صرف کردہ نفس اور بیکار باتوں  
 میں لگیں اپنی عموماً بڑا کرتے ہوئے (صفحہ ۱۱)

فرمانہ دینے سے تو عبادت کی لذت کے قصہ سے بھی بچاوا دیا ہے۔ اگر  
 ساری عمر گذر جائے، اس کی لذت حاصل نہ ہو، وہ اپنے بھی راضی ہوتے ہیں۔  
 ایک بزرگ پھاڑ میں رہتے تھے، ایک اور بزرگ ان سے ملے گئے، دیکھا کہ وہ  
 میں مشغول ہیں، یہ اس وقت نہیں ملے، اس خیال سے کہ مشغول مع اللہ تھے، یہ بات  
 یا دینے کی ہے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ مشغول مع اللہ کو دوسرے اپنی طرف  
 مشغول کرنے سے حق تعالیٰ کی غافلی کا اندیشہ ہے، ملامت اور توبہ میں نے اس  
 میں توسیع کر دی ہے، اگر ضرورت ہو تو وہ سمجھتے ہیں، وغیرہ وہ بزرگ یہ دعا مانگ  
 رہے تھے کہ اسی توبہ کی لذت سے بھی بچاوا دیکھوں، جس لوگ توبہ میں سمجھتے  
 اختیار کرتے ہیں کہ انہیں راحت ہے، جو ایسا کرتے ہیں، ہوں نے توبہ میں حق  
 اور انہیں کیا۔ توبہ میں اس نیت سے ہونا چاہئے کہ یہ حق تعالیٰ کا حق ہے۔ ایک  
 صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اگر توبہ میں شکر کی نیت سے کیا ہے، فرمایا کہ یہ باتیں  
 (ان پر عمل) کرنے سے کچھ بھی نہیں ہیں، جانتے سے کچھ نہیں آئیں۔ (صفحہ ۱۲)

موت کے وقت لاحق ہونے والے خطرات

فرمایا، موت کے وقت تو قلب میں خطرات آسکتے ہیں، مگر مگر صرف وہی  
 خطرات ہیں، جو اپنے ارادہ واقعی سے کئے ہوں اور جو قصد اور بلا اختیار ہوں،  
 وہ قصداً نہیں، یہ خطرات کی تفصیل ہے، وہی اس وقت جو چیز زیادہ حد تک رہے  
 وہ جب دنیا ہے۔ اور اسی میں یہ ہے کہ دنیا میں جب انسان ہوتا ہے، اور اسی وقت  
 ہوتی ہے تو اس کے چھوٹنے کے وقت جو موت کا ہوتا ہے، اس بات کا زیادہ اندیشہ ہوتا  
 ہے کہ دنیا چھڑ والے والے سے حادثہ نہ پیدا ہو جائے، جو کچھ ہے، اس سے بچنے  
 کا بہتر ہی علاج یہ ہے کہ فرد نفس کو مغلوب کرتا رہے، اور اس سے اس کی محبت کو  
 کائنات کی کوشش کرتا رہے، بلکہ نہ توئی کوئی نصرت کا اندیشہ نہ ہوگا، ایسے  
 مسئلہ منتہی کی طور پر آخرت ہی کو اہم سمجھتا ہے، مگر اس اعتقاد کو غالب اور  
 مستحکم کرنا چاہئے اور یہ بہت کم ہوتا ہے کہ موت کے وقت ایمان سلب ہوتا ہو، چکا  
 سب ہوتا ہے، اس سے ہی سے چھوٹتا ہے، اس وقت اس کا ضمیر ہوتا ہے، ہر  
 مسئلہ کو سوچ کر ہونی چاہئے، بالخصوص اپنے قلب کو، یا کی محبت سے  
 بالکل خالی رکھنا چاہئے۔ (صفحہ ۱۲)

فصل کے مکر فریب سے بچنے کی صورت

فرمایا، جس بھی عیب چر ہے، وہ خواہشات کو کبھی بھرا، حاجت سے الگ  
 میں دکھا ہے، لہذا یہ ایسا لطیف کر ہوتا ہے کہ خواہشات کو بھگتا ہے کہ میں اجازت  
 سے میں مشغول ہوں، اس سے یہ بات تو آسان ہے کہ فرد اپنے کہ میں ہوں اس  
 مکرمت کا دعویٰ پر مشتمل ہے۔ اس وقت اس میں فرق کرنا ممکن اور حارث  
 ہی کا کام ہے، اس کے لئے ضرورت ہے، اپنے عربی کو اپنے حالات کی اطلاع  
 دیتے رہے کہ وہ اپنے تجربات و سمیرت کی بناء پر اس کی رہبری کرے اور اسے  
 حق سے سخت گھماؤں سے لگہ گزر جائیگا۔ (صفحہ ۱۳)

اپنے اعمال اور دعا کی قدیمیت کے انکار میں رہنے کا حوالہ

فرمایا، سب لوگوں کی عیب سے ہے، ذرا کوئی نیک کام کیا، ہم اور وہی  
 کے شکر ہوتے ہیں کہ شاید وہی آواز آسے سے آسے کی یا کسی حاجت

دنیوی کے واسطے دعا کرتے ہیں۔ اب منتظر ہیں کہ قبولیت کی کوئی بشارت آئیگی، یا خط ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرعون کیسے بددعا کی تھی اور یہ جنت و جہنم بھی فرمایا کیا تھا، مگر موسیٰ علیہ السلام کی دعا کی اس قبولیت کا ثبوت چالیس برس بعد ہوا تھا۔ بڑی دلیری کی بات ہے کہ اصرار کیا اور اصرار قبولیت کا ثبوت یہ ہوا کہ تو جہنم شمس اسلام کیسے بھی نہیں ہوئی، جنگی نشان یہ تھی کہ سبقت دعوت تھی، اس دلیری پر یاد آئے ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص "سے" دو عرض کیا کہ اب انجیل بتا دیتے کہ خوب میں حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہوئے، حضرت نے فرمایا: آپ کا یہ حوصلہ ہے، ہم تو اس قاش بھی نہیں کہ روم صدارت کے نمبر شریف ہی کی زیارت نصیب ہو جائے، خدا اکبر، سکندر خلعتی تو اس کا لقب تھا۔ (صفحہ ۷۳)

طاہروں کی خلعت سے گھبرانے کی بات

فرمایا، جاکل بعض شیخ، طاہروں سے اسلئے گھبراتے ہیں کہ ان کی خلعت سے کا نور نکدہ ہو جاتا ہے۔ اولیاء ہمارے حضرت یک ایک آگ سے بھرتے ہیں کہ اسلئے سامنے کتے ہی جڑے لگو آ جائیں، وہ نہیں بھتی، بلکہ وہی سب اس سے بھاتے ہیں، اولیاء ہمارے حضرات کسی سے حائل نہیں ہوتے اور حضرت، وہ فوراً ہی کہ جو طاہروں سے مصوب ہو جاتا ہے۔ میں سچ عرض کرتا ہوں، اور تو وہ جہے کہ خلعت کو صرف مطلوب ہی نہیں، بلکہ مصوب کر دیتا ہے۔ (صفحہ ۷۴)

پناہ قریفہ کن کو خوش ہونے کے وقت کی تدبیر

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت، اگر کوئی شخص حد پر تعریف کرتا ہے تو اسے اس قدر خوش ہونا ہے کہ پھر اس کا سامنا اس کا علاج ہے۔ فرمایا کہ اس وقت اپنے پیروں کو یاد کر کے اس خوش کو دبا دیا جائے، یہ ایک قسم کا مجاہدہ ہے، چند روز مشکل ہوگا، مگر پھر انشاء اللہ تعالیٰ کمال ہو جائے، نفس کی اس جراحت کے بارے میں بہت سخت علاج ہیں اور بڑے بڑے مجاہدے ہیں، اب تو اللہ کا شکر ہے کہ آسمان نفسوں سے علاج ہو جاتا ہے۔ تعویذی کی بہت ضرورت کرتا پڑتی ہے، ہائی اگر کوئی کچھ کرنا ہی نہ چاہے، تو اس کا کوئی علاج نہیں۔ (صفحہ ۷۵)

نفسانی اور روحانی کیفیات میں فرق

فرمایا، ایک صاحب مجھے کہنے لگے کہ ذکر میں حواس نہیں آتا، میں نے کہا کہ حرا تو ذی میں ہے، یہاں کہاں حرا دھوڑتے بھرتے ہو، فرمایا، کہ کوئی حرا کے صاحب ہے تو کوئی کیفیات کا طالب، اگر اللہ کے ساتھ تعلق ہو تو اس ب حرک میں بھی ایک حواس حرک ہوتی ہے۔ لوگ جن کیفیوں کے طالب ہیں، وہ نفسانی کیفیت ہیں، جب کہ اصل اور مطلوب روحانی کیفیات ہیں، ان روحانی اور نفسانی کیفیات میں فرق کرنا بڑا ہی مشکل ہے، نفسانیت کے روپے ہو سکتی ضرورت نہیں، ان کیفیات اور حواس و حروف کی کچھ عمر نہیں، ان کے فرو ہونے کے بعد پھر روحانی کیفیت بدلتی ہے۔ جو دائمی ہوتی ہے، ان میں ضعف نہیں ہوتا، وہ جاگل ایسی ہوتی ہے، جیسے مولانا فرماتے ہیں۔

خود قوی تری خود غریب

خاصہ آں خراسے کہ باشد من مدّت

(برائی شراب (نشانے میں) زیادہ قوی ہوتی ہے۔ خاص کر وہ شراب جو

(صرف حق کی شراب ہو۔)

دوسرے بار لگ فرماتے ہیں۔

بر پندہ ی اخت وکس تا توں شدم

(اگرچہ میں بڑا خوش حسد وادان ہو گیا ہوں (مگر) محبوب حق کی) جب

تیرے پاس پہنچا، تو ایک طرف توبہ عالم ہوتی ہے) تو جوں ہو جاتا

ہوں۔) ہم میں صفا پائے (میں) اور دگر کرتے رہا چاہئے۔ (مرتب) یہ دیکھنے کی

ضرورت نہیں کہ بیعت بھی میں یا نہیں، حلاوت اور لذت دہی ہیں جنہیں اور نہ یہ

دیکھنے کی ضرورت ہے کہ کچھ ہوا یا نہیں، صفا شرب سے کچھ بچے گا۔ جیسے رات

کو "آپنی" آتی، "آپنی" ہے، مگر اس پیسے، لی کہ یہ مصروف نہیں ہوتا کہ آتا ہی سے

گھر رہا ہے، دیکھ اور یہ یہ خبر ہوتی ہے کہ "آپ" کس طرح آگیا ہے، وہ آتا پیسے میں

ہی لگی رہتی ہے، صبح کو جب دیکھتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ قدم نکلیں گے، گودا صبح

سے گھر ورت بھرے کرنی کہ شیل کا ایک پڑھتا ہو، تو گھر ورنے لگے یا تو اس میں ہا

آتا، اس طرح تو پڑا بھی "آپ" میں نہیں حق۔ میں کہا ہوں کہ "آپ" سے اپنے آپ

کو کس مرنے کے پڑا دیتا ہے، پھر اعتقاد رکھنے کے کام میں کمال سکھ، ص

جاننے والا یہ کہہ رہا ہے کہ کام ہو رہا ہے بس اطمینان کرنا چاہئے، اسی کو مولانا فرماتے ہیں۔

گرچہ وہ نہ نیست عالم را چہ  
خیرہ یوسف داندے پایہ دوید  
(گر بلا بر دنیا میں کوئی راستہ ظاہر نہیں ہے۔ مگر یہ حالت حیرانی یوسف علیہ السلام کو نہ لگتا چاہئے تو راستہ خود نکلتا اور ملتا چاہئے گا) (صفحہ ۷۶)

بلا وجہ دل دکھانے کے اثرات

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کی روک ٹوک کی برکت سے صاحب کو بدشعخ ہوتا ہے، یہاں سے جو ٹوک ناکارہ اور ناقابل فکرمذہم منہست کی بنا پر نکال دیئے جاتے ہیں، وہ دوسری جگہ کے اچھوں سے بھی اچھے ہوتے ہیں۔ حضرت والا سے فرمایا کہ آپ نے تو اس روک ٹوک اور سب کی قدر لائی اور ایک شخص نے اس روک ٹوک ہی کی بناء پر دل بھیج کر لکھا کہ "تم نے مری بی بی ہمت کی، میں سے علم کا آب کی، دلت تمام ہیں، پھر کچھ باتوں سے ہمدردی نہ ہوئی، اس لیے کہ مجھ سے بی بی کرتائی ہوئی، میں سے اس قسم کا مضمون لکھا تھا، جس وقت سے حضرت والا کو وہ مضمون لکھا ہے، اسوقت سے برابر میری چٹائی میں کمی ہوتی جا رہی ہے اور اب قریب ختم ہونے کے ہے اور میں اس کو اسی تحریر کا دہلی سمجھتا ہوں، میں نے جواب میں لکھا ہے کہ یہ جو دوام ہو گیا ہے، مگر تھک رہے، خیال کی بناء پر میں دس سے صاف کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ بھی مدد فرمائے۔ حضرت، کسی کو بدشعخ ستانا بادل دکھانا نہایت خطرناک بات ہے۔ فرماتے ہیں۔

پچ تو سے راضا رسوا کرور  
چوں خدا خواہم کہ پردہ کش دور  
مطلبی اندر طوطی، پاکار دور  
(کسی قوم کو خدا نے اسوقت تک رسوا نہیں کیا، جب تک صاحب دس کا دل نہیں دکھا، جس حق تعالیٰ کسی کی پردہ دہی فرماتے ہیں تو اسے بیان پاک ہوگی کہ وطن کو بکھینچ کرنے کی طرف ہوتا ہے۔) (صفحہ ۷۶-۷۸)

اصلاح تو اصلاح کے طریقے سے ہی ہوگی

فرمایا، جس طریقے سے میں اصلاح کرنا چاہتا ہوں، وہی طریقہ نافع ہے، شراب بھی، معتد بھی، لوگ اس سے گھبراتے ہیں، انکی بالکل کسی شے سے کہ باور ہو

اور سب پر اس سے نائیک لگا کر مرہم لگایا، جسے تو کیا باور رکھتا ہے، لکھا کرتے نہیں، بلکہ وہ کسی طرف کو بھٹکا شرع ہو چکا، اصلاح تو اصلاح ہی کے طریقے سے ہوتی ہے، مگر لوگ سب جانتے ہیں کہ باہم چاہئے، اور دوسرے کا پادشاہ ہو اور یہ غور کرنی اور حواشی ہے، اب بتائیے، یہ لوگوں کی اصلاح کس طرح ہو سکتی ہے، ہر کام اصول سے ہو سکتا ہے، اسے اصول طریقے سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ (صفحہ ۸۰)

کافر کا فرائض دلت لگانے کی روش

فرمایا، ایک بار حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں اہل باطن کی گفتگو کا ذکر تھا، اس روز ہمت جوش میں شان ریشی کا بغیر ہو رہا تھا، یہاں تک فرمایا، کہ کافر کا رہنے بھرتے ہو، قیامت میں دیکھو گے کہ انہوں کی عظمت ہوگی، جنہیں تم دین میں کافر قتل کہتے ہو اور واقع میں وہ کافر نہ ہوتے، مگر ہمت ہی صعب زبان ہو گئے، پھر فرمایا، ایسے اگر ڈر نہ دھمکانے کیلئے شرعی انتظام کے لئے کسی دلت کافر کہہ دیا جائے، اسکا مفاد نہیں، لیکن انتظامی شے کا بغور ہو گیا (صفحہ ۸۰)

بزرگوں کی باتوں کی تاویل کی تفصیل

فرمایا، راہ سلوک میں سب سے زیادہ بڑا عجز صغر ہے، وہ عظم پر اعتراض ہے، لگا کر پیش خیال دیکھ ضروری ہے، میں اس جہ سے مستبہ کر رہا ہوں کہ بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ وہ غیر مسلم ان کو میں نہیں سمجھتا، ان کا جواب اس پر عزائم کی حیثیت ہے، سو اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر ہر لوگ سے ظاہر کوئی امر شرعی کے خلاف صادر ہو جائے تو ایک بات یہ ہے کہ تو مناسب تاویل کی جائے گی، اگر تاویل مجھ میں نہ آئے تو یہ مجھ پر جائے کہ جس کے اس کی حقیقت جاری کچھ میں نہ آئی ہو اور اگر اس سے کھڑکے کچھ ایسی باتیں صادر ہونے لگیں تو پھر یہ نہیں کہ ہر بات میں تاویل کی جائے گی، یہ ایسا ہے، جیسے تیس آدمی سے چہرہ پر ایک لہو، جنکو خد سے تعبیر کرتے ہیں، زیادہ سے زیادہ دو ہوں تو میٹ نہیں، مگر یہ میٹ نہیں کہ تمام چہرہ نکس دیں سے بھر جائے، اگر ایسا ہے تو پھر تو حارس حاکم میں فرمایا (صفحہ ۸۰)

شاہ اسماعیل شہید اور حضرت سید صاحب کی گفتگو

فرمایا، ایک مرتبہ مولانا شاہ اسماعیل شہید صاحب اور حضرت سید صاحبؒ میں

ایک مسئلہ پر طویل گفتگو ہوئی، پادرسو اناشدہ اسامیل عبیدہ صاحب نے معافی پائی اور عرض کی کہ مجھے آپ کی بات چاہوں اور جان ہوتا ہے تھی، سید سید صاحب سے فرمایا کہ تو یہ کرو، یہ تو جی کا مرتبہ ہے کہ انکی بات کو چاہوں چاہتا ہوں اور یہ بھی شرک کی بات ہے، اور وہ شیعہ فرماتے ہیں کہ آپ کے اس ارشاد سے شرک فی اللہ کے حلق علم کا ایک حکیم سب کھلا۔ (صفحہ ۸۲)

طبی کزوری کے بعض حجب واقعات

فرمایا، حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک صاحب کے حضور لینے پر زمین وقف کرنے سے منع فرمایا تھا، بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک نیک کام سے روک دیا مگر آپ سے بڑی سی عکاسات دہرائی کہ وقف کر کے کوہ سے رکھ دو گے اور اس کے بعد جو پڑی ہوئی، نہ معلوم، اسکو ہر وقت کر سکو گے یا نہیں۔ واقعی ہم کزور ہیں، بظاہر نہیں سبب کی بھی ضرورت ہے کہ پادرسو اس بات پر ایک برہنہ کی حکایت ہے کہ انہوں نے وہ کی تھی کہ اسے اللہ بخش پڑیوں رکھا ہے کہ کھلی کو کہیں سے نکالیا، اسنے اگر ہمارے حق رکھی جانے تو کزوری میں برہنہ کے رکھوں اور جب غرض کہے کہ کہیں سے نکالیا تو اس سے کہوں کہ کزوری میں سے یہ حاصل قسم کا ضعف قوت کس کے خلاف نہیں، یہ جملی صنف ہے، فرمایا، اس طبی صنف پر یاد آیا، ایک بادشاہ اور ایک برہنہ میں کس مسئلہ پر گفتگو ہوئی اور اس گفتگو میں تیزی آئی، پادشاہ برہنہ ہوا اور "دار دی کوئی ہے، دھران برہنہ نے دار دی کوئی ہے تو مکان کے ایک گوش سے ہیبت بردست شہر پر برآمد ہوا اور دیکھا چونکہ بادشاہ اور برہنہ دونوں ایک ہی سمت میں بیٹھے تھے، بادشاہ سے پہلے یہ برہنہ بھاگے، بادشاہ کو اس کی حرکت کا غیور تھا تو یہ دیکھ بھی ہوئی ہیں، یہ کول کے خلاف ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کیسے قوی القلب تھے، مکرقرآن پاک میں تصریح ہے جس وقت موسیٰ علیہ السلام اسے حق تعالیٰ کے حکم سے عصا پر اس اور وہ اڑوا دی گئے، خود موسیٰ علیہ السلام اس سے ڈر کر بھاگے۔ یہ بھی خوف تھا۔ (صفحہ ۸۳)

گرامت اور تصرف کا درجہ ذکر سے بھی جو پادرسو غلب ہوا، کم ہے اور پھر اس سے بھی کم درجہ صنف کا ہے۔ حضرت، اس چیز تو حالت سے تصرف میں کیا کہ

ہے اور اس زمانہ میں تو لوگوں نے حد کر رکھا ہے، تصرف و عی کر مت سمجھتے ہیں۔ اس چیز میں کے بیچے ہذا دولت کو بیکار رکھا ہے، فرما کہ ہذا دولت ساری داس میں صرف کرنا چاہئے۔ حضرات، جیہ حکیم اسلام کا چاہ ہوتا چاہئے، اس کا دار اچھا ہوئی ہے، جسکو حق تعالیٰ انکی توفیق عطا فرمائی، پوری نعمت ہے، انکیل تصرف کو قبولیت کی علامت قرار دینا کی ہے، جو حق تعالیٰ ہے، غیر متصور چیزوں کو تصور، تاریک ہے، بالکل دھوکا ہے، سبج راست تو یہ ہے کہ خصوصیت کی ہر سنت پر چنن نصیب ہو جائے، یہی بڑی دولت ہے اور یہی سب کچھ ہے، اسنے سامنے اور چیزوں کی حق کرنے کی ضرورت میں اور چیزوں میں رکھا یہ کیا ہے۔ خود خصوصیت کی تصرف نہ فرماتے تھے، صرف اتنا ثابت ہے کہ کسی ایک شخص کے بیٹے پر ہاتھ دیا، یہی دس پر ہاتھ بھیر دیا، اس ایسے وقت گاہ گاہ ثابت ہیں، جو کسی عامل حالت کی وجہ سے ہوتا تھا، خصوصیت کا غائب مصلحت نہ تھا، سوا دل تو کا تصرف ہونا ثابت ہیں، اسی سے کہیں اس وقت کو حضرت میں دانتے ہیں، دوسرے خصوصیت کا صاحب حق تھے، اگر تصرف ہی ہو تو ان سے ہوتا تھا اور اس کو یہ بات نصیب نہیں۔ (صفحہ ۸۴)

حاشیہ کی، حجب کے لئے کئے گئے جنت میں ہی دور ہوگی

فرمایا، حاشیہ بیٹہ ہمارا ہی رہتا ہے، کیونکہ وہ قرب کے جس درجہ تک پہنچا ہے اس سے کہے کہ صاحب ۲۰۰ سے جو سے اس وقت حاصل نہیں، وہ کھنڈ، غرض حاشیہ جنت سے باہر ہمارا ہی رہتا ہے، مگر وہ ہمارا ہی کی انکی کامیابی ہے۔

گرامت زمانہ شریعت ہر دوری سے مراد

(اگرچہ تہجدی خواہش کسی ہی چیز میں اور عہد ہے۔ مگر ہر وقت اپنے آپ کو بے مراد کچھ کرتی کا طالب رہتا کیا یہ بے مراد کی عصب کی خواہش نہیں ہے۔)

اور بعض افراد نے تو یہاں تک غلو کیا ہے کہ انہوں نے یہ غم کا دیا ہے کہ دست میں بھی ہیں ہمارا ہی اور سب چیزیں ہوئی مگر یہ کس حد ہے۔ اس درجہ میں تو داخل ملک حاصل ہوگا، اس میں کسی کا مشاہدہ سے کہ نصیحت سے ہم دے جانے ہیں اور وہاں ہم دے دار، تو ہمارا تو ہر جگہ پر انکی صفت پہنچنے کے لیے اور چاند وہ عمارت تو ان وقت کے تھار میں سے چینی ہوئی ہیں یہ صفت نہ صاف ہے، اسے اس صفت صفت ہوئی، چاند وہاں کسی استعداد میں ہوگی، اسے وہ وہی دوری میں فرمائی کہ سب



اور میں سے آگے جو خط ہوگی، وہاں طلب علم ہوگی، میں نے اسکا تذکرہ نہ کیا۔  
خادم ہے کہ یہاں طلب زیادہ ہے، استدلال، اسنے معلوم میں رہتی ہے۔ وہاں  
استدلال سے زیادہ طلب ہی نہ ہوگی، اسنے نہ انتظار ہوگا، نہ بے چینی۔ فرض  
کہ جنت میں بے چینی نہ ہوگی۔ (صفحہ ۸۵ جلد اول)

دارالعلوم دیوبند - حالات کا موازنہ

فرمایا، جس زمانہ میں میں مدرسہ دیوبند میں پڑھا کرتا تھا، اسوقت کے حالات  
وہ تھتے پڑتے ہیں تو شب کی ایک کیفیت ہوتی ہے، اس وقت یہ معلوم ہوتا تھا  
کہ ہمیشہ ایسا ہی زمانہ رہیگا، اسوقت وہاں بیسے بڑے اہل کمال کا اجتماع تھا اور  
قریب قریب سب کی حالت یہ تھی کہ وہ اپنے آپ کو مطالعے کو ملے اور کتاب کئے  
ہوئے تھے، سب کی تہذیب سے ان حضرات کا اجتماع نہ ہوتا تھا نہ معلوم ہوتا تھا کہ  
ہر رنگ دوسرے کو اپنے سے بڑا سمجھتا ہے، ہر ایک غیر کا شیخ تھا، یہی حالت آپس میں  
ظہور کی تھی اور اساتذہ کے سامنے تو بولنے کی ہمت نہ ہوتی تھی اور نیک یہ رہا ہے  
کہ اسوقت سے کوئی منافقت ہی نہیں، چرچیت خاک راہی لم پاک اسوقت بھر خدا  
نظر آتا تھا کہ مدرسہ پر انوار کی روش ہو رہی ہے اور یہ سب ان حضرات کی مقبولیت  
کی علامت تھی اور ان حضرات کے تہذیب و طہارت کے ثمرات تھے اس وقت مدرسہ  
کی مقبولیت کا یہی اندازہ ہو رہا تھا، وہ ان حضرات کی برکت ہی تھی۔

مقبولیت پر یاد آئے کہ حضرت مولانا محمد یونس صاحب نے خوب میں دیکھی  
کہ جنت ہے اور انہیں ایک طرف پھیر کے مکان سے ہوئے ہیں، فرماتے تھے کہ  
میں سے دل میں کہا کہ اے اللہ، یہ کیسی جنت ہے، جس میں پھیر ہیں، جس وقت صبح  
کو مدرسہ آیا، مدرسہ کے چیمبر پر نظر پڑی تو دیکھ ہی بچ کر رہے تھے، یہ مدرسہ کا باطل  
تہذیبی زمانہ تھا، جب تعمیر محض ہوئی کہ یہ مدرسہ کی مقبولیت دکھائی گئی ہے۔ اس  
زمانہ میں یہ کسی چہ زنی چیز تھی، نہ اساتذہ متحرک اور شاہ سے رہتے تھے، نہ علماء کا  
کوئی پیش تھا، چاہئے ہوئے پڑے، نوٹی ہوئی چیزیں، یہ انکا باہری صاف تھا، نہ حدیث  
حکم کے قواعد اور قانون تھے، نہ اسے مہر اور عراب تھے، کام جو کچھ ہوا، سب کو  
معلوم ہے کہ کیسے کیسے ہر کان لوگ فارغ ہو کر نکلے اور اب اسوقت سب کچھ ہے،  
لیکن اس وقت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں، وہ جو نیک چیز تھی، جسکو روح کہتے ہیں،

وہ نہیں رہی، باقی ہم دوسری جگہوں سے یہ سب بھی بہت ہے۔ (صفحہ ۸۷)

تحریکوں میں کام کرنے والوں کی حالت زار

میں ہضم عرض کرتا ہوں اور اللہ کی ذات پر بھروسہ کر کے کہتا ہوں کہ اگر  
سلطان استقامت کے ساتھ دین کے پابند ہو جائیں اور انہیں کے سامنے مجتہدوں  
کو فتح کر کے فتح ہو جائیں اور اپنی قوت کو ایک سرگرم پر جمع کریں اور انہیں شخصیت کو  
اپنا غیر خواہ سمجھ کر دیں، جائیں، انکے کچھ اور منظوروں پر عمل کریں اور اس کی تاب  
سے رسوا عرض نہ کریں تو بھلائے کسی دوسری قوم کی ہدایت سرادت ہے۔ وہ خوف  
کی سرادت ورنہ انکا کوئی پتہ کار نکلا ہے، ہر کام طریقہ در اصول سے ہوتا ہے،  
معمول معمول باتوں پر بھی بغیر اصول پر عمل کئے کوئی ناکام ہی رہتا ہے یہ اتنا بڑا  
کام اور اسکا کوئی اصول نہ ہو، سخت حیرت ہے، ہماری تو فنی اور محدود کیا ہے،  
مجاہد کرام، جنگی مقبولیت اور فراست و عقل مسلم ہے اور بڑے بڑے عقلاء اس پر  
شک ہیں، انہوں نے بھی ساری عمر یہ کام کئے مگر اصول اور حدود کو باطلوں سے  
سبک چھوڑ، انکی کامیابی کا یہی راز ہے، یہ تو ہر قسم کی رہبان پر ہے کہ انکو کامیابیاں  
ہوئیں، انکی نصرت ہوئی، وہ ہر وہابی کی حالت میں دین پر ماب آئے مگر اس  
کے ساتھ یہ بھی تو دیکھنا چاہئے کہ انکا طریق کار کیا تھا، ان کا اس جدوجہد سے  
مقصود تھا، ان کی نیت کیا تھی، ان کے اہمال کیسے تھے وہ آج بھی ایک دوسرے  
کے ساتھ یہ رہا کرتے تھے، وہ اسلامی احکام پر کس قدر حائل تھے، ان کے تلوک  
میں اسلام اور احکام اسلام کس قدر عظمت اور محبت تھی، شریعت پر تو نظر ہے،  
ساتھ ساتھ اسب شریعت پر بھی تو نظر ہونا چاہئے اور اپنی حالت کو جان کر  
چاہئے، اس سے کھولے کھولے کا فرق باطلت معلوم ہو جائیگا اور یہ بھی معلوم  
ہو جائیگا کہ ہم ان کامیابوں اور انہوں کے سختی میں کیا ہیں۔ اس باتوں اور روایتی  
باتوں سے کام نہیں چلنا، کام تو کام کرنے سے ہوا کرتا ہے۔

میرا معمول ہے کہ مجھے جب کسی اہم کا مشورہ دیتا ہے کہ یہ کرنا چاہئے  
اور یہ ہونا چاہئے، میں سوچ میں ایسا طریقہ بتاتا ہوں کہ حضرت کو اور بھی کچھ  
کام کرنا پڑے اور خود بھی شرکت کا وعدہ کرتے ہوں، ہر وعدہ میرے وعدہ شرکت کے،  
کسی کو بھی کام پر دلا نہیں دیتا، میں دوسروں کے سامنے میں پہنچے ہیں کہ ہر

لئے کیا ہے اور میں اسلامی حکام ہی نافذ کروں گا، اس پر مجھے ملے گا۔ اچھے سے  
 نکل جائے، میں اسلامی حکام کے علاوہ ایک قانون بھی دوسرا نافذ نہ کروں گا۔ اس  
 واقعہ سے علماء اور فہمہ سنی حاصل کریں اور اپنے سربراہوں میں منہ ڈالکر دیکھیں۔  
 ان حضرات کی کامیابی کے یہ راز تھے اور یہاں حالت یہ ہے کہ نہ انکی مجلس پر قبضہ  
 حاصل ہو ہے، نہ آئندہ لئے کے بظاہر کوئی سبب نظر آئے ہیں، مگر شریعت مقدمہ  
 کی قطعاً اور پر پیمانی سے شروع کردی۔ والدہ و اولاد و امعاء (صفحہ ۱۳)

آزادی کے بعد مسلمانوں کے ساتھ ہونے والا شر

موجود، لوگ سوراخ سوراخ لئے جارہے ہیں، اگر خدا انکے ملک حاصل ہوگی  
 تو اس کا مشروہ ہی ہوگا، جو اس میں کیسے متحرک ہو سکی باشعور کی حالت علم اور  
 سرکشی سننے میں رہی ہے اور یہاں کی جماعت جو کافر گھریں کے نام سے مشہور ہے،  
 یہ باشعور نہیں کی پائی ہے اور یہ سب اسلام کے مقابلہ پر ماضی ہے، اگر یہاں  
 پر بہت دانت تیر کئے جاتے ہیں اور ہندوستان میں باشعور کیلئے کے آنے کی تہا  
 کرتے ہیں، مصعب یہ ہے کہ ہندوستان کا بھی میں مشر ہوگا، انیسویں تو بعض علماء  
 پر ہے کہ وہ بھی ان باتوں کو نہیں سمجھتے، بلکہ اللہ اس مسئلہ میں نہیں سمجھ سکتی۔ انھوں حق  
 حاصل نہ کرے۔ (صفحہ ۱۴)

سادگی اور محرومی برکات

فرمایا، سادگی بھی عیب برکت کی چیز ہے، ایسے شخص کی بہت سی پریشانیوں سے  
 بہت حاصل ہو سکتی ہے، فقیر کا اہتمام ہے ساتھ ہر آدمی پریشانیوں سے ہے، ایک  
 حکایت یاد آتی۔ ایک بزرگ تھے، بہت سادہ، انکا خد خدا دیر غریب تھا، خدائی سے  
 ہمارے سے گذر رہے تھے کہ کسی دکان پر گئے تھے، یاد نہ ہے کہ خد کی ایک کتاب  
 نذر سے گزری، یہی قیمت دیکر اسکو خریدا، اسنے کہ دکان میں گئے کہ دین میں مجھ  
 سے بھی زیادہ غریب لگئے، وہ اسے لوگ مہر دے کر لیا، اسکو خدا کے بعد معلوم  
 ہو کر یہ کتاب بھی میری ہی لگتی ہوئی ہے، (بقرانہ عمری) فرمایا کہ کبھی سادگی کی  
 بات ہے کہ اسکو بھی ظاہر کر دیا، اگر ظاہر نہ فرماتے تو کسی کو کیا خبر سادگی تو  
 ہزاروں میں ہزار ہی نہیں، دوسرے تو یہی سمجھتے ہیں کہ کبھی ہم سب سے ہیں اور جبکہ  
 ہزاروں کو اس مسئلہ میں کسی طرح بھی بہت دینی محسوس نہیں ہوتی، بلکہ اس کے س

کام بھی کریں، ہمیں کچھ نہ کرنا پڑے، ان لوگوں کی حالت بالکل انکی معدوق ہے،  
 جیسے وہ دوستوں کا ایک ساتھ سفر ہو، پہلی منزل ملے ہوئے بعد کسی مقام پر قیام کیا،  
 وہاں پر کھانا پکانے کی خواہش ہوئی، ایک بچہ کہ بھائی میں تو ہانڈا سے سوڑا لٹا ہوا،  
 تو جنگل سے سڑیاں، بھن لادو، دوسرا کہتا ہے کہ دوست تمہیں معلوم ہے کہ میں منتر کی  
 وجہ سے نکلا ہوا ہوں، مجھ سے یہ کام نہیں ہو سکتا، وہ بچہ، اور اسے سوڑا بھی لے  
 آیا، اور جنگل سے لکڑی بھی لائی، پھر اس نے کہا کہ یہ کام تو ہو گیا، اب تم  
 آگ جلاؤ، اور میں آگ کھانا کھاؤں، کہہ کر اتنی ہیست کہوں ہے، بہت کڑواہٹ حالت  
 سے، اس نے، یہ دونوں کام بھی کام آئے، پھر اس نے کہا کہ بھائی میں روٹی پکانا  
 ہوں تم آگ جلاتے رہنا، اور روٹی پکاتے رہنا، کہا کہ ساری کھان سے ناچیں چور  
 ہو رہی ہیں اس نے روٹی بھی پکائی، پھر اس نے کہا کہ بھائی "کرکھ تو ہو، تو کہتا  
 ہے کہ بہت دیر سے دوست کے کہنے کی محفلت کر رہا ہوں، آؤ انھیں تک خالق  
 کروں، شرم آتی ہے کہ دوست کے کہے کہ کسی بات میں حق نہیں ہوتا، وہاں تھا تو  
 لو، ایک حالت ان مشہور ایسے وحش کی ہے، کچھ پکائی چاہتے ہیں کہ لٹا، انھیں  
 کچھ نہ کرنا چاہے، میں پچھتا ہوں کہ جو صرف کے کارناموں کو پیش کر کے دوسروں کو  
 کام کی ترقیب دیتے ہیں، کیا اس کی میں حالت تھی، جو تہا رہی ہے کہ ہر کام سے خود  
 تو چلت پھرتے ہو، دوسروں کو پچھتے کی فکر کرتے ہو (میں عوام کو پچاس کر لیا،  
 خود حذر کرتے ہیں)، انکی تو یہ حالت تھی کہ کام تو یہ کیا بد، ایک سے پیچھے، دوسرے  
 اپنی جان دینے کو تیار رہتا تھا۔ (صفحہ ۱۵-۱۶)

سلطان صلاح الدین کی اسلامی حیثیت پر مشتمل کردار

فرمایا، سلطان صلاح الدین نے جس وقت شام کو فتح کیا ہے تو وزراء نے  
 عرض کیا کہ یہ امرناؤں کا ملک ہے، مستحضر ہے، یہاں کے لوگ نہایت سرکش اور  
 خست ہیں، چنانچہ اسلامی اصول نرم ہیں، اسنے ضرورت سے کہ ساری حکام کے علاوہ  
 اگر کچھ اور تو نہیں، ورنہ تو ہانڈا کر لے جائیں، (اس پر قابو رکھنے کے لئے) تو  
 زیادہ مناسب ہے، اس پر سلطان صلاح الدین نے جو جواب دیا، وہ آپ زور سے  
 لکھنے کے قابل ہے، کہتے ہیں کہ کیا تہا راجاں ہے کہ میں نے جو ملک فتح کیا ہے،  
 وہ محض حکومت اور سلطنت کرنے کیلئے کیا ہے، میں نے تو جسکو اللہ کی رضا مندی کے

تواضع کو کمال پر محسوس کیا جاتا ہے، چہاں چاہو یہ کہتا ہے اس سے پس چہ نہ ہی کی  
 میں "راہیں غمی نفس لعل" یا تو یہی سنی بھی پائے گی۔ (صوفی ۱۲۱)  
 سلف کے مجاہدات اور آج کے مجاہدات کی صورت

فرمایا، سلف میں مشائخ، مریدوں سے بڑے بڑے مجاہدے اور دیباغیاں  
 کرتے تھے، انہیں میں دیکھنے سے حیرت ہوتی ہے، اس وقت لوگوں کے قوی اہل  
 ہوتے تھے، عربوں کی بڑی، بڑی تھیں، اب نہ وہ قوی ہیں اور نہ عربوں کی  
 زہ۔ میں بہت سے مجاہدات کے بعد حاصل ہوتی تھی یعنی نفس کی بہت قوت کا  
 کراہ ہوتا، وہ آجکل بلا مجاہدات کے حاصل ہے، مگر یہ سحر کوئی خوش فہم صاحب  
 یہ نہ سمجھیں کہ واقع میں مجاہدہ کی ضرورت میں ضرورت ہے مگر اسی وجہ کی، جس  
 وجہ کی قوت تھی یہ ہے، اور مجاہدہ یہ ہے کہ کسی کمال کے سامنے ہے کہ وہاں  
 کرایا جائے۔

مثال سے سمجھ لیجئے، جیسے قلعہ کی دیوار کے چھ فٹ اونچے ہوتے ہیں، اگر فرد دیوار  
 نہ کرے گا تو وہ غرے سے غرم، پیچ در آخر دیوار گرے گی تو اس قدر اونچے بن جائے گا  
 اس سے سجدہ شدہ، چار بجے تیار ہو جائیگا اور ساری عمر کے لئے فریب کافی ہوگا۔ یہ  
 ہی سہی کو کٹا کرنا ہے، ورنہ کے بعد حاکم کو جو بظاہر حاصل ہوگی، وہ بھی ہوگی،  
 جنکو اس شعر میں فرمایا گیا ہے۔

خود کو یاد آئی تھیں بازار دارا کہ یک گلی سے فری گزاریا

(صوفی ۱۲۲)

مریدوں کی شکایات کے بارے میں ہمارے بزرگوں کا طرز عمل

فرمایا، مشائخ کے یہاں جو ستر ترین عیبہ ہم معمول ہوتے ہیں، ان میں ایک  
 وہ ایسے بھی ہوتے ہیں، جو ہر وقت شیخ اور دوسرے حقیقتیں کو ادیت میں دیکھتے ہیں،  
 جھوٹ بچ گاتے رہتے ہیں، جس سے چاہا، شیخ کو ناراض کر دیں، جس سے چاہا،  
 راضی کر دیا، بھلا اللہ ہمارے بزرگ اس سے محفوظ رہے ہیں۔ حضرت سوزنا محمد قاسم  
 صاحب رحمۃ اللہ علیہ طبع کو کسی کی شکایت سننے ہی نہ تھے، جہاں کسی نے کسی کی شکایت  
 شروع کی، فوراً منع فرما دیتے تھے کہ خاموش رہو، میں سنتا نہیں جانتا، کئے بعد کسی  
 کی شکایت کی امت ہی نہ ہوتی تھی۔ اور حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سب سحر

فرماتے تھے کہ مجھے جو کچھ بیان کیا اور دل میں غصہ کی شکایت کی، یہ سب لفظ ہے،  
 میں اسے جانتا ہوں، وہ بیان نہیں۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت گنگوہی رحمۃ  
 اللہ علیہ کا اس بارہ میں کیا معمول تھا، فرمایا کہ ایک صاحب نے حضرت سے سوال کیا  
 تھا کہ آپ سے کون کونساں شکایات لائے گئے تھے، آپ نے فرمایا کہ "نہ ہوتا ہے،  
 فرما کہ ہوتا ہے اور وہ یہ کہ میں یہ سمجھ جاتا ہوں کہ دلوں میں، جس سے، مگر سب  
 کی سن لینے سے۔ (صوفی ۱۲۶)

مسلمانوں کو اللہ کی طرف سے حاصل ہونے والی عزت

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ولیدہ العزیزہ والیہ وسلم  
 وعلیہ وسلم سے کہاں کی عزت مراد ہے اور کیا ان کا مہم ساری ہی پر ختم ہو گیا  
 فرمایا کہ عزت تو مصداق ہی کو حاصل ہے اور وہ عزت آخرت کی ہے، اس لئے کہ  
 یہاں پر تو اس کے خلاف بھی واقع ہوتا رہتا ہے، یہاں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے  
 بارے میں جس عزت کو فرماتا ہے، وہ عزت آخرت ہی کی ہے کہ وہاں مسلمانوں  
 کو جس درجہ کی عزت حاصل ہوگی اور کتنا کو اونچائی کا کام ہوگا (صوفی ۱۲۷)

درویشی کے کام پر گروہ کی صورت

فرمایا، پہلے درویش، علم اور اہل علم اور شریعت مقدسہ سے عزت نہ کرتے تھے،  
 اگرچہ بڑے، غفلت، حدود سے تجاوز ہوجاتے تھے، مگر ان کے باطن میں شریعت کا  
 وہ وقت و وقت و اہم موضوع ہوتا تھا، اب تو یہ مصمم لوگوں پر کیا کارب  
 ہوں سے، نقد جس میں ساری کتب و شریعت کی کتب کو مانوس ہوتا ہے جیسے جیسے  
 ساری بھوتی بھوتی روایتیں گزری ہیں، زندگی گزرتی ہوئی ہے اور دوسراں کو بھی  
 گزرتی ہے، عوام بھی ایسے ہی دکھائے، ان کے عقیدے کو بڑھتے ہیں، جتنا جتنا عوام  
 شریعت دیکھتے ہیں، اتنا ہی اسے کمال دیکھتے ہیں، ان کے یہاں یہ بات برائی نے  
 لازم میں سے ہے کہ وہ خلاف شریعت ہو، نہ نماز ہو، نہ روزہ، چاروں اہم کام ضائع  
 ہو، تنگنا بندھا ہو، وہ درویش ہے، صوفی ہے، کمال ہے، ولی ہے، نقیب ہے، غوث  
 ہے یا حوالہ ولا قوۃ الا باللہ مولانا ایسوں ہی کے بارے میں فرماتے ہیں۔

کار شیطان یعنی نامت ولی، گروہی این امت لغت بردی

(تو کام شیطان کے کرتا ہے اور نام تیرا دلی ہے۔ اگر دلی نیکی ہے جب (تو)

نے بھی اس سنت پر عمل کیا ہے، اپنی بیوی کے ساتھ دوڑے ہیں اور میں نے گھبراہٹ  
اس سنت پر عمل کیا ہے، فرمایا کہ ایک ضروری بات یاد آئی، حضور کے دوڑنے پر شبہ  
ہوتا تھا کہ آپ کا مکان اس قدر آستین تھا، جسکی حضور، دوڑے ہوئے محرابِ مسجد  
اتھ کہ ایک روایت سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ سفر کی حالت کا تھا۔ حضور ایک میدان  
میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ پر دوڑ کر آئے دوڑے تھے، پھر ان صاحب نے  
کوئی جراب نہیں دیا، چپ دو سجھ، مہاں احسان اور ذکر گوئے بھارتے ہیں۔ (صفحہ ۱۳۶)

ایک مولوی صاحب نے ایک تحریر پیش کر کے حضرت والا سے مشورہ چاہا۔ حضرت والا نے ملاحظہ فرما کر فرمایا کہ خود کرنے سے معصوم ہوتا ہے کہ اگر غلام اور خرم سب کسی ایک کے تابع کرے پر سختہ اور حقن ہو کر کام شروع کریں تو عظیم ہو سکتی ہے، و مشرق طور پر کام کرنے سے یکجہ بھی نہیں ہو سکتا، عرض کیا کہ کیا کرے۔ ان شخصیت کے لئے کیسے قدم اٹاؤ یا جو مانتے، فرمایا، اس پر راضی ہو جائیں کہ قدم میں دنیا کا نام آجائے، سکھانہ دیا میں گئے، دعا تو اس لئے ہے، اس کے بعد دعا پڑھ کر سب ہو سکتی ہیں۔ عرض کیا، امید ہے کہ مان گئیں گے، فرمایا کہ جب یہ امید ہے تو آپ یہ بھی اقرار کریں اور یہ بھی شریک ہو جائیں گے، عرض کیا کہ کام شروع ہو، شریک ہونا ہوتا برابر ہے۔ (صفحہ ۱۳۷)

فطوس علی فقیہات میں وقت کے خیام کی روش

فرمایا، آج کل بعض اہل علم بھی فضیلت میں بہت سادقت ضائع کر رہے ہیں۔ مرد و بات سے محنت ہے، علمی شخصیات بھی یہی کرتے ہیں، جس کی صورت میں، آدمی کو ضروری کاموں میں لگ جانا چاہئے اور سب سے ضروری کام آخرت کی فکر ہے، اگر ساری عمر بھی فی ضروری چیزوں میں لگا رہے۔ تو وہ بے سادگانی کا مدون نہیں، خاصاً سہ ماہی ۹۰ء میں پچھ چلیک کہ کچھ بھی سہ ماہی ۹۰ء کی تحلیلات، علم کا ایک مشفق ہے، اس مشفق کی حقیقت اس سے واضح نہیں، جیسے روح کی تحقیق میں لوگ جڑے ہوئے ہیں اور ہم اسکو فضیلت قبول کرتے ہیں، اس میں اور اس میں فرق یہی ہے حضرت، جسکو جہت کہہ دیا ہوا ہے، وہ عمل ہی کی بدولت حاصل ہوا ہے، ہمارے عمر اس ادوار میں بن لگا رہتا جائے، کسی وقت بھی عمل سے بے غم نہ ہونا

دل پر نعت ہے، (مطلب یہ کہ ایسے لوگوں کو کہنا ہی عقیم محفل ہے)۔ (صفحہ ۲۸)

بزرگ کو اذیت نہ دینے کا اصول

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں قریبا کہ راجہ سلوک میں  
کل وہ دن سے کام نہیں چلنا، اگرچہ عسوات کا حاصل ہونا اچھی بات ہے، مگر وہ  
کیسے کیا ہوگا، جو میں رستہ کوٹے کے منزل پر پہنچنے سے حاصل ہوتی ہیں، مثلاً  
ایک شخص تو سرگرمی سے لپکے گا اور ایک شخص وہاں سے آئے ہوئے شخص سے  
حالات دریافت کرتا ہے، اور اس میں میں "سماں کا فرق" ہے۔ اسکا صحیح طریقہ یہی  
ہے کہ وہاں پہنچ جانے کی کوشش کی جائے جس کے لئے راستہ بتانے والے کی  
ضرورت ہوگی، مگر جو اس راستے کے جاننے والے ہیں، انکا یہ ادب ضروری ہے کہ  
تو اذیت نہ دی جائے، یہ اس طریق میں بڑی ہی ضرورت ہے، کیونکہ محنت کے  
وجہ سے وہاں سے ذرا سی کوتاہی بھی گوارا نہیں ہوتی، یہ ایک خطرناک چیز ہے، اسکا اثر ہوتا  
ہے اور میں کہتا ہوں کہ حقیقت مقدمہ مطلوب نہیں، حقیقت اس قدر مطلوب نہیں،  
مقدمہ محبت کی ضرورت ہے اور یہی زیادہ مطلوب ہے، اگرچہ حقیقت جو حدود کے  
دور میں ہو، وہ بھی ایک دور میں مطلوب ہے، مگر بڑی چیز محبت ہے، مخلصہ یہ ہے  
کہ "محبت ہوتی تو طالب ساری چیزوں کو پیش نظر رکھے گا کہ مجھ سے کوئی بات  
ایسا نہ ہو جائے، جو بزرگی کی تکلیف کا سبب بن جائے اور یہ بہت کھل چیز ہے،  
چونکہ لوگ اس دور میں سمجھتے تھے کہ یہ اور سا طریقہ ہے کہ اسکا قصہ دیکھ، مہتمم  
کئے، ہرگز نہ، نہ توئی یا کوئی کام نہ ہوگا، جس سے یہ تکلیف پہنچے۔ (صفحہ ۳۰)

بزرگوں کا زخمہ دس اور مزاج کا حامل ہوتا

فرمایا، عارے سب بزرگ زندہ رہے تھے، آپس میں ایک دوسرے سے حجاز بھی فرماتے تھے اور مہاجر حجاز، یہ دراصل دلیل ہے کبر کی اور علامت ہے روح کے مرد ہو جانے اور خسر کے مردہ ہونے کی، جب کہ خوش حجازی دلیل ہے، تنہائی کی اور علامت ہے روح کے زندہ ہونے کی اور نیک سے مردہ ہو جانے۔ ایک شخص یہاں پر تھے، وہ ذی علم ہیں تھے، مجھ سے ایک بار فرمایا کہ آپ کی فدا فدا بہت وقار کے خلاف ہے، میں نے کہا، میں یہ چنانچہ اہل حق حضرت علیؑ، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جو دوڑے تھے، کیا یہ وقار کے خلاف ہے، اگر نہیں تو آپ



طرح دوسروں کے دماغ میں والدین، بعض اوقات سالک کی یہ حالت ہوتی ہے کہ  
 ۱۰۔ جو ایک عین کے ساتھ یہ سمجھ رہا ہے کہ فرعون سے عدل کا دعویٰ کیا اور میرا دعویٰ  
 سے صحت کا، ۱۱۔ ہمیشہ کیلئے جسم میں رہنے کا مستحق ہے اور میں جنت میں رہنے کا  
 میرا راستہ کا امید تو ہے صحن ہونے کی وجہ سے اور میرا بھی پابند ۱۲۔  
 موتی علیہ السلام کا منہ اور میں تمام نیا، عظیم السلام کا منہ دار، مگر باوجود ان سب  
 چیزوں کے یہ بکتے کے کہ فرعون مجھ سے کہہ دوچہ بجز سے اس لئے کہ ایک مرتبہ  
 کے گلہ پڑھنے سے اس کا معاملہ اصر سے اصر ہو جاتا۔ اور ایک منہ میں اسکو صحت  
 ہو سکتی تھی اور جس اہمیں اور صحت میں یہ پہنچ کر نکلا دیکھتا ہے یہ کہتا ہے کہ اگر  
 چار برس میں بھی نبیات ہو جائے تو قیامت ہے۔ اور اسی حالت میں لوگوں نے  
 خوشیاں منگ کر لی ہیں۔ وہ یقین لیا ہے کہ فرعون اس میں جکا نہ تھا، بھلے کافر تھا،  
 ایک مرتبہ کے گلہ پڑھنے سے ایک منہ میں صحن ہو گیا تھا اور یہ نفس اپنی حالت  
 کو اس سے زیادہ جانکا رکھ رہا ہے تو ایسے نفس کی کمالات یہ کہ اس نظر ہو سکی ہے  
 اور اس کے کیا احوال ہو گئے، اس کے سامنے اور کیا مقامات ہو گئے، وہ تو دوسری  
 ہی آویز میں مل گیا ہو۔ جس گرب میں یہ پہنچا ہو، اس میں ظاہر پر اس  
 کی یہ حالت مشتعل ہو جائے تو کچھ پھٹ جائے، مگر ان گناہوں اور دوسرے گناہوں  
 راہوں کے باوجود جس کو حق تعالیٰ نے فہم کامل اور حق عظیم عطا فرمایا ہے، اس کو  
 اس رو سے اس صحت سے بچ کر بھارت میں کہ معصوم بھی نہیں ہوتا تو وہ اور  
 تھے یا اور ہو گئے، اسکا یہ مہذب بھی نہیں کہ اسکو چوکنا نہ پڑے، نہ اسکا ضرر نہ پڑے، مگر  
 وہ گھر سے میں کہ صحت سے سخت اور بخیر گوارا گھنٹوں کو پہنچنے میں ملے کہ میں  
 سے اور یہ انجمن شخص، دل یاں کرب سے کچھ میں نہیں، تبتیں، میں صحت کا کرنے کی  
 ہے اس لئے کہ بعض باتیں وہاں اور ذاتی ذمیت کی ہوتی ہیں۔ (صفحہ ۳۹)

(داخل ہو کر راہ سلوک میں چلے والے عجب عرصہ تک مذکورہ ذمیت کے  
 حالات، ایمانی کیفیت میں ہذا جرح کی صورت حال اور نفس کے ساتھ شیعہ معرکہ آرائی  
 سے دوچار رہتا ہے، جس سے اس پر فرعون نفس کی قوتیں پوری طرح آشکار ہوتی

میں، بلکہ یہ مسلسل صحت اسے اس لکھش سے لگائے میں عاثر کر رہا کرتی ہے)  
 جنتیوں کی جنتوں میں جگہ مل جانا ہی بڑی سعادت ہے

فرمایا، بطرح میں دوسروں کی اصلاح کے طریقے سوچتا رہتا ہوں، اللہ کا  
 لکھ لاکھ کر ہے کہ اپنی اصلاح کے طریقے بھی سوچتا رہتا ہوں، صحن کو تو سرے  
 دم تک اپنی اصلاح کی فکر میں لگا رہنا چاہئے، اس پر بھی اگر نکتہ ہو جائے تو کوئی  
 سب کچھ حاصل ہو، اس سے آگے ہم کی حوصلہ اور ہمت کر سکتے ہیں، ہائی صحن  
 و مدارج تو بڑے لوگوں کی باتیں ہیں، ہمیں تو جنتیوں کی جنتوں میں ہی جگہ مل  
 جائے تو یہ بڑی دولت ہے۔ جنتیوں پر یاد آیا کہ حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید  
 رحمت اللہ علیہ کی یہ حالت تھی کہ حضرت سید احمد صاحب رحمت اللہ علیہ کی مجلس میں  
 شرکت کرنے اور ایک مجلس میں بیٹھنے کو صرف وہ بچتے تھے، حضرت سید محمد  
 صاحب کی جنتیوں نے ہونے عاثر مجلس میں بیٹھنے دیتے تھے، اگر کبھی بیٹھنے کی سہولت  
 ہوجاتا، وہیں جنتیوں سرے پہنچے رکھ کر بیٹھ جاتے تھے، جس وقت حضرت سید  
 صاحب کی پاکی چلا کرتی تھی تو حضرت مولانا شہید صاحب رحمت اللہ علیہ پاکی کے  
 ساتھ دوز کرتے تھے، سکو پہنچنے سے فرماتے تھے۔ پانچ دن تک میں پاکی چوری  
 ہے، اور آپ ساتھ دوز دے ہیں، حاکمہ دلی میں اس خانہ کے چاروں سواری  
 تھے، مگر کبھی برابر حضرت شہید صاحب پر وہ نہ کرتے تھے، کیا یہ حضرت شکی  
 تھے، غور ملک کہ ہمارے اصلاح داری ہوتی ہے، آج امانت داری پر ناگوری  
 ہوتی ہے، عرض پر شخص کو اپنی اصلاح کی فکر میں لگا رہنا چاہئے، مرتے دم تک یہی  
 حالت رہے۔ حاکم دلی فرماتے ہیں۔

اندلی دلی کی تلاش ولی فراش

تادم آخر دے فارغ صا

تادم آخر دے آفرید

کرمات ہا صاحب سرور

۲۵۵

(اس راستہ میں بہت عجیب دلائل ہیں۔) فردم تک ایک دم کے لئے ہے لگ

نہ ہو۔ میں تک کہ آخری وقت میں ایک وقت یہ لگے گا کہ حمایت حق نہیں

حاصل ہو جائے گی۔)

روحانی مریش کا اپنے آپ کو مستعد بننا

پوچھا کہ دولہا کو کتنا ہے، دولہا نے والے صاحب سے کہا کہ دولہا تو یہ ہے اور دولہا میرا ہے۔ ٹرکے کے باپ نے کہا کہ میں تم سے پہلے آدمی ہوں، میں نے یہ کی ضرورت تھی کہ دولہا میرا ہے، کہنے لگے، واقعی لٹلی ہوئی، اب احتیاط رکھو، گا اٹھنے میں کسی اور نے دولہا کے بارے میں پوچھا تو آپ کہتے ہیں کہ دولہا تو یہ ہے، دولہا میرا نہیں، ٹرکے والے نے کہا کہ میں تم عجیب آدمی ہوں۔ اسی کہنے کی ضرورت تھی کیا تھی، دولہا کا ذکر ہی کیا ضرور ہے، کہ کہ واقعی ضرورت نہ تھی، یہ بھی نہ کہوں گا، اٹھنے میں کسی نے پھر آکر دریافت کیا کہ دولہا کون ہے، آپ کہتے ہیں کہ دولہا تو یہ ہے اور دولہا شے کا کوئی ذکر نہیں، آخر دولہا نے اسے دولہا دیکھ کر روپا۔

قرض میں قرض کا کوئی حکم نہیں ہو سکا، کیونکہ قرض کی منت میں قرض، ایک درکار کا دین، ایک نہیں ہے، مگر رکھا، جو اس طرح دینوں میں کوئی فرق نہ رہتا، ہر بار کے مواخذہ پر یہ کہا کہ اصل میں مجھے یہ معلوم نہیں کہ میرے ذمہ کیا کیا کام ہیں، مجھے کاموں کی ایک فہرست تھوڑی سی ہے، میں نے ایک فہرست بنا کر دی ہے کہ دوسرے کاموں کے علاوہ تم سے یہ کام لے جایاں گے، اس فہرست میں یہ بھی تھا کہ تھوڑے سے ساتھ چھ پچاس کا ایک حصہ نہیں سمجھا کر لیں گے، ایک بار سا سو ہو کر چلے آؤ، پھر ساتھ ہوئے، اتفاق سے گھوڑے سے ٹک کر گری، آپ نے فوراً فہرست نکال کر دیکھی اس میں یہ لکھا تھا کہ ٹرک کی بیگمڑ ہے، تے تو اسکو چھوڑ جائے، آپ نے ٹکڑے لٹلے، اب میں مقصود پر پہنچنے کو آتا ہے۔ دین کے شائبہ نہیں دریافت کیا کہ شائبہ میں سادگی، کہتے ہیں، حضور! تو فلاں گھر گئی تھی، آقا نے مواخذہ کیا کہ تم سے چلی جاتیں نہیں، آپ سے فہرست سامنے رکھ دی کہ اس میں یہ کہیں نہیں لکھا تھا کہ جو چیز کر کے اسکو چھوڑ جائے، میں نے اس میں لکھا، آقا نے فہرست لیکر اس میں یہ بھی لکھ دیا کہ کوئی چیز کہہ کر اسکو چھوڑ جائے، پھر سا سو ہو کر پہنچے اور منزل فتح ہوئی، آپ نے فہرست سامنے رکھی دریافت کیا، یہ کیا ہے، عرض کیا، کیجئے، ٹھوکر دیکھ تو گھڑے کی بیگمڑی، پوچھا یہ کیا، وہی فہرست سامنے رکھ دی، دیکھئے اب میں یہ کہنے سے کہ جو چیز

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اگر کوئی چار ہو اور لوگ اس کو طلاق سے بے فکر دیکھیں تو چاروں طرف سے لڑ پڑتی ہے، جس سے دولہا نہیں ہٹ سکتا ہے، اپنے قرض کی منت کی امید ہوتی ہے، جسوں کو اس قرض کی حالت پر ہے کہ ساری دنیا اسے تندرست سمجھے ہوئی ہے، حالانکہ وہ بیمار ہے، دوسروں کے تندرست سمجھے، یہ بھی ہے آپ کو تندرست سمجھنے سے، اپنے مریش کے تندرست ہو چکی تھیں، امید ہوئی ہے کہ میں بچ کر عرض کرتا ہوں کہ جب میں دوسرے سمجھنے کوئی طرف تو یہ کرتا ہوں، تو ہے نہ۔ پھر دیکھ میں کہ، مستثنی ہو کر میں کرتا، بلکہ میں تجویز کے وقت میرا اسکا خیال رکھتا ہوں کہ مجھ سے اس تجویز کے بعد میں کوئی عیب نہ ہو جائے، دوسرے قرض پر زور پر رہتی ہے۔ اب یہ مجھ کو سخت کہا جاتا ہے۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ مجھ سے اجتہاد کی عقلی ہوجائے، اسکو متحقق ہے کہ قند نہیں، یہ میں، یعنی خود مفاد قبول کرنا، کہ امید ہے کہ معاف فرمایا جائے۔ (صفحہ ۱۳۶)

نہم کی حالت دار۔ کچھ مثالیں

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت، جس شخص سے مسجد میں کھڑے ہو کر مجھے چہ حضرت والا نے مواخذہ فرمایا تھا، وہ مجھ سے یہ کہتے تھے کہ میری کچھ میں نہیں آتا کہ دیکھنے سے بھی کسی کو تکلیف ہوتی ہے۔ حضرت والا نے یہ سن کر فرمایا کہ جب ہم کی یہ حالت سے آقا کوئی حدیث کہیں، جب گھر کی عقل نہ ہو، کوئی حکم نہیں ہو سکتا، ایسوں کی عقلی پر اگر صرف نظر کیا تو ان سے امید ہو سکتی ہے کہ وہ عقلی کو خود سمجھ کر کوئی بات نہ کہیں گے، یہاں یہ حکم آدمی کا نہ کسی حالت میں بھی حکم نہیں ہو سکتا جیسے قند نہیں لے جانے کی شائبہ تھی، آقا نے باپ نے ایک شخص سے دولہا کہتے دولہا لے لیا، دولہا نے والے بھی باتیں میں نہ ہو گئے، قاعدہ نے کہ ایک دوسرے کو دیکھنے سے آکر پوچھتے ہیں، کسی سے آ

گرے وہ اٹھ اٹھ سو ایک چچی کا کیا علاج۔

فرمایا کہ میں بعضوں کو یہاں رہنے دے دوں گا وکالت سے منع کر دیتا ہوں۔ پھر اگر دین ہو چکر خدا کی رحمت کریں اور مجھے خدا وکالت سے معصوم ہو جائے کہ ان میں سیدھے ہو گئے ہوں تو مجھ کو ضد قویٰ ہی ہے، اجابت دینا ہوں کہ یہاں آکر بھی خدا وکالت کر سکتے ہیں، اس سے اصرار ہوتی ہے کہ طبیعت پر سہارے گئے کا بوجھ پڑتا ہے، خود لوگ کی حالت ہوتی ہے، اور اس کو جو اجابت یا تکلیف ہوتی ہے، وہ بے غری سے ہوتی ہے اور میرا عقیدہ تو وہ ہے، جو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ آنے والے حضرات کے قدموں کی رویت کو میں اپنی نعمت کا ذریعہ سمجھتا ہوں، کیونکہ میری تو کسی دلیل سے بھی چھا ہوتا ثابت نہیں اور میرے پاس آنے والے اللہ کا نام ہی آتے ہیں، یہ یقیناً جیسے ہیں، بھلا، جس شخص کا یہ عقیدہ ہو، وہ آئے والوں کو حقیر کی نظر سے دیکھ سکتا ہے یا یہ شخص کسی کے آتے سے گھبرائے گا۔ (صفحہ ۱۳۸-۱۳۹)

بڑے لوگوں کا زیادہ حوصلہ کا حامل ہونا

فرمایا میں تو کہہ کرتا ہوں کہ بڑے لوگوں کو حوصلہ ہوتا ہے، وہ دیر سے آزاد نہیں ہو کرتے اور ضرور ہوسکتے ہیں، جب کہ چھوٹے افراد انھیں ہی دیر پہنچا کرتے ہیں، اس لئے داکٹر سے آئے کی اتنی ضرورت نہیں، جتنی کائیلیں سے ڈرنے کی ضرورت ہے۔ (صفحہ ۱۵)

اللہ کے مقبول اور غیر مقبول بندوں کے درمیان فرق

فرمایا: "بہل لوگوں یا جاہل فتنی چیز تو ضرور ہوتی ہیں، مگر ان میں نور نہیں ہوتا اور علی اللہ کے کام میں یہ نہ ہوتا ہے، گویا یہ معلوم ہوتا ہے کہ جیسے "توبہ کل" یا آخر عقوبتیں اور غیر عقوبتیں میں کوئی فرق تو سمجھنا چاہئے، مگر اس کے اراد کیسے ہیجرت کی ضرورت ہے، کیونکہ بعض اوقات ہاں میں ظاہری طور پر آپ تائب ہوتے ہیں اور حق میں ظاہر نام راقی، مگر باطل میں شام ہے، جیسے کسی عینیت صاف ہوتا ہے اور بدلتی ہوئی مقابلہ اس کے گمراہ ہوتا ہے، اسی طرح عقیدوں اور غیر عقیدوں کے

اقوال و افعال میں جو فرق ہوتا ہے، وہ صورت کا نہیں ہوتا، بلکہ بعض مرتبہ بقدر غیر عقیدوں کا کام اچھا معلوم ہوتا ہے، الفاظ نہایت بڑے بڑے اور جست ہوتے ہیں، بعض حکم کو بعض الحوائج الدلیب کی دیکھ ہے، بلکہ ان میں فرق جو ۲۰۰ ہے وہ حقیقت کا ہوتا ہے، جیسے میں نے پیشاب اور پانی کی مثال بیان کی۔ عینیت ہے صاف، مگر بے ناپاک، پانی گمراہ ہے، مگر بے ناپاک۔ (صفحہ ۱۶)

کام کے بغیر شیخ کو اپنے تابع بنانے کی روش

فرمایا، ایک ہے عمل کا وجہ اور دوسرا سمجھت کا عمل، ہر شخص کا خود کو دل بھی چاہتا ہے کہ سمجھت کی تدبیر پائی جائے، مگر شیخ کی طرف سے نیکار ہوتا ہے کہ طالب اپنی کوشش ختم کر کے دیکھتا ہے جب وہ عاجز ہو جائے گا، تب ہی تصرف تو اپنے تصرف سے اور اہل تدبیر اپنی تدبیر سے انشاء اللہ اسکا ازالہ کر دیں گے۔ میں نے ایک دہلا میں دلیل سے یہ بتا دیا ہے کہ رسول اور نائب رسول کا صرف کام یہ ہے کہ وہ یہ بتائے گا کہ ایک تو کام کرد اور اقتدار سے کام لو، شروع میں ہم سب کے تابع کیسے ہو جائیں گے، ہر کام طریقہ سے ہوتا ہے، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ عرض نے اس سے عرض کو ظاہر کیا اور کیا کہ عرض کا ازالہ بھی ہو جائے، بلکہ اگر عرض نے عیب سے اپنے عرض کے ازالہ کی مدت دریافت کرے گا تو کان بکڑ کر صعب سے باہر نکلے گا، یا نہ ای طرح وہ اپنی مرضی مدح کو سمجھ لے گا، اور مصباح کو تابع بناتا تو دیکھ لیا ہے کہ تو آواز دے گا کہ "کہہ دیجئے" اس میں چپ چایا، اور وہ جواب میں نے کہ صبر، اس لئے کہ اس طرح صنعت سے کام لینا چاہئے تو اب صنعت کیا ہو، سمجھت تو اس سے بڑی حیرت آتی ہے کہ عوام کا اقرار کیا جائے، ایسے اقرار کی مثال تو بازار کی عورت اور شریف عقیف گھروالی کی کسی ہے، بازار کی عورت اپنے ہاتھوں کی حد سے ہر قسم کی اجازت کا غدار ہے، کسی کی اسکا بچہ چڑی یا تم غرض کہ دل بھرنے کے سب طریقہ اختیار کرے گی اور شریف عقیف گھروالی عورت نام پر کسی بھی عیب نہیں دیکھ، اس کی ایک مثال وہی ہے، اسی مرتبہ شیخ عینیت اور شیخ حقیق میں فرق ہے۔ (صفحہ ۱۶)



مگر میں داخل ہونے کا طریقہ دیکھتا

فرمایا، لوگ اپنے گھروں میں بغیر پکارے چلے جاتے ہیں، یہ بلائی قرابت  
 سے ہے۔ دوسرے گھر کی عورتیں ان حالت میں ہیں، وہی گھر کی بیعت کر  
 تیں۔ مگر جب بلا یا جائے، مگر میں داخل ہونا چاہئے۔ (صفحہ ۱۶۲)

دوسرا سے اچھے سے بچنے کی ضرورت

فرمایا، حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ کسی سے الگنا نہیں،  
 مگر کوئی نم سے خوش بھی تو ہو کر رہا، نہ کہ کوئی نہ کیا تو، وہ قسم یہ ہے کہ یہ  
 نالی سے کسی شخص سے خط و کتابت نہ کرے، نہ کہ میرے بارے میں دال میں دوس  
 سے ایک طرف سے دوسرے پھر اور دال میں سامنے رکھ دیتے، یہ لکھ چھ آیا کہ مجھے تو  
 بہت سے کام ہیں، پختے کی فرصت نہیں اور آپ کے سامنے سب رکھ دے ہیں اور کہ  
 آپ خود چن لیں، فرمایا کہ کوئی اچھے تو سب دھب دیا میں اس کے سامنے رکھ کر  
 کہ ہوا اور کام میں لگا۔ دینی۔ حضرت شمس نے کسی عیب سے لڑائی، یہ  
 جب اپنے پر گزرتی ہے تو قہقہہ میں حضرت کے ارشاد کی قدر ہوتی ہے کہ چند  
 عکس میں حتیٰ بہت خراب، کہ بات یہ ہے کہ میں تیل و قال اور راہ کو میں عبادت  
 ضرور آجاتی ہے۔ اور ایک تو پاگل کا راتیک بھی کے ساتھ ہوتا ہے اور حدود کے  
 اور یہ فسادوں سے اور ایک ہوتا ہے جس حالت میں یہ رہا ہے، مگر یہ نہیں، بلکہ اس  
 پر مواخذہ کا اندیشہ ہے۔ (صفحہ ۱۶۳)

پیارے کے بغیر کچھ نہیں ہوتا

فرمایا، آجکل راہ سلوک کی حقیقت سے غلام تو کیا، خواص تک واقف ہیں  
 اور اس بے خبری کے بعد سے بڑا دلی غلیان ہو رہی ہیں اور لفظی کا اصل سبب یہ  
 ہے کہ اس کی طرف توجہ نہیں اور اگر کسی کو توجہ ہوتی بھی ہے تو وہ یہ چاہتا ہے کہ  
 مجھے نہ کچھ بھی نہ کرنا پڑے اور کام نہ ہے جیسے ایک بزرگ کا ہاتھ سے کہ اس  
 سے پاس ایک شخص سے عہد بند نہ کرے اس میں سے بھلائیوں کو سب سے

صاحب نسبت ہو کر چلے گئے، مگر یہ اسی خیال میں رہا کہ کچھ اپنے شرف سے کچھ  
 دے دینگے نہ کہ اس میں خود رہے۔ یہ کچھ کو کچھ علی، علی کی علی  
 کرنے پر یا بذریعہ تکلف کے انہوں نے صاف لکھ دیا کہ تم خود ہی مجھ کو گے تو  
 کچھ ہوگا اور شرف کا اثر نہ ضروری ہے، نہ دیر پا۔ (صفحہ ۱۶۳)

راہ سلوک کی تحصیل کی صورت بھی ہے کہ

فرد جیسے جیسے کام میں لگا رہے

فرمایا، ایک خط آیا ہے، لکھا ہے کہ گرو شردوارا سے خادم کی حالت نہایت  
 ناگفت بہ ہے، نہ نماز میں دل لگتا ہے، نہ ذکر میں، نہ کام میں بڑھا جاتا ہے اور دنیا  
 کا کوئی کام بھی نہیں ہوتا، میں ایک عجب گول حالت ہو رہی ہے، میں نے جواب  
 میں لکھ دیا ہے کہ کام تو جس طرح بھی ہو، کرنا ضروری ہے، خواہ ناقص علی۔ راہ  
 سلوک کی تحصیل کا یہی حید ہے۔ یہ کہ میں خود لکھے کی مش کرنا چھڑا دے کہ یہ  
 میں لکھ جاتا تو اسے بھی اچھا لگتا۔ یہ کہ اس مسئلہ میں فرماو کہ ناقص میں کوئی  
 چیز نا نہیں چاہئے، جیسے غیوہ کے مضبوط ہونے کا اہم کام تو کرتے ہیں، مگر اس کے  
 خوش ہو کر۔ یہ کہ بچے نہیں چلتے، انکس روڑ سے وغیرہ بھڑکتے ہیں اور بعد میں  
 کہ یہ نہ کہ اس اور لکھیاں تیار ہوتی ہیں، اسی طرح ناقص علی، ناقص علی کی  
 ہیں، یہ عبادت میں اور نقصان پر نظر نہ کی جائے، جو کچھ اور جس طرح بھی کام  
 ہو، صوں کے معنی کرنا چاہیے، یہ کہ میں نقصان ہی ہو، جیسے ہمارے چہ ہائیں ہی  
 ہو، مگر بعد میں وہ ہوا کرتی ہے، بلکہ ایسی عبادت، جس میں دس نہ گئے، اس پر اجر  
 زیادہ ہے، کیونکہ وہ عبادت ہے، راہ سلوک بہت ہی نازک راہ ہے، محض کتابیں چھ  
 لپٹے سے کام نہیں چل سکتے، ہم کامل اور دو قیسم کی ضرورت ہے، یہ کہ اس کو عہد  
 ہوتا ہے جس پر حق تعالیٰ اپنا فضل فرمائیے۔ (صفحہ ۱۶۴)

کام کا بیانی قوت سے ہونا۔ دو طرح ہیں

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت، دین کے اندر بھی بہت اور قوت

تعالیٰ سے دعا کی کہ اسے اللہ، آپہ نے مومن طایفہ اسلام کو سمندر میں راست دیا تھا۔ ہم نئی بحر رسوں اللہ ﷻ کے قدم چن، ہمیں بھی سمندر میں راستہ دیجئے۔ یہ بحر سمندر میں گھوڑا ڈال دیا، پھر تو سب ساتھ ہو گئے اور سمندر سے صاف پار ہو گئے۔ دیکھئے کی بات یہ ہے کہ اس پر ایمان سمندر تھا، قلب میں اس کے صاف مغرور بھی نہیں گذرا، کیا نکاحا ہے ایسی قوت کا، ان حضرت کی کون رہیں کر سکتے ہیں۔ "بکلی لوگ" جنہیں حکمران مہارت بھرتے ہیں، پیچھے ان صیہا رہیں تو اپنے اندر پیدا کر لیں، پیچھے اسکا یہ ادا کہ بہت چھٹی، تمام بحرین پر کہ یہ "ہی" میں داخل فرمئے۔ ایسی قوت ایسی چڑ ہے۔ (۱۶۶-۱۶۷)

باطنی دنیا اور روحانیت سے عروہی میں کجگر کا کردار

فرمایا، اکثر اہل ظاہر ایک بہت بڑی دولت سے محروم ہیں کہ وہ اس طریق باطن (یعنی خوص وادہ سلوک) کی حقیقت سے ہی بہ خبر ہیں اور اس عروہی کا کسب وکار نہیں ہے، یہ عرض کثرت روح کیلئے کم قابل ہے۔ آج کل ہر شخص مجتہد بنا دیا ہے، جیسا خدائی کبر ہے، یعنی اپنے کو بڑا سمجھتا، مگر وہ ہے کہ انکو تقلید سے عار ہے، جس کی بوت یہاں تک پہنچ گئی کہ جہاد تک اجتہاد کرنے لگے، چنانچہ ایک دوست روایت کرتے تھے کہ ایک غیر متعلقہ صاحب گیارہ سال میں حکمت اہمیت کھڑے ہوئے، موصوفہ کرتے تھے، جب خود سے فارغ ہو چکے تو ایک صاحب سے پوچھا کہ "میرے میں یہ حرکت کیسی ہے؟" کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ "ایہوں نے کہا کہ بھائی، تم سے تو ان تک ایسی حدیث نہ پڑھی۔" (یعنی، ذہنی، جسکا یہ مطلب ہو کہ اہل کے گیارہ پر مدعا، یاد ہم بھی دیکھیں، وہ کوئی حدیث ہے۔ وہ اس کتاب میں ہے، ایک حدیث کی ترجمانی کتاب، کر دکھائی، کبھی حدیث تھی، "ام احمد مکملہ صلیعہ اور ترجمہ کہ جب اہمیت کرنے تو کبھی سار پڑے، آپ نے غلط فہمی کسی صاحب کو اہل کے بھی حیرت پڑا، اور مہا شریعہ گویا، یہ حقیقت تھی، اس کے اصحاب کی، گویا کہ حق تعالیٰ فقہ رضی اللہ عنہم کے رجوع بلکہ فراموشی، انہوں نے ہمارے پانچوں کو سنایا، یہ اور پڑا، اس حدیث سے یہ مجتہد ہیں، چنگے اجتہاد ہی یہ حالت ہے۔" (صفحہ ۷)

کی صورت ہے، فردی بڑی ضرورت ہے، مگر چند روز تکلیف ہوتی ہے، مگر بہت جلد جاتی ہے اور بہت جلد ہی اس وقت کی وجہ سے ظاہر رہتا ہے، بھارت کی بھی تقسیم ہوئی، اس تقسیم قوت پر یاد آیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کبر رہی، اس تقسیم قوت پر یاد آیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہے، چنانچہ وہ قوت اس طرح ظاہر ہوئی کہ باوجود اس کے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اپنی قوت کی شان ظاہر ہے، مگر جس وقت زکوٰۃ دوتے دس نے زکوٰۃ اپنے سے گھرا کر، اور زکوٰۃ کی، جنگ میں باہلی کی کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان (ہمیں زکوٰۃ سے چپا، کی تادیب کی، یہ اپنا وقت تھا کہ اور قوت حضور ﷺ کی وقایع کو زیادہ دھندلا کر دیا، اور ہر اسلامی لشکر دوسرے مقام پر جہاد میں مصروف تھا، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس بار دو سے صوبہ کرم میں اہل چل چل گئی، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے بھی اس کے خلاف تھی کہ یہ وقت ان لوگوں سے چپا کا نہیں، مگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ "مگر حدیث صاف ہے چاہئے اور کوئی بھی میرا ساتھ نہ دے، تب بھی میں ایک چپا کر دیا اور زکوٰۃ وصول کئے بغیر نہیں رو سکتا، جو چیز حضور کے نہ تھے میں جاری بھی نہ کر سکتا، یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بھی رائے بدل گئی، اس واقعہ سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قوت فہمی کا اندازہ ہو سکتا ہے، مصداق کی بھی پڑا، ہمیں کی اور زکوٰۃ وصول کی، سب اچھے پڑ گئے اور اس بہت سے تمام صوبہ پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا رعب اور حیثیت چھٹکی کہ ایک دم سے سادے کام شروع کر دیئے، اور غلوں کو چاروں طرف منتشر کر دیا، معلوم ہوتا ہے ان کے پاس خدائی قوت بہت زیادہ ہے، ورنہ کوئی سادہ سے سادہ فرد بھی اپنی قوت کو منتشر نہیں کر سکتا تو اس سے وجہ چھا گیا۔

قوت کی ایک اور حکایت سنئے، غلام بن حفصی ایک صحابی ہیں، جس وقت سری قنبر بکریاں گزریں کہ روانہ ہوئے، درمیان میں سدا جانک تھا، سارے پہ پہ چکر سب نے رائے دی کہ کشتیوں کا انظام کیا جائے، انہوں نے فرمایا کہ فیض رسول نے تاکید فرمائی تھی کہ کبھی خبر نہ لیں، میں غم نہیں کر سکتا، بھی جاؤ، اور حق

تکرمی، کا کام ہوا

فرمایا، ایک مولوی صاحب کی یہ کوشش ہے کہ کھدو میں ایک ایسے عالم کی ضرورت ہے، جو اپنے اخلاق سے وہاں کے علماء کی اصلاح کر سکے، مجھ سے بھی انہوں نے ذکر کیا۔ میں نے ایک مولوی صاحب کا نام لیا کہ وہ صاحب ہیں۔ انہوں نے کہا کہ وہاں، جہاں میرٹھ کی نہیں، بڑے بڑے مدرسے تو ہیں بہت ہیں، وہاں ایسے شخص کی ضرورت ہے کہ منکر، بد، پھر فرما، کہ جو منع بھی یہ ہو کہ سب کے گھبراؤ کو ڈر کر بچا دیکھا دے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ جب اس کی یہ نہیں ہوگا کہ میں دوسرے سے تکبر کو توڑ سکا ہوں تو کیا یہ تکبر نہ ہوگا، فرمایا یہ تکبر نہیں، اگرچہ ہر تکبر کی صورت معلوم ہو، مگر جیسا تکبر نہیں، یہ تکبر اور منع دونوں جمع ہو سکتے ہیں، اس کی جگہ اپنی مثال ہے کہ کوئی دینی انسان کہ میں تکبر کا علاج کر سکا ہوں تو یہ تکبر توڑا ہی ہے، پھر فرمایا کہ جس کا مدرسہ عام ہو، اسے اگر چیری مدارس تو پہلے سے جنام ہیں اور جنام کی، واقعہ ہے کہ ان میں بکثرت حکم ہوتے ہیں، مگر اصل عربی مدارس میں بھی یہ بد ہوا ہے اور منکر یہ بڑے ہوتے ہیں، نا، ماشاء اللہ، اس کی وجہ یہ ہے کہ عاصی نظام کے بغیر صحت جبرئیل ہے، عربی مدارس ہوں یا انگریزی اور یہ انتظام دونوں میں نہیں، ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت، اگر کوئی صاحب بیگزہ میں پڑے اور اس میں موجود ہیں قواعد و ضوابط تو کیا وہ اپنی روش نہیں ہے۔ فرمایا کہ نہ رہتا کیا عقل، اگر بھی قواعد میں کمی نہ ہو، وہ بھی کسی کمال کی محنت سے پیدا ہو سکتی ہے۔ اس دور کی۔ سب، جہاد میں نہیں ہوتی سے اگر کسی کمال کی محنت میرے، پائے، بلا کام کی جج ہے، بڑی دولت ہے۔ (صفحہ ۱۸)

طالب کا کام، صحبت شیخ کے ذریعہ ہی بنا سکتا ہے

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میں راہ سلوک میں چلے گا تو میں نے جیسا اس کا نہیں، لیکن ہوں کہ ہر کام محنت سے ہوتا ہے، اپنی کہ بڑے بڑے مقاصد محنت سے حاصل ہوجاتے ہیں اور اس کا انحصار محبت پر ہے، مرید کو شیخ کی خدمت میں ایک خاص مدت تک رہنا ضروری ہے۔ اس سے

مفتد میں خاص محنت ہوجاتی ہے۔ یہ کہ کسی قدر مدت میں کام ہوجاتا ہے، اس کا قیاس مثل ہے، اس کا قیاس ممانعت سے ہے، اگر آپ صاحب متقدم سے تو کام بہت جلد ہوجاتا ہے۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حضرت مولانا گنگوئی رحمۃ اللہ علیہ کل پہنچا جس ۳۵ روز رہے، کچھ بعد حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ کم دیکھئے، جو کچھ دیا تھا، حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ سوت کا حضرت کا فرمایا کہ کم دے چکے، جو کچھ دیا تھا، کچھ میں نہ دے کیا، اور پھر پندرہ برس کے بعد معلوم ہوا کہ یہ دیا تھا، پھر اس پر حضرت صاحب گنگوئی سے عرض فرمایا کہ اگر تم جانتے کہ یہ بچے سے تو کتنی محنت کیوں کرتے۔ اس پر حضرت والا نے بھی حواصا فرمایا کہ مل جانے پر فرماتے تھے، ورنہ پندرہ برس تو معلوم ہی ہونے میں لگ گئے۔ (صفحہ ۱۸)

(یہاں یہ توضیح ہونا چاہیے کہ مولانا گنگوئی کا یہ مقصد ہے کہ اسے تو فراست ہوتی ہے یہ اندازہ لگایا جاتا ہے کہ مولانا گنگوئی کا یہ مقصد ہے کہ اسے حالت جاکے مقام تک فائز ہوجائے گئے۔ یہ مقام انہیں پندرہ سال سے شب و روز کے مجاہدوں کے بعد حاصل ہوا عرض ہے)

شیشہ میں نظر آنے والے عکس کی شرعی حیثیت

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت شیشہ میں بھی تصویر ہوتی ہے، انکو دیکھ کر کیا حرج ہے۔ فرمایا، میں اس سوال کو سمجھا نہیں، شیشہ میں بھی تصویر ہوتی ہے۔ عرض کیا کہ جب انہوں شیشہ دیکھتے تو انکی تصویر نہیں نظر آتی ہے۔ فرمایا، انہیں تصویر کہاں ہوتی ہے، لفظ ہے، انکی تصویر ہوتی ہے کہ آپ کی نگاہ کی شعاع، جو اپنے پڑتی ہے، وہ شعاع وہیں ہو کر چہرہ پر پڑتی ہے تو یہ چہرہ نظر آتا ہے اس میں کچھ بھی نہیں، مرئی (دکھائی دینے والی چیز) یہ خود ہی ہوتا ہے عرض کیا، آج حضرت کے فرمانے سے کچھ میں آیا، بہت عرصہ سے دل میں شبہ تھا۔ فرمایا کہ احکام میں اصل دینا عوام کے لئے چاہئیں، معلوم کیا گزرا کریں، عرض کیا کہ دوسری تصاویر کیا قیاس میں کر سکتے۔ (صفحہ ۱۸)

### قرآن کی تعلیم کا چارہ

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت، اعلیٰ شے کو ہی چاہتا ہے، فرمایا کہ اب امت میں دینی سلسلے ہونے سے طبیعت گھبراتی ہے اور نہ اب رابطہ عہدیت پر قدرت دینی اور رابطہ مضمون کا لطف ہی ہوگا۔ اس وجہ سے چند روز تک اعلیٰ کی یہ صورت اعلیٰ کی تھی کہ کتاب دیکھ کر کیا کر دیا کروں، مگر دیکھا ہوں کہ اب رابطہ اعلیٰ بھی مشکل نہیں، اعلیٰ اب تو جس میں ۲۵ صفر جو کچھ ہو رہا ہوں، یہی بہت کچھ ہے۔ (صفحہ ۱۸۳ جلد اول)

محبت کے ساتھ اصلاح کی فکر ہونا ضروری ہے

فرمایا، کسی کے پاس لرے رہنے سے کیا ہوتا ہے، جب تک انسان کو اپنی اصلاح اور تربیت کی فکر نہ ہو۔ (صفحہ ۱۸۶)

آج کل کی قیادت میں شہرت اور مال کی فکر کا واسطہ ہونا

فرمایا، آج کل جو چیزیں کہلاتے ہیں، وہ چاہے مذہبی ہوں یعنی عوام یا درویش یا سیاسی ہوں، اس میں کس کو کبھی فکر و انگیزہ رہتی ہے کہ شہرت حاصل ہو، مال حاصل ہو، بعض یہ بھی سمجھتے ہیں کہ جتنا بڑا مالدار، اتنی ہی بڑا حاکم، ماحاکم ان کا یہ خیال غلط ہے، بہت یہ شخص آگلی تو ہوگا، مگر حاکم ہونا ضرور نہیں، ہر وقت اگلی (کہنے) کی فکر ہے، عقل کی ایک بات بھی نہیں، بلکہ اس سے عقل ہونے کے متعلق خود ہمدردوں کا اصرار ہے، میں اپنی طرف سے نہیں کہتا، وہ کہتے ہیں کہ اگر کسی کے پاس سو روپیہ ہو تو اس کو ایک بیل کا نشہ ہوتا ہے اور ہمارے کہ نشہ میں عقل نہیں رہتی، مگر کسی کے پاس ایک ہزار روپیہ ہے تو اس کو دس بیلوں کا نشہ ہو، پھر عقل کا ادب کیا کام دین کی باتیں تو غلطی کی مانی جاتے، مگر رائے ہی ستر ہے۔ (صفحہ ۹۱)

نیک اعمال میں نیت کے اختصار کا سوال

فرمایا، اختیاری اعمال میں صرف اللہ میں مدد کرنا چاہتا ہے، جب عرصہ تک وہ عمل ہوتا رہے تو پھر ہرگز نیت کی حاجت نہیں ہوتی، لہذا اس کے خلاف کی

نیت نہ ہونا شرع ہے، جیسے کوئی شخص داروہ چاہے تو پہلے قدم پر تو ارادہ کرنا چاہیے پھر چاہے کتاب دیکھنے ہونے یا باتیں کرتے ہوئے پہلے قدم پر ارادہ کی ضرورت نہیں، دوسری مثال سے کچھ کہتے، کوئی ستارہ بنا رہا ہے، اول مرتبہ ارادہ کی ضرورت ہے پھر خود بخود اگلیاں چلتی رہتی ہیں، بلکہ اگر ہر طرح پر مستقل ارادہ کر لیا جائے تو حوش نئی کے ساتھ ہونے میں کامیابی نہیں ہو سکتی، اس طرح گفتگو ہے، مگر ہر فرد پر ارادہ کرنا چاہیے تو فرمایا کہ فرد گفتگو میں کامیاب ہو سکتا ہے، ہرگز کامیابی نہیں ہو سکتی۔ جس کی طرح اہل حبسہ میں گر ہر جزا پر یہ نیت مستقل نہ ہو تو وہ ہم میں نہ پڑنا چاہئے۔ (صفحہ ۱۹۱)

لوگوں کو چھانسنے کے لئے کھٹ کر امت کو ذریعہ بنانا

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اگر کسی کرامت کے بعد قلب میں تعلق مع اللہ زیادہ محسوس ہو، جب تو وہ کرامت ہے اور اگر اس میں رہائی محسوس نہ ہو تو ایسی توجہ کا قائل اعتبار ہے اور یہ جو آج کل مفسرین کھٹ کر امت کی بناء پر لوگوں کو چھانسنے ہیں، بالکل دایمیت ذات ہے، اس سلسلہ میں ایک بات یہ کہ حضرت حقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ہمدردی علاج کے نام سے مشہور تھا، اس سے ایک بڑا کھانا کر لیا کرتی تھی کچھ کوں گنگ کی ہے، تحائف ہے، وہ کچھ کے نکل جاتے، اس کا بیان ہے کہ دوسرے دن حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور ختم میں اپنی ڈال کر گوشت نکال دی، حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اس کو فرمایا کہ مجھے بھی کچھ دیں۔ نیز بعض اوقات اس طرح کی چیزوں کے ذریعہ ذمیل ای حاجی سے اور استاذ نے سے بعد میں کچھ بھی دیا ہے، اس ایسے اشتہار کی حالت میں اگر کوئی چیز راحت اور آرام کی ہے تو وہ ذکر اللہ میں مشغول رہتا ہے اور گمراہی میں رہتا اور اپنے کو کافی کر دیتا اور عادیہ، اسی میں لطف ہے۔ اس کے بغیر لیکن مٹا مشکل ہے۔ سونا فرماتے ہیں۔

چاہے کچھ سے رو دے دام نیست جز عکسوت گاہ حق آرام نیست، اور کرامت و استمداد میں ایک ظاہری فرق یہ ہے کہ صاحب کرامت،

صاحب ایمان اور صاحب عبادت وغیرہ ہوگا۔ اور صاحب استدراج غیر شرعی کاموں میں جمل ہوگا اور پہلے فرق جو مذکور ہوا، انکار و تکبر وغیرہ کا، وہ اثر کے اعتبار سے ہے۔ (صفحہ ۱۹۷)

سابع اور اچھی آواز کی شرعی حیثیت

فرمایا: آدمی صراحت میں لکھ ہے کہ مجلس میں کوئی شخص دوسرے مذاق کا نہ ہو، نہ قلب میں غلی ہوئی سے اس سے اصداس میں رکاوٹ نہ پڑتی ہے۔ اسی طرح ہر شخص کے سامنے ہوتے وقت ہر دہن میں لکھتا ہے کہ تو اس نے صراحت کو نشانہ بنا لیا، حتیٰ کہ یہاں تک کہ وہت پہنچ گئی ہے۔ یہ مدت بڑی میں ایک عرصے کے موقع پر گذرے اور یہ شذیت کو کمال سماں میں دیکھا گیا یہ شذیت سے فخر ہے کہ کہ میرے بدن میں تو شذیت معلوم ہوتی ہے، فخر کرنے لگا، میری بھی یہی حالت ہے، آخر وہ لوگ فخر ہے کہ اب لوگ کہتے ہیں کہ دیکھو، فخر یہاں پر بھی نہ ہو، میں نے سنا کہ کہ یہ صحنہ شریعہ میں نہیں ممکن ہونا بھی ضروری نہیں، چنانچہ صاحب پر بھی میں کا شہوتا ہے۔ یہ تو جیڑی ہی ایسی ہے کہ حشر و راج کی کوئی قسمت ہے کہ کسی چیز کی حرمت لگائی گئی، وہ حکمت اس کا عین صحنہ اثر ہے۔ ایک صاحب نے مجھ سے ایک حکایت بیان کی تھی کہ ایک راج وے نے مارش میں بیٹی بھائی، ہری اس دور سے مدہوش ہو کر پس آگزی ہوں، کئے بعد حصار حیدر کے فرمایا کہ اگر کاش کینے افرام بنا بھی دیتی ہے، قرآن و اس کی ضرورت نہیں۔ یہ مولوی صاحب نے عرض کیا کہ قرآن شریف اور حدیث شریف جو کیفیت پیدا ہو، وہ کسی ہے، فرمایا کہ دیکھتا ہے کہ حدود کے اندر ہے یا باہر، لوگ انکی باتوں میں یا ایسے معاملات میں ہر سہ خدائی کے حقیقت کو نہیں پہنچتے، اسباب کو دیکھتے ہیں، آثار کو نہیں دیکھتے۔ سبب کا کیا کینا، ایک آثار کا دیکھنا ہے، جیسے اگر کوئی شخص حلال اور حرام شریعت سے کسی کو مانگ کر رہے۔ کیا یہ جائز ہو یا نہ ہو؟ اب اگر قرآن شریف نہ رہے، حدیث یہ ہوتی ہو، بہتر ہوگی۔ حکام کی عہد سے قرآن و حدیث نہ آتی ہو، ضرورت سے قلب میں یک کیفیت پیدا ہوتی تو یہاں اسباب

کو۔ نہیں کے، آثار و انہیں سے اور ظاہر ہے کہ وہ حیرت پختہ نہیں ہوگی۔ یہی صراحت کو کچھ لیا جائے، انکے بھی حدود ہیں، ہر شخص کو جائز نہیں، جیسا کہ "بکل ہر کسی و کس انکس جملہ ہے۔" (صفحہ ۹۹)

پہلی شاعری اثرات

فرمایا: اگر طالب کا پہلا عربی دینی ہو تو اس کے اثرات سے لگنا مشکل ہے، اگر صرف کسی صورت سے نکل بھی جائے تو اکثر اس کا نہیں پتا، میں تو کہہ کرتا ہوں کہ بچہ ہڈی اگر بچا جائے تو اس کا ستونہ مشکل ہے، جب کہ اندر سے پکا آسان ہے۔ (صفحہ ۲۰۰)

توبہ کے اثرات

فرمایا: میں جب حضرت کی خدمت سے تائب آیا تھا، اہل طریق کی دیکھ دیکھی توبہ بھی دیکھتا تھا، شاہ حبیب رسول صاحب وغیرہ توبہ میں بیٹھتے تھے اور ان پر بہت سے تعلیمات مختلف بھی ہوتے تھے، جس میں خود گورای رہتا تھا۔ (صفحہ ۲۰۱)

دین پر عمل پیرا ہونے میں سلف صالحین کی حکمت کا ہونا

فرمایا: اہل علم کے کام کی ایک بات تانا ہوں کہ دین پر عمل کرنے کا مدار سلف صالحین کی حکمت پر ہے، سلف حق اہل مکاں پر ہر مزاہد و تحقیق کی توجہ نہ آنے دینا چاہئے۔ (صفحہ ۲۰۲)

اصل اہمیت، مجاہدہ کو حاصل ہونا

فرمایا: راجہ سلوک میں اصل شے طلب ہے، طلب کے مطابق جو مناسب ہوگا، وہ دل ہو گا، درجہ ایک نظر میں کامیابی حاصل ہوتی ہے، وہاں بھی حدود کی حدت ہی ہوتی ہے، بہت سے مجاہدات اس نظر سے مقدم ہوتے ہیں، یہ سب سادہ فن تصوف میں بہت صاف ہے، جہاں خود کو مشہور کئے ہیں، جس کی کوئی اصل نہیں چنانچہ طالب ایک نظر میں کامیابی کی توقع میں بیٹھے رہتے ہیں۔ (صفحہ ۲۰۳)

کہا کہ اس کے عکس یہ بتی ہے کہ یہ بالکل صحت ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہر  
بہ کیوں کہتے ہو کہے گئے کہ اپنی "دار کو رو رو دھانے کیلئے کہتا ہوں۔ یہ دین  
ہے ان کو گوں کا، اللہ تعالیٰ اپنا دم فرما کیے۔ (صفحہ ۲۱۱)

الہام کو اذیت پہنچانے سے سزا کا لٹا

فرمایا، جو شخص ادیانہ اللہ کو تکلیف پہنچاتا ہے، اس سے انتقام لیا جاتا ہے  
اور یہ ادیانہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں، لیکن قسم لے لیتے ہیں، ان کو دوسرے بھی نہیں آتا  
کہ انادی وہ ہے یہاں اور ہے یہ لوگ تو ان میں ڈبے ہوئے ہوتے ہیں۔ (صفحہ ۲)

دعا کی قبولیت، کرامت نہیں

فرمایا، دعا کی قبولیت کرامت نہیں، اسلئے کہ دعا تو عوام کی، بلکہ کفار کی بھی  
قبول ہوتی ہے، دیکھو، اکثر اکثرہ انجرا انجرا شیطان تک کی دعا قبول ہوئی در دعا بھی  
کسی، جو حق الہی کے منافی ہے اور حسب تصریح فقہاء مذہب ادب ہے، شیطان  
نے کہا تھا۔ اعطس فی السیوم یعنی اور وہ دعا قبول ہوگی۔ پھر ایسے  
وقت میں جبکہ خطاب ہو رہا تھا۔ مگر کینت سمجھتا تھا کہ یہ حالت بھی قبولیت کی  
۔ میں جاگ نہیں ہوگی۔ (صفحہ ۲۱۳)

طریقہ میں تواضع کے بغیر عزم ہونا

فرمایا، جس شخص کو راہِ سلاک میں داخل ہونے کے باوجود تواضع میر نہیں  
ہوئی، وہ بالکل عزم ہے، جسے ایک یہ لہر کی دلی سے کسی نے شادی کی، لیکن وہ  
بکھرتی۔ تواضع کو حضور حاصل نہ ہوا۔ خاندان کی نگر میں وہ دو کوڑی کی نہیں، اسی  
طریق تواضع کے بغیر داخل طریق ہونا بیکار ہے۔ (صفحہ ۲۱۸)

اصلاح کے لئے قلمبند ہونا

فرمایا، دل چاہتا ہے کہ لوگ اپنی اصلاح کی فکر میں لگے دیں اور جب اللہ  
تعالیٰ دوسروں کی اصلاح کی ہیبت سے منع فرمائے تو پھر دوسروں کی اصلاح میں بھی  
مشغول ہو جائیں گے، لیکن یہ ناپی سرست ہوتی ہے، جب کوئی مسلمان اپنی اصلاح کی

الہام غزالی پر خوف کا غالب ہونا

فرمایا، میں اپنے احباب کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ "احیاء العلوم" کتاب کا  
"باب الخوف" نہ دیکھیں، امام پر حبیب غالب ہے، اسلئے ان کے حضرات سخت  
ہیں، جن کا حق نہیں ہونا، مثلاً کہ ہے، کہ حق تعالیٰ کا رشہ ہو، اسے داد اٹھ سے  
پیسے ڈرو، جیسے کہ درود سے ڈرا کرتے ہیں، اس پر امام علیہ رحمۃ نے لکھا ہے کہ  
درود ہجرم کی کوئی چیز نہیں، یہاں پر بظاہر شریعہ ہوتا ہے کہ مذہب پر واجب بھی ہو سکتا  
ہے، حالانکہ مطلب یہ ہے کہ جیسے درود ہے غیر ہجرم بھی ڈرنا ہے کہ وہ محض عفت کا  
خوف ہے، اسی طرح حق تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے خود کوئی حرم نہ کیا ہو تو تشبیہ کی وجہ  
صرف یہ ہے، نہ کہ حق تعالیٰ، غیر ہجرم کو بھی مہربان دیتے ہیں، وہ میرے رحمت کی  
جہازت، غلبہ حال کی وجہ سے ناکافی ہے۔ (صفحہ ۲۰)

عادل اہل تصوف سے ایمان کا عادت ہونا

فرمایا، جس طرح صحیح تصوف سے بہت سے لوگوں کے ایمان کی تکمیل ہوتی  
ہے، اسی طرح مہاجروں کی بقول سے بہت سے لوگوں کا ایمان بھی عادت ہو گیا۔  
دیکھئے، حکام عیاف جب حارب ہوتا ہے تو عام عوام سے زیادہ حارب ہوتا ہے اور  
جلد غراب بھی ہوتا ہے۔ (صفحہ ۲۰۵)

گورنمنٹ سے نکلوانے کا الزام

فرمایا، بعض اہل حق نے نہ تو تحریک خلافت میں مجھ پر یہ بہتان چڑھا کر  
اسے گورنمنٹ سے نکل سو، یہ نکلوانا حق ہے، یہ شخص نے اس کا باز، مقبول جواب  
دیا کہ اس سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ گورنمنٹ سے خوف ڈرو تو نہیں، ورنہ گورنمنٹ  
دعا سے کام لیتی اور نکلوانا دیتی، لیکن اس سے منع معلوم ہوتی ہے، جب منع کی یہ  
حالت ہے تو تم جن سے زائد دیا کرو، وہ وہاں ساتھ ہوجائیں گے، ورنہ  
خدایت معلوم ہو جائے گی۔ ایک صاحب سے ایک در شخص سے میرے متعلق ہیں کہ کہ  
تجربہ دہانتے میں انہوں نے دروغت کیا کہ کئی جنس میں اس پر یقین ہے، یہاں سے

جانب توجہ کرتا ہے۔ (صفحہ ۲۱۸)

شیخ کے سامنے اپنے روحانی امراض کے اعجاز سے شرما

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ شیخ کے سامنے اپنے  
محبوبان۔۔۔ میں طلبہ کو شرف سے کی دیکھ رہی تھی ہیں یہ تو انکے تحقق یہ نہیں  
سے کہ وہ ہمیشہ کو شرف تھے کبھی نہ کسی سے انکر کرے گا۔ تو شیخ میں یہ دوس  
نہیں نہیں ہوئی، اگر یہ نہیں تو وہ شیخ نہیں۔ (صفحہ ۲۱۸)

بے کاری ساری خواہش کی جڑ ہے

فرمایا، بے کاری ساری خواہش کی جڑ ہے شیطان غیر مشغول غصے کو اپنی  
طرف مشغول کر دیتا ہے۔ ایک بزرگ اپنے خادم کے ساتھ چلے جا رہے تھے، ایک  
غصے راستہ پر بے کار میں ہوا تھا، وہ بزرگ میر سلام سے سوئے گھر کے، راتیں  
اسی راستہ سے گھر تک لائے دیکھا کہ وہ غصے نکالے ہوئے زمین کر رہا ہے،  
آپ نے سلام کیا۔ خادم نے جواب دیا کہ یہ پیسے خالی بیٹھا ہوا تھا تو شیطان  
اس سے زیادہ قریب تھا، بے زمین کر رہا ہے، اس سے پہلے حالت کے متبادل میں  
اب شیطان سے بچو، وہ ہے، اگرچہ یہ غصے بھی غلیظ نہیں، مگر بیکاری سے بہتر ہے۔  
(صفحہ ۲۲۲)

عاشقوں کا، حالت غلبہ میں مقدر ہوتا

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ کیا ضروری ہے کہ  
جو آپ کے تواسے کے مطابق بدعت ہے، وہ عداوت بھی بدعت ہو، تو کی یہ بدعت  
تو علمی خیر سے ہے، باقی عشق کی تو شان ہی جہاں ہوتی ہے، ان پر اعتراض ہو  
ی نہیں سکتا، ہاتھیں بند غلبہ کی وہ سے وہ معذور بھی ہوں، مگر یہ ہر وقت نہیں  
ہوتا، اسے دیکھ یہ ہے کہ غلبہ حالت کیا ہے، اگر غلبہ حالت انارکیت کی  
ہے اور ہر غلبہ حالت کی وہ سے کوئی نیکی بات بھی ہو جائے جو بظاہر غرض بھی  
چاہے تو نہیں تاہم کی چلی گی، اگر غلبہ حالت خلاف سنت ہے، وہاں تاہم نہ

کرنے کے، اصل معیار یہ ہے۔ (صفحہ ۲۲۲)

دوسروں کو روکنے کی تدبیر اور اس کی صحیح صورت

ایک مولوی صاحب سے عرض کیا کہ دوسروں کے دوسروں کی طرف اگر حرج  
ہو جائے تو ہمیں کوئی ضرورت نہیں فرمایا، صاحب، قلب کو دوسرے سے علی کرنے کی  
طرف حرج ہوتا ہے، خود ایک مسئلہ دوسرے ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ صریح ہے، اسلئے  
کہ پیسے جو دوسرے قلب میں آ رہے تھے، اس کی تعمیل تو یہ ہے کہ آئے اصرار سے  
آ رہے ہیں یہ بھی اختیار کے اور اس کو روکنے کیلئے حرج ہوتا ارادہ سے ہے، اگر دوس  
کا ارادہ ہو، مگر توجہ بقصد ہوئی، اسلئے یہ دوسرے ضرور دوسرا ہو، انکی مثال بلی کے  
تار کی ہے کہ اگر فرد دوسرے کی نیت سے بھی اسے ہاتھ لگائے گا، جب بھی وہ لینے  
کی، اس لئے اس فکر میں ہی نہ پڑنا چاہئے۔ مثلاً کسی کے قلب میں کفر کا دوسر  
آئے اور وہ اسلئے دوسرے کی فکر کرے، یہ تدبیر نافع نہ ہوگی، بلکہ اسوقت توجہ لی اللہ کی  
تجدید کرنی چاہئے یہ توجہ لی القرآن کیا جائے یہ توجہ لی اشباح کی جائے، یہ تدبیر  
نفع ناک ہوگی۔ (صفحہ ۲۲۲)

وہ سلوک میں جوش و خروش اور یکیت کی حیثیت

فرمایا، میں کہتا ہوں کہ یکیت اور ذوق گرچہ مذہبی ہیں، مگر مقصود نہیں،  
الغرض مقصود میں معذرت ہیں، در مقصود میں مذمت ضروری نہیں، جیسے خیم محل خاں  
صاحب کے سو پر کسی کو دھکیں ہوتا کر وہ نافع ہے، اسی طرح مقصود سیدھی بات  
ہوتی ہے، انکس یہ یکیت نہیں ہوتی، اور جہاں یہ یکیت اور شرش ہے، وہ دوجہ  
بہتر ہوسے کہ وہ نصرت کی لہت ہے، روحانی نہیں اور مقصود میں روحانی مذمت ہوتی  
ہے، مگر لوگ جی پکار کر مقصود سمجھتے ہیں، انکے معذور ہونے میں شبہ نہیں، مقصود ہوسے  
میں کام ہے، انیمہ، خیمہ اسلام میں سکون اور اطمینان کی یکیت، حرجی شرش ہوتا  
عالم نہ تھا، اسلئے اسلئے سنت نہ کہیں گے، میں کہتا ہوں کہ حضور ﷺ سے کسی امر کا  
مقصد ہوتا، سنت ہونے کیلئے کافی نہیں، بلکہ جو غالب حالت ہو، وہ سنت ہے اور جو  
عمل کسی مرض کی وجہ سے صادر ہو گیا، وہ سنت نہیں، ان یکیات کی حقیقت یہ ہے





مردم بہت عجب عام کی وجہ سے اس طرف ممتحنہ ہوتا ہے اور حتیٰ کو حقائق بھی ہوتا ہے، مگر اس کی حاکمیت یہ ہوتی ہے کہ سطح ہے، سو ظاہری مشوریت سے امتحان سے نکلے، حالت مبتدی بھی معلوم ہوتی ہے، مگر حقیقتہً ان کے درمیان میں آج ہوتی ہے اور یہ سب باتیں کام کرنے سے تعلق رکھتی ہیں، محض باتیں بات یا کسی چوڑی حقیقت بیان کرنے یا محض دعوے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا، انکی مثال پانچل میں ہے، جیسے کوئی تاجان کہے کہ میں نیت کرتا ہوں یا شیخ ہوتی تو کیا بالغ ہو جائے گا۔ (صفحہ ۲۳۳)

راہ سوک کو بدعت سمجھنا اس کا جواب

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آجکل بعض شکک علماء بھی راہ سوک کے بعض اجزاء کو بدعت کہتے ہیں، جیسے بکس، سپاہ، بعض شعبہ کو۔ فرمایا، بدعت کی حقیقت تو یہ ہے کہ اسے اسے کھنکھرا دیا گیا ہے، اگر طلاق کھنکھرا دیا جائے تو بدعت کیسے ہو سکتا ہے، وہ ایک احداث حدیث ہے اور ایک احداث فی الدین ہے۔ احداث لدین (دینی حاصل کرنے کے لئے حدیث) بدعت ہے (کرتا) یہ تو سنت ہے اور احداث فی الدین (دین کے احداثی بدعت پیدا کرتا) یہ بدعت ہے، اس پر غور نہ کرنا، کوئی اعتراض میں ہو سکتا، خوف زیادہ تو چاہی مولوی کی بدعت تمام ہو ہے، محض کوئی نہیں ہوتا، ان کے یہاں تصوف و طریق کا مقصود ہے حاکم کی حد کوئی نہیں ہیں، گھوڑی نشینی کو کہاں نصیب۔ (صفحہ ۲۳۳)

حاکم کی حالت زار

فرمایا، بہت سے لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ دوسروں کی عیب جوئی میں لگے رہتے ہیں۔ عیب چھٹی کی مثال انکی ہے، جیسے باغ میں کوئی پھول سوکھے کی غرض سے، کوئی پھل کھات کی غرض سے، کوئی برتن وغیرہ کی وجہ سے جاتا ہے اور نہ، بارش میں جو جاتا ہے وہ سوکھتے سوکھتے جوں پختہ ہوگا، دین ہوگا، چاہے اس طرح حاکم کی فردی کسی خوبی پر نظر نہیں پڑتی، اس میں اگرچہ کچھ ہی خوبیوں ہوں، وہ ہمیشہ عیب کی جستجو میں لگا رہتا ہے۔ (صفحہ ۲۳۳، جلد اول)

فروغ دین کا کام کرنے  
داؤل سے عدم تعاون کی روش

فرمایا، چل کر کوئی شخص دین کی بدعت کیسے بڑا ہو جاتا ہے تو سلا کوئی ساتھ نہیں دیتا، بلکہ یہ کہتے ہیں کہ تم کو کسی نے کہا تھا کہ ایسا کام کریں، لوگوں کو دین سے یہ شخص رو گیا ہے، انکی باتیں سنا کر دل بند ہو سکتا ہے، حق کی ضرورت پر کوئی دیکھتا ہے، دیکھ کر دل اور نیت لڑا پھیلانے کو سب تیار ہیں، خالص حق کی حمایت سے حق چاہتے نظر آتے ہیں، جو کام کرنے کے ہیں، ان کیسے آدھی نہیں۔ (صفحہ ۲۵۵)

کفار کے مقابلہ میں مسلمانوں کی خوشنوی کی پابندی

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت، آج کل جاکر دیکھا کہ میرے دوہ میں سزا کرنا مناسب ہے تو اگر صاحب آج سینکڑوں گناہ کے بوجے سن کر گناہی میں ہوا، ہوئے، فرمایا، چلو کچھ تو سزا دیا، یہ تو سینکڑوں گناہ میں سزا کرتے تھے، اس پر دیکھا کہ میرے مسلمانوں کی بھی ضرورت ہے، تاکہ کفار کو یہ تو معلوم ہو کہ مسلمانوں میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں، میں نے تو محض مسلمانوں کی عظمت دیکھنے کیلئے حیدرآباد دکن کا پہلا سزا میں نیت سے کیا تھا، یہاں تو جس عظیمان قدرت کو دیکھو اور پوچھو جس کی سے کسی چند دیکھی اس کا وہاں بدعت ہوگا یہ تو قانون میں پڑی کر یہ کفار جنگ صاحب کا یہ عمارت قتل اور دل صاحب کی ہے، یہ وہاں پر ہوتے لوگوں کے لقب ہیں، اگرچہ میں دیکھا کو مسلمانوں کیسے پند نہیں کرتا اور نہ اچھا سمجھتا ہوں، لیکن کفار کے مقابلہ میں دل چاہتا ہے کہ مسلمانوں کے پاس ان سے بھی دائرہ ہو اور مسلمانوں میں بھی ایسے لوگ موجود ہوں، ان کے مقابلہ کی وجہ سے پند کرتا ہوں بشرطیکہ حدود میں رہیں۔ (صفحہ ۲۵۵)

محبت کے اثرات

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت، اپنے بزرگوں سے وابستہ طالبوں میں ہمدردی، رشتہ اور احکام کی پابندی دیکھی، یہ بات کسی اور بزرگوں کے متعلقین میں دیکھنے میں نہیں آئی، فرمایا کہ اپنے بزرگوں سے وابستہ افراد میں بھی ان افراد میں

ہاں یہ بات دیکھی جاتی ہے، بلکہ صحبت بھری ہوگی، ورنہ بہت کم یہ بات پیدا ہوتی ہے، یہ ایک رنگ ہے، بغیر صحبت کے یہ رنگ پیدا نہیں ہو سکتا، جیسے مشہور ہے کہ خیرہ کو دیکھ کر خورہ رنگ پڑتا ہے۔ یہ منہ بالکل گت ہے۔ (صفحہ ۲۶۹)

جہاں مولوں کی جنت سے بے نیازی کی باتیں

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت، بالکل جاہل مولوی کیا کرتے ہیں کہ نہ خواہش ہے جنت کی، نہ دوزخ سے ڈر، فرمایا، اس کا سبب حقیقت سے بے غمی ہے، یہ مولوں کے احکام کی صراحت مخالفت ہے، باتیں بکارت ہیں، مرجانے کے بعد اگر جنت نہ ملے تو حقیقت مصوم ہوگی۔ (مر (عشق میں) مغفوبین کے کلام میں اس طرح کا مصوم پتہ چائے تو اس کا نفاذ دوسرا ہے۔) (صفحہ ۲۷۰)

تکلیف پر مبرورہ کی حالت

فرمایا، آج ایک جگہ سے انظار کی دعوت آئی ہے، مگر آتے چائے میں معذور ہوں، اس آفت کی تکلیف کی وجہ سے، ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ جب مجھ پر کوئی مصیبت آتی ہے تو میں اسباب سے شکر واجب سمجھتا ہوں، ایک تو یہ کہ اس سے زائد تکلیف نہ ہوگی، دوسرے یہ کہ دین پر کوئی آفت نہ آئی، تیسرے یہ کہ شکرہ نہ کیا، اللہ تعالیٰ نے مبر معاف فرمایا۔ فرمایا، سبحان اللہ، بالکل گت ہے۔ (صفحہ ۲۷۱)

دوسوں کے بارے میں اہم گفتگو

فرمایا، ایک صاحب مجھ سے کہنے لگے کہ قلب میں دوسرے آتے ہیں، میں نے کہا کہ وہ اندر نہیں ہوتے، باہر ہوتے ہیں، کیونکہ اندر تو صرف حقائق ہوتے ہیں اور میں نے یہ مثال بیان کی کہ جیسے سینہ پر کبھی پٹنے تو پڑتے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ اندر ہے، مگر حقیقت میں وہ باہر نہیں ہوتی، باہر ہوتی ہے مگر جو حقیقت سے بے خبر ہے، وہ یہی سمجھتا ہے کہ اندر ہے، باقی تکلیف اور آفت کے احساس میں حیاں کو بہت بڑا دھس ہے، مگر فیصلہ ایہ دس کا علاج حیاں ہی سے ہوتا ہے، حیاں کو بدل دیے سے بڑی تکلیف سے نجات مل جائے گی، بس یہ فیصلہ کیا کرو کہ دوسرے قلب کے

اندر نہیں، باہر ہیں اور اگر دل کے اندر ہی فرض کر لیا جائے تو یہ مت سمجھو کہ دوسرے باہر سے اندر آ رہے ہیں، بلکہ یہ سمجھو کہ اندر سے باہر نکل رہے ہیں، اسلئے کہ نکلنے کے وقت بھی تو گھر کے دروازہ پر قہقہہ نظر آتا ہے اور اصل طلاق تو یہ ہے کہ چاہے دوسرے آ رہے ہوں یا نہ چاہے ہوں، انکی طرف توجہ ہی نہ کرو نہ جھانکنا، اکثر لوگ غصوں میں دوسروں کی شکایت لکھتے ہیں، میں ان سے پوچھتا ہوں کہ اختیار سے آتے ہیں یا بغیر کے اختیار کے دوسروں کو برا بھلا کہتے ہو یا اچھا، وہ لکھتے ہیں کہ بغیر اختیار کے آتے ہیں اور تم برا بھلا کہتے ہیں، میں لکھتا ہوں کہ بس یہ غرور ہو۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ایک بار وضو کے بعد یہ دوسرے ہو کہ موروں کا سچ کرنا بھول گیا، حضرت نے دودھ مسح کر لیا، اگلے وقت پھر وہی دوسرے اس طرح کیا، بد چھپے لگ گئی، اس پر حضرت فرماتے تھے کہ ایک بار میں میٹھے پر وہی دوسرے ہوا، خیال ہوا کہ پٹینا یہ شیطانی دوسرے ہے، آج اس پر عمل نہ کرنا چاہئے، شیطان سے حکاکہ شروع ہو گیا، وہ کہتا ہے کہ مسح نہیں ہوا، کراہ، مولانا فرماتے ہیں نہیں ہو، نہ کسی، وہ کہتا ہے، جب سائیں ہوا تو وضو نہ ہو، مولانا کہتے ہیں، وضو نہیں ہو، نہ کسی، کہتا ہے کہ جب وضو نہ ہو تو نذر نہ ہوگی، مولانا کہتے ہیں کہ نہ، نہ ہوگی، نہ کسی، کہتا ہے کہ گنہگار ہو گے، مولانا کہتے ہیں کہ میں آپ کی خبر غوی سے بات کیا، جس اور بہت سے گناہ ہوئے ہیں، ایک یہ بھی سچی، بس دوسرے ختم، پھر گئی وہ دوسرے نہ آیا تو انکی صورت میں یہی صاحب ہے، بعض مرتبہ نماز پڑھتے ہوئے رکعت کی قدر میں گزرا کر دیتا ہے، انکی طرف توجہ نہ کرنا چاہئے، ورنہ ہمیشہ کے لئے ایک مرض لگ جائیگا۔ ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ اب کرنا حضرت فقہ کی تقصیر کے خلاف ہوگا۔ فرمایا، فقہ ان لوگوں کے متعلق فرماتے ہیں، جو دوسروں کے سر میں نہیں اور موصوفین کے متعلق تو یہ کہتے ہیں، جو دوسروں کے سر میں ہیں، اس میں کوئی مخالفت نہیں اور نہ کوئی شبہ وارد ہوتا ہے۔ (صفحہ ۲۷۲)

امام احمد بن حنبل کی طرف سے

بشر حسانی کی بیان کو اجازت نہ دینا

فرمایا، کسب حلال کے سلسلہ میں حضرت امام احمد بن حنبل سے ایک صورت

نے مسئلہ پایچھا کہ حضرت ایک روز گھر میں تھل نہ تھا وہ رات کو ایک بچہ کی سواری مکان کے سامنے سے گزری، سلسلہ در زخم، میں نے اپنے دروازہ میں چھکر، اس کی راہ میں چند چڑیا، نہ معلوم وہ تھل طار تھا یا حرام، اس سوت سے نفع حاصل کرنا چاہتا ہے یا نہیں۔ دریافت فرمایا، تم کون ہو، عرض کیا کہ میں بشر حافی رحمت اللہ علیہ کی ایک ہوں، عرض کیا، سو کوئی اور ہوتا تو اجازت دیتا، بشر حافی رحمت اللہ کی اس کو اجازت نہیں دے سکتا۔ (مسئلہ نمبر ۲۷)

عاجزی کی قدر و قیمت

ایک شرع جن کی مثال

فرمایا، حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمت اللہ علیہ نے ایک بات فرمائی تھی، دل میں گھر کر گئی، حالانکہ وہ نہ تھیں کہ تھا، کچھ زیادہ نیکی باتوں کا اثر نہ تھا، میں نے عرض کیا تھا کہ حضرت کوئی ایسا بھی ملے کہ جس سے موکات گھر ہو جائیں، فرمایا، ہاں ہے، اور آسان بھی ہے تم کہہ سکتے ہو، میں دے دے گی ملتا ہے، مگر تم پہلے یہ تاکہ کہ تم خدا بننے کو چاہا ہوئے ہو، چاہتے ہو، کسپ کی اس بات سے مجھے کسی اذیت سے ن، باتوں سے نفرت پیدا ہوگئی، اب جو کوئی توفیق وغیرہ ملنے آتا ہے، لکھ تو دیتا ہوں اور وہ بھی اسلئے کہ حضرت حامی صاحب رحمت اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ اگر کوئی توفیق وغیرہ کے لئے آیا کرے، تو دے دیا کرو، لیکن مجھے ان چیزوں سے مستحبت قطع نہیں، مثلاً کسی کو کھڑا کرنا، کسی کو تابع بنانا، کسی پر زور چاہنا اور حکومت کرنا، کیا یہ عہدیت ہے۔ عہدیت تو اسی میں ہے کہ فرد خود کو فنا کر دے۔ عاجزی و انکساری اختیار کرے، حق تعالیٰ کے یہاں اسی کی قدر ہے، حق تعالیٰ کی ذات تو بڑی رحیم اور کریم ہے۔

تعلق بھی عاجزی ہی کو پسند کرتا ہے، اس پر ایک حکایت یاد آئی۔ ایک ہندو تاجر کی بڑی پر ایک بیٹی تھی، وہ بڑے سے بڑے مال آئے، مگر ناکام رہے، شخص جن بڑے سے سرکل رو تھی ہوتے ہیں، جو مال چاہتا، کس مسامت واپس نہ ہوتا وہ کڑی حرکت کرتا کہ ہاتھ پکڑ کر کھیت بھارت کر آکھیں وادیتا، اب پھر وہ مال ہے کہ لٹکا ہوا ہے، ایسا خاتم تھا، کسی نے اس ہندو سے دیئے ہی خستہ کے طور پر کہہ دیا کہ تھاں صبر میں جو موزاں ہیں، وہ بہت بڑے سے مال ہیں، وہ مہان ان بچاؤ کو چاہتا، یہ ہر

چند قسم کھاتا مگر جس سے کہ بیروں پر گرا پڑتا ہے، خوشحال کر رہا ہے، جس سے عاجز ہو گیا، اس سے کہہ کہ ایسا نہیں چلتا ہوں۔ یہ بتاؤ، کیا دو گئے، مہاجس نے کہا کہ جو کہا، کہا کہ پانچ سو روپیہ، اس نے کہا کہ منظور ہے، لیکن کہ دو ہاتھ چیں، تو کام میں گیا اور پانچ سو روپیہ مل گیا، تو روٹی بڑی راحت اور جتن سے گھر کے کی اور اگر بارہا تو اس مصیبت اور پریشانی و ناداری کی زندگی سے مرعیا تا ہی بچ رہا ہے، بچاؤ غریب تھا، ہم اللہ چاہ کر رہے ہیں، اس کے ساتھ ہو گیا، اس کے مکان پر چڑھ چکا، اس ذاتی نے نہایت دور سے ڈانکا کہ کیسے آیا ہے، ہاتھ جوڑ کر اس کے قدموں میں گر گیا کہ حضور کی رحمت کا جال پا ہوں، حضور نہ میں حال ہوں، نہ محل چاہتے رہا ہوں۔ ایک جال اور غریب آدمی ہوں، یہ جہن میں سر پر سوار ہو گیا، کافی عذر کیا، یہ نہ مانا، اسے مجبور ہو کر چاہا، حضور کی بڑی قوت دہش ہوئی، اگر حضور پانچ منٹ کیلئے اس لڑکی سے جد ہو جائیں، پانچ سو روپیہ مل جائے گا، میں غریب رہی ہوں، میرا ہر ہر ہو چکا اور حضور کا کوئی نقصان نہ ہوگا، پھر گر دل چاہے، آجائے، یہ سکر دین بڑے زور سے قبضہ دار کر ہٹا دیا کہ ہم تیری خاطر سے ہمیشہ کیلئے جاتے ہیں۔ اس سے اس موزوں کی شہرت ہوگئی کہ بہت بڑا مال ہے، اس کی عمر بھر کی روٹیاں سیدھی ہو گئیں اور عوام کے اعتقاد کا بچا قاعدہ ہے کہ ایک مرتبہ کسی کا مال رجسٹر ہو جائے پھر تو عقد صحیح ہوتا ہی نہیں بلے بات نصیب ہوئی، صرف عاجزی کی بدولت۔ عاجزی بہت عجیب چیز ہے۔ (مسئلہ نمبر ۲۸)

دور رس کے بجائے اپنے انہام کی فکر کرنا

فرمایا، خدا کے یہاں اس شخص کا پسندیدہ ہونا ضروری نہیں، جو بندوں کو پسندیدہ ہے، کسی کو کیا خبر ہے کہ وہ میرے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا، پھر فرمایا کہ اگر کسی کے دل میں انہام کے وجہ میں کسی نے خیال ہو کہ شاید سکا انہام میرے انہام سے بہتر ہو تو شکور اور بڑائی ہے، اس کا مدعا سرور ہے، اور خابہ ہے کہ تا خیال رکھنا، حقیقتی ہے اور واقع بھی ایسا ہوگا کہ جن کو یہاں پر ٹوٹ پڑاؤف سمجھتے ہیں، وہاں ان کو وہ چیزیں ملیں گی کہ حکومت دیکھ کر وہ چائیں گے، عجیب دربار ہے، کسی کی سمجھ میں آئی کہ نہیں آئیں سکتیں۔

نفع کا پیش کے ساتھ عقیدت سے وابستہ ہونا

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ بالکل صحیح ہے کہ شیخ

کے ساتھ جسد و عقیدت کم ہوگی، اسی قدر نفع کم ہوگا۔ (صفحہ ۳۰۸ جلد اول)

غم سے مرابط کاغے ہوتا

اور باطن کے لئے درہنہ پائیں

یہ صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حق (غم) خود ایک حق ہے، حق سے صاحب کے مرابط جسد و چلے ہوتے ہیں، اسی جلد دوسرے یہ صاحب سے نہیں ہوتے، یہ اونچا نہیں یعنی حق زبردست قوت میں ایک ایسی کی لگا، دوسرے حق (غم) کی طرح نہ ہو سکتا کیونکہ حق زبردست قوت میں جس کی محقق مصلحتوں نے تصریح کی ہے، ایک باختم حروف اور قلم لڑکیوں کے ساتھ میل میں رکھ کر، حق کی باختم صورت کے ساتھ ہم ٹنگ کر رکھیں، ۱۰۰ دن سے ہم قائل ہے اور باطن کو برآ کر اپنے ولی جی ہے۔ (صفحہ ۳۰۳)

عملیات میں دعائی کی شان کا ہونا اور دعا کی اذیت

فرمایا، ایک صاحب کا دعا آدھ ہے، دعا کے نام کے لئے عید دریافت ہے، میں نے لکھ دیا ہے کہ دعا سے بڑھ کر کوئی دیکھ نہیں، پھر فرمایا کہ عملیات میں دعائی کی شان ہوتی ہے اور دعا میں احتیاج اور ناز و سستی کی شان ہوتی ہے کہ حق قبولی چاہیں گے تو کام ہو جائے، عملیات میں بڑھ نہیں ہوتا، بلکہ اس پر نظر رہتی ہے کہ جو ہم چاہ رہے ہیں، اسکا خاصہ ہے کہ یہ کام ہو جی جائے گا، مگر اس کے باوجود لوگوں نے دعا کو بھل چھوڑ دیا ہے، عملیات کے پیچھے پڑ گئے ہیں، میں کہہ کرتا ہوں، دعا کرو، اللہ تعالیٰ سے کیوں بے نیاز ہو گئے ہو، ایک اور بات بھی یاد رکھئے ہے، اسکی طرف لوگوں کی نظر بہت ہی کم جاتی ہے، وہ یہ کہ دعا کا دنیا کے کام کیلئے پڑھو گے تو اس پر اثر نہ ہوگا، جب کہ دعا اگر دنیا کیلئے بھی ہوگی تو وہ بھی عبادت میں شمار ہوگی اور اس کا اثر لے گا۔ (صفحہ ۳۰۶ جلد اول)

اس دربار سے لڑاں و ترماں

ہونے کی ضرورت۔ ایک واقعہ

فرمایا، کوئی کی باز کر سکتا ہے، حضرت شیخ آدم رحمہ اللہ علیہ شاہجہاں بادشاہ

کے دور کے بہت بڑے بزرگ ہیں، یہ عالم بھی جیسا، ان سے ایک شخص مرید ہونے کے لئے آیا، جسکی وضع خلاف شرع تھی، آپ اس پر ناراض ہوئے اور کہا کہ اس وضع پر مرید ہونے شرم نہیں آتی، وہ چلا گیا، فوراً الہام ہوا کہ اسکو پلاؤ، ورنہ تہدائی خیر نہیں، اگر اسکی حالت خلاف شرع تھی تو اسکو تعلیم کر دیجئے، انکار کیوں کیا، آپ نے کسی مرید کو پلانے کے لئے بچھا، وہ شخص بھی بچا تھا، کہا پلاؤ، ہم نہیں آتے، کیا یہ اس میں ایک پید شیخ کے لئے کہ وہ دینی میں رہا، ہم کسی دار سے نفس قائم نہ رکھ، مرید نے آکر واقعہ بیان کیا، فرمایا، اچھا پھر چاؤ اور اسکے کان میں ایک مرتبہ اللہ بعد از میں لے نہیں آتے گا، حضرت شیخ نے یہ بات سن کر بے پروا ہو گئے، جو عین حالت عذاب میں انکو حاصل تھا، اس مرید کا چاکر ایک مرتبہ کان میں اللہ کہنا تھا کہ وہ دھڑ سے زمین پر بیٹھ ہو کر گرا اور جب ہوش آیا تو کہتا تھا کہ خدا کے لئے مجھے شیخ کے پاس پہنچایا، غرض حاضر ہوا اور بیعت ہو گیا، اس واقعہ میں ادھر شیخ کو سبیر کر دی گئی، ادھر اس طالب کی گوشاہ ہو گئی اور دونوں کو جوڑ دیا گیا پھر فرمایا کہ حق قبولی کی دربار تعلیم دربار ہے، وہاں لڑاں اور ترماں دہتا چاہئے۔ یہ مصروفیت سے ساتھ لیا، صاحب اسکی دیا، وہاں نہ کسی کی سے تو نام نہ نہیں لیتا، قادیانی کی یہ بات مجھ اور میرے پیڑھے ہائے کے بھیجی بدل سکتے ہیں، ہر وقت تیار رہو، قدرت ہے، وقت ہے، حد مصدوم کس کو کہیں بخلاؤں اور کس کو کہیں۔ قبولی دربار کے دربار دہتا ہے، جس کو چاہیے اسکا نظام کا علم ہے، کہ کہیں ہر دربار میں کا نام نہ لے، جس سے وہ دینی میں ہی پائیں۔ (صفحہ ۳۰۹)

دینی مدارس کے علماء میں پڑھتی ہوئی فتح کے اسباب

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت "بیکل" میں ۱۰۰ میں میں منع دیا ہوگی ہے، ایسا کیوں ہے؟ فرمایا کہ سب میں تو کس فرمایا، سب میں منع ہے اور وہ یہ سب کہ میں پڑھتا ہوں، زیادہ تر اسی دیک میں، جو پٹ سے علماء درس میں پڑھتے ہیں، سب میں عین عادت غائب رہتی ہے، طبیعت سے وہ بات جاتی نہیں، اسنے انکی تبلیغ میں بھی غصہ کا شہ دیا ہے، مگر ان صاحب سے وہ

یہی کہ قدر کرنا چاہئے

فرمایا، علماء کو تو ان پہلے داخلین نے زیدہ بدنام کیا ہے اور بدراستے مہرے ہیں، دھڑ میں دوسروں کو تھا یہ مہر دوسری قصیم دیتے ہیں اور خود خدا پہ مہر دوسری کرتے، اسی لئے میں کہا ہوں کہ آجکل قدر کی قدر کرنا چاہئے، اسکے نہ ہو سکی چیز سے بھی انسان بہت سی آفات میں مبتلا ہو جاتا ہے، یہ دین روشنی بھی اسی آفت کی ایک علامت ہے۔ ایک بزرگ کی حکایت ہے، انہوں نے خدا سے دعا کی تھی کہ اے اللہ شیطان روزانہ دوسرے ڈر ہے کہ کہاں سے کھائے، مجھے اندیشہ ہے کہ وہ کہیں مجھے کسی آفت میں مبتلا نہ کرے، ملتے چاہتا ہوں کہ مہر کا رزق ٹھکانا ایک دم معاف فرما دیجئے، تاکہ میں اسکو ایک کھڑی میں بند کر کے اور ۱۲ ذیل کر، اطمینان سے چٹھہ چاؤں اور جب شیطان دوسرے ڈالے اور کہے کہ کہاں سے کھائے، میں جواب دے دوں، اس کھڑی میں سے کھانے، کھڑی کا ذخیرہ مشاہد ہوگا اور ذخیرہ، توکل کے خلاف تھوڑی سی ہے، توکل کی ایک قسم یہ بھی ہے۔ (صفحہ ۲۲۲)

بزرگوں کو نہ کہلا کہنے کا ایک اعتبار سے رحمت کا ہونا

فرمایا، مجھے جو بُرا بھلا کہتے ہیں، کھڑا انکی ایک خاص وجہ بھی سمجھ میں آ سکتی ہے وہ یہ ہے کہ میری بیماری عمرت خوری میں گئی ہے، پہلے تو آپ کی کئی کئی، دوسروں میں بہت تھوڑے دنوں گھوڑا سے گذر ہوا، پھر اُنکے بعد سے عمرت خوری کا وہی سلسلہ جاری ہے، یعنی مدت سے خدراؤں پہ گذر ہے، نہ کہہ کرنا پڑتا ہے، نہ کہنا پڑتا ہے، کھانے کو دو دنوں وقت ملتا ہے، یہ تو دنیا کا قصہ ہوا، چونکہ آخرت کے لئے بھی کوئی ذخیرہ اہل کا نہ تھا، جس سے آخرت میں بکھڑا، اُنکا درجہ یہ ہو گیا کہ لوگ بُرا بھلا کہیں، جس سے اُنکے اہل میں سے کچھ حوصلہ جاسے گا، میں یہاں بھی مفت خوری میں گذری اور وہاں بھی مفت خوری سے کام لینے کا، کسی کی لاف زبانی ہے، کسی کی ذکوۃ، پس اس طرح کام چل جائے گا۔ (صفحہ ۲۲۳)

شب قدر میں کرنے کا کام

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آج ستائیسویں شب ہے، اسے

امراء، حکام، نواب، رئیس اپنے بچوں کو عربی پڑھائیں اور پھر وہ لوگ شیعہ کریں، دیکھئے، کیا اثر ہوتا ہے، دوسرے واقعہ کے افلاس میں یہی شب ہوتا ہے کہ چندہ، نکلتا تو چاہتے ہیں اور دنیا نہیں جانتے، میں جس وقت لڑکا کر گیا تھا تو وہاں کے ایک مدرس کے پرنسپل نے مجھے مدرسہ میں مدعو کیا، میں گیا، انہوں نے مجھ سے یہی سوال کیا کہ اکثر علماء میں یہ مرض موجود ہے، میں نے کہا ہاں کی جڑ انتخاب کی غلطی ہے، اسٹڈنٹ، بے علم دین پڑھتے ہیں، اس کا حوصلہ اور ان کا ظرف تو ویسا ہی ہوگا، اگر امراء کے بچے علم دین پڑھیں تو انکا حوصلہ اور انکا ظرف اسی مناسبت سے ہی ہوگا، پرنسپل صاحب نے کہا کہ حضرت، آج میرا ایمان محفوظ ہو گیا، اپنے ایمان کا اندیشہ ہو گیا تھا، میں یہ سمجھتا تھا کہ کہیں بے علم دین کا تاثر لیں، میں نہ کہ سوسہ کیجئے، کیا علم دین لکھا چھ ہے اور اثرات کے بارے میں میں نے کہا کہ یہ امراء کے بچے مگر بڑی کے ڈر سے تو بگڑ گئے، اگر انگریزی نہ پڑھتے تو انکے اعتقاد سوسہ اچھے رہتے اور علماء کے بچے علم دین پڑھ کر اس قدر سوسہ گئے، اگر عربی نہ پڑھتے تو انکے اعتقاد اس حالت کی نسبت اور زیادہ خراب ہو جاتے، اس کہنے سے میرا مطلب یہ تھا کہ علماء کے بچے جھڑ جڑ ہونے چاہئیں تھے، عربی کی بدولت سوسہ خراب نہیں رہے اور امراء کے بچے جھڑ جھڑ اچھے ہونے چاہئیں تھے، انگریزی کی بدولت سوسہ جھڑ نہیں رہے اور یہ انتخاب کی غلطی مشاہدہ میں آ رہی ہے کہ خود ایک ہی شخص کے بچوں میں جو سب میں زیادہ بیوقوف، کند ذہن، بدچلیم کی شکل اور بد صورت ہو، اسکو عربی پڑھانے کیسے جوہر کیا جاتا ہے اور جو بھڑا، جھڑا، دس اور خوبصورت ہو، اسکو انگریزی کیسے جوہر کیا جاتا ہے، اس گفتگو کے بعد اسی جسد میں پرنسپل صاحب کہنے لگے، واقعی آپ نے بچا فرمایا، اس وقت جو میں مدرسہ کے رجسٹر کی چابی کرتا ہوں تو قریب ڈھائی سوسہ ہیں، مگر عربی پڑھتے ہیں، ان میں اکثر گاہ کے اور کم دہرہ کے لوگوں کے بچے ہیں اور انگریزی خواہ خاندانوں اور امراء کے بچے نہیں ہیں۔ میں نے کہا کہ اب آپ خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ ایسے لوگوں میں بند حوصلہ، ذی لیاقت غیر طاری کیسے پیدا ہو سکتے ہیں۔ (صفحہ ۲۲۴)



ہے، آخر حضرت مہدی صاحب میں کوئی چیز تو تھی، ورنہ اگر حضرت میں کوئی چیز نہ ہوتی تو یہ لوگ جن کی صاف پہچانی کی یہ کیلیت ہے، وہ کیا مستند ہو سکتے تھے، ہم کو اپنے پر رگوں کی ان ہی چیزوں پر فخر ہے کہ ان کے یہاں ہر چیز پر مقام پر واقعی ہے کوئی المار یا تفریل نہیں۔ (صفحہ ۳۲ جلد دوم)

اہل اللہ پر ایک ہی قسم کا طاری ہونا

فرمایا: آج کل دنیا میں لٹی لٹی چیزیں مل رہی ہیں، خصوصاً ہندوستان میں آئے دن ایک عیا ترانہ لے کر گھڑے ہو جاتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ سب اس میں شریک ہوں، میں کہتا ہوں کہ تم کو تو ملک کی فکر ہے اور قوم کا کم ہے، جب کہ اہل اللہ کو یکہ قسم ایسا ہے اور ایک فکر ایسی ہے کہ اگر کہیں بھی وہی قسم اور فکر لاحق ہو چاہے تو دہرے، سارے جھگڑے بھوس پڑ، مگر اس کی تو تم کو ہر ایک بھی نہیں لگی اور وہ لگانے سے سختی ہے، حیرت لگائے تھوڑا سی لگ سکتی ہے اور وہ فکر و دھم ایسا ہے کہ جب حضرت امیر المومنین رحمۃ اللہ علیہ نے مسکت ترک کردی تو دہرے نے ہر ضرر ہو کر عرض کیا کہ سب ارکان پریشان ہیں، پھر چل کر تاج و تخت کو سنبھالنے۔ فرمایا کہ مجھے یکہ قسم ہے، ظاہر ہے کہ فکر اور کم کی حالت میں ایسے حقائق کا حق او نہیں کیا جاسکتا، اس لئے میں مضبور ہوں۔ دہرے نے عرض کیا کہ وہ ایسا کیا قسم ہے کہ جس کا کوئی مدافع ہی نہیں، دہرے کے اسرار پر فرمایا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں فسوق فسی احسنہ وفسوق فسی السعیر یعنی قیامت میں دو گروہ ہوں گے، یک جنتی اور ایک دوزخی۔ یہ اٹھاؤ، میں کون سے گروہ سے ہوں گا، یہ ہے وہ قسم، اس کو دہرے گروہ۔ دہرے نے عرض کیا کہ صورت، میں آپ کے کم اور فکر کو کیا دیکھ کر کہتا ہوں، مجھے خود اپنی فکر پڑ گئی۔ (صفحہ ۳۳)

آج کے اہل سماع کی حالت دار

فرمایا: یہ جو آج کل کے اہل سماع ہیں، وہ اہل سماع نہیں، اہل ارض ہیں، بلکہ غیر نہیں، جڑی میں ہی آتا ہے کرتے ہیں، نہ احکام کی فکر، نہ حدود کی پروا، کہاں تک ان لوگوں کے انصاف کی تاویل کی جائے، محکم کھانسیق و جوار میں جڑ ہیں،

آخرت کی تو ان لوگوں کو فکر ہے نہیں، خدا معلوم، دماغوں میں کیا مجرا ہوا ہے۔ (صفحہ ۳۴)

محبوب کے اسرار میں پڑ جانے کے نقصانات

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ محبوب کے اسرار کے ظاہر کرنے میں بہت سے خطرات ہیں، جو محبوب اولیٰ حضرات ایسا کر گئے، اُس سے بہت سے نااہل اور غلام گمراہ ہو گئے، یہ تو عقلی نقصان ہے اور ایک عقلی نقصان یہ ہے کہ اس میں لگ جانے سے یہ خود ایک اچھا خاصہ مضطر ہو جاتا ہے اور جو کام کرنے کے ہیں، وہ وہ جانتے ہیں، اس لئے میں کہا کرتا ہوں کہ ان چیزوں کی طرف تو توجہ بھی نہ کرنا چاہئے، اصل جہ احکام کا تاج ہے، یہ جڑی چیز ہے۔ (صفحہ ۳۵)

بکھی نکی کے کام کا شر ہو جانا، اس کی صورت

ایک مولوی صاحب کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ جی ہاں، بکھی خیر بھی شر کا ذریعہ بن جاتا ہے اور وہ اسی طرح کہ اس خیر کا کرنے والا حقیقت سے ہے جہر ہے، شر خیر کا اور نیت یہ ہے کہ دوسرے دیکھ کر کچھ سخی سمجھیں تو خیر کرنا خیر تھا، مگر نیت کی وجہ سے دیا ہو گیا تو یہ شر ہو گیا، اس کی وجہ حقیقت دیا سے ہے جہر یا عدم اہلیت ہے اور خیر کی ایک صورت یہ ہے کہ اظہار کر کے خیر کیا، مگر نیت یہ ہے کہ دوسرے بھی دیکھ کر اللہ کے لئے خیر کریں، جس کا حاصل دوسروں کو ترغیب دینا ہے تو یہ خیر کا خیر ہی رہا، اس کی وجہ صرف حقیقت سے باخبری ہے، بہت کل کے مدافع کے موقع پر یہ کہا ہو سکتا ہے کہ خیر کرنا چاہیے یہ ہی، شر ایک شخص بھیل ہے تو بھیل کے مدافع کے لئے کسی کی اجابت دے پائے گی کہ خیر کر دو، اگرچہ دیا ہی سے ہوتا ہو کہ اس کو حادث تو پڑے، اس کے بعد اسے اخلاص کی تعلیم کر دیجئے گی۔ (صفحہ ۳۵)

محض امان سے نجات کا حاصل نہ ہونا

فرمایا کسی کو بھی اپنے اعمال پر ناز نہ کرنا چاہئے، وہاں کسی کو قانون سے نجات حاصل ہونا، ذرا مشکل ہی ہے، ہاں رحمت اور فضل پر مدار نجات ہے، جب رحمت

ہوگی تو یہ معذرت ہوگا کہ فرماتے ہیں واللک یدللہ صیانتہم حسنت حضرت حاجی صاحب فرماتے تھے کہ یہ بیعت ہمارے وہ اعمال صالحہ ہیں، جن کے حقوق ادا نہیں کر سکے تو وہ ہمارے دہم میں حسنت ہیں اور حقیقت میں بیعت ہمارا ہی خود واقعہ ہے کہ ایک شخص تھے، مجھ کو بلکا مجلس رہے تھے، کبھی ٹوپی اڑا دی، کبھی مار دی، وہ تو خوش تھے کہ میں خدمت کر رہا ہوں، سو انکے نزدیک تو وہ کامل خدمت تھی، مگر کوئی بس وقت میرے دس سے پچھتے کہ وہ کبھی خدمت تھی، ایسے ہی ہماری نماز ہے، روزہ ہے، اسی کو فرماتے ہیں واللک یدللہ صیانتہم حسنت۔ (صفحہ ۳۳)

بیعت کو فرض و واجب کہنے کی لغیات

فرمایا، آج کل فہم کا تو قلعہ ہی ہو گیا ہے، بیعت کو تو فرض و واجب سمجھتے ہیں اور بڑا اصل چیز ہے، جینی، بیعت، اس کا نام نہیں، عوام کو ہی اس باب میں کیا شکایت کی جائے، ایک شخص کنگو، میں تھے، مولوی تھے، مجھ سے مرے ہو گئے۔ جس زمانہ میں انڈیا پر انگریز جہازیوں نے فتح کر لیا تھا، انہوں نے مجھ کو لکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی مثیث کا حامی ہے (خود باللہ) مجھ کو ان کی اس حرکت پر بھید صدر ہو اور میں نے اپنے تعلق کو قطع کر دیا، ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ تو ہے دہلی ہے، فرمایا کہ بے ادبی کی، مجھ کو تو اس کے کٹر ہونے کا شبہ ہے، کیا سکو صرف بے ادبی نہیں کے کہ اپنے کو بند بھی نہ کہے، پھر نہ خدمت، نہ شرمندگی، یہ بے ادبی ہے، کیا ایسے شخص سے تعلق رکھا جا سکتا ہے اور ایسی بیعت کو کیا چھوٹے میں ڈالے۔ (صفحہ ۳۳)

اعمال صالحہ کے ٹکڑے کا رائج ہونے کی ضرورت

فرمایا، بڑی ضرورت ہے کہ اعمال صالحہ کے ٹکڑے رائج ہو جائیں، جس سے صالح اعمال بے تکلف ہوتے لگیں، یہ ایک بڑی تدبیر ہے۔ (صفحہ ۳۳)

دینی مدارس میں فنی صلاحیت کا ہونا

فرمایا، میری رائے ہے کہ دینی مدارس میں تجویزی صنعت و حرفت ضرور ہونی چاہئے، تاکہ اہل علم، دینی اداروں سے بے نیاز نہ رہیں۔ ایک مولوی صاحب نے عرض

کیا کہ حضرت واقعی اس میں بڑی سکت ہے، فردیہ کہ جی ہاں، بڑی عمدہ چیز ہے، بشرطیکہ تاج کے درجہ میں ہو، کیونکہ دینی سبکی کی حالت میں اکثر اہل علم، ہندوؤں سے مغلوب ہو کر بیکار جاتے ہیں۔ (صفحہ ۳۵ جلد دوم)

روحانی کام میں احتیاط کی ضرورت

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ دین میں تیغ اصل ہے اور دوسرے دوسرے اس کے عقائد، مگر شرط یہ ہے کہ بلا ضرورت کسی جھڑپے میں جتنا نہ ہوا جائے، ورنہ سکت ہی بہتر ہے، چنانچہ میں ایک مرتبہ ریل میں سفر کر رہا تھا، مجھے ہر موقع پر نیاں، رہتا تھا کہ لوگوں کو تبلیغ کرنا چاہئے، ایک شخص ریل میں تھا، اس کا پاس نگوں تھے نیا تھا میں سے اس سے کہا کہ بھائی یہ شریعت کے خلاف ہے، اس کو درست کر لینا، اس نے چھوڑنے ہی شریعت کو ہاں کی گالی دی، اس روز سے میں نے بلا ضرورت لوگوں کو کہنا چھوڑ دیا کہ اب تک تو گناہ میں جلتا تھا اور اس صورت میں کفر تک کی تربیت پہنچ گئی۔ (صفحہ ۳۵)

دوزخ کی کھلیوں کا ہاتھ میں ہونا، خواب کی تشریح

فرمایا، پہلی بھی عجیب چیز ہیں، دین تو تکلف میں ہے نہیں، کتب میں ہو گیا ہے، بیعت اہل حق کے پیچھے نہ رہتے ہیں نہ کچھ حدود ہیں، نہ کچھ اصول، نہ جاتی میں اتنا ہے کہہ دیتے ہیں، کتب میں بڑی میں ایسا بڑے بڑے جاتی مولوی نے خوب ایسا کہ دوزخ کی جاتی ہے۔ دوسری بھی جاتی ہیں اور اس حد تک کہ مجھ کو بھی تھی کہ وہ جس لوگوں میں، کفر کا حال ہے وہ میں سمجھتا ہوں، میں نے کہا کہ یہ تعبیر تو بالکل ہی جلتا ہے، یہ بات تو جی سے جہاد میں نہیں کہ وہ کسی دوزخ میں سمجھتا ہے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگوں کو گمراہ ہونے دوزخ میں بھیج رہے ہیں، جس کو دینی دوزخ کے اہل افراد کے لئے ہے، طالبین کے لئے نہیں۔ (صفحہ ۳۵)

حضرت حاجی صاحب کی، مولانا گنگوہی کی تفسیر کرتے ہوئے

فرمایا، حضرت حاجی صاحب نے یہ حد تک فرمایا کہ بتاتے ہیں کہ یہ حد تک ہے، میں ہوا تو حضرت حاجی



صاحبؑ نے فرمایا کہ مولا! رشید احمد صاحبؑ سے کہہ دیا کہ یہاں پر لوگ ان کی بہت سی شکایتیں کرتے رہتے ہیں، مگر میں نے آپ کی نسبت "فیہ القلوب" میں جو لکھا ہے، وہ الہام سے لکھا ہے، وہ الہام ہوا نہیں، اسلئے مجھ پر لوگوں کی شکایت کا کوئی اثر نہیں، آپ اہل بیتؑ سے بیٹھے رہیں اور یہ بھی فرمادے کہ میری دینی آپ کے ساتھ اللہ کے واسطے ہے، جیسے اللہ کو جہاد سے ایسے ہی حب فی اللہ کو بھی جہاد ہے، میں گنگوہی پوچھا، جب کہ عرض کیا کہ حضرت! کچھ پیام دیا ہوں، حضرت پر یہ س کر ایک ایسی کیفیت پیدا ہوگی، جیسے خوف اور جہاد کے درمیان کی حالت ہوتی ہے، یہ خیال ہوا کہ نہ معلوم کیا فرمایا ہوگا، جہاد میں تشریف لے گئے، میں بھی ہمراہ ہو گیا، میں نے سب عرض کیا، حضرت نے یہ فرمایا ہے، جس نسخے کی حضرت پر فطرت تھی اور بہت خوش ہوئے اور فرمایا، مہلتی ہم تو وحل کے بیٹھے ہیں، وہ جہاد چاہیے کہ نہ۔ (صفحہ ۳۶)

مصلح چاہے سے طبع کا پیدا ہو جائے

فرمایا، افسوس ہے کہ میں تو حقیقۃً ستاروں اور تم تعلیم کر کے کہے، مجھے بگاڑو ہی طرح دیا کہ سنے بھی یہ ہوتا چاہئے کہ کبھی لے آئے، کبھی نہیں، ہوا برابر دیتے رہتے سے جہاد میں نظر ہوتا ہے، جو ایک قسم کی طبع ہے، سو میں تو تہذیبی مع کا علاج کروں اور تم میری مع کو بڑھاؤ، اسی میں صلاح کے لئے تو آئے تھانے پر مجبور ہوا اور اصلاح کے لئے دنیا ہی مارے، جس کو گوار کرنا چاہئے۔ (صفحہ ۳۶)

دوران تعلیم، سلوک سے وابستہ نہ ہونے کی تاکید

فرمایا، طالب علمی کے زمانہ میں کسی دوسری طرف حوجہ ہونا، تعلیم کو برباد کرنا ہے، طالب علم کیسے جمیعت قلب اور یکسوئی ضروری چیز ہے، اس کے برباد ہونے سے تعلیم برباد ہوتی ہے، میں نے راتوں رات شب علمی میں حضرت مولا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہونے کی درخواست کی تھی، اُس پر حضرت نے فرمایا تھا کہ جب تک کتابیں فتنہ نہ ہوں کہیں، اس خیال کو شیطان کی مابں سمجھنا، واقعی یہ حضرات بڑے حکیم ہیں، کبھی عجیب بات فرمائی، ایک وقت میں قلب دور طرف حوجہ نہیں ہو سکتا، جس ضروری کو غیر ضروری پر ترجیح دینا چاہئے اور علم ضروری ہے اور بیعت ضروری نہیں،

اس وقت اس طرف حوجہ ہونے سے نہ تعلیم ہوگی اور نہ سلوک ہوگا، اس لئے کہ جانب علمی کے زمانہ میں کراچی نے ذکر و فعل کی تعلیم کی تو اس حرف مشغول ہوتا بھی ضروری ہوگا اور طالب علمی میں بھی یکسوئی اور جمیعت قلب کی ضرورت ہے، جس انکس دو معتد و پیچڑیں کا جمع کرنا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ذکر و فعل کا منبع نہ ہوگا اور پھر باقی ہوگی اور شیخ سے بیٹھے بھٹے دگنی پیر ہوگی، سو اچھا خاصہ غلابا مول لینا ہے، تعلیم کے بعد ہی حساب ہے۔ اور اگر شیخ سے کچھ تعلیم حاصل نہ کی تو بیعت کا کچھ فائدہ نہ ہوا، البتہ اصلاح اخلاق، جانب علمی میں بھی ضروری ہے، سو اُس کے لئے بیعت شرط نہیں اور اس میں کچھ وقت بھی صرف نہیں ہوتا، جس سے علم کے فعل میں بگاڑ نہ ہو۔ (صفحہ ۵۳)

(مرتب عرض کرتا ہے کہ مولا کے اس خطوط میں اپنے دور کے حالات کی مصیبتیں پوشیدہ ہیں۔ اس دور میں ظہیر، تحصیل تعلیم کے بعد عام طور پر اصلاح کے لئے کسی نے کسی بزرگ سے ضرور وابستہ ہو جاتے تھے، جب کہ موجودہ دور میں دینی مدارس میں اکثر طلبہ کی آخر وقت تک صرف وہی تصوف سے وابستہ ہی ہیں نہیں ہوتی، جس کی وجہ سے ساری زندگی ظہیری علم پر آمنا کی جاتی ہے اور باطنی باتوں کا آخر تک روک نہیں ہوتا، اس لئے اس دور میں مدارس کے طلبہ بالخصوص آخری سالوں کے طلبہ کو راہ سلوک کی طرف حوجہ کرنا اچھا ہی ضروری ہے۔ مرتب۔)

یورپی قوموں کے عقل کی نوعیت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مرہب و دھیرہ کی اقوام کون سی ہیں اور مغز ہیں، یہ وہ پرست تو ہیں ہیں، ہاں، ملک گیری کے زمانہ میں بہت ہوشیار ہیں، ان دنوں کو عقل سے کیا واسطہ عقل تو کسی اور چیز کا نام ہے۔ (صفحہ ۵۳ جلد دوم)

موجودہ دور کے عقل کی حالت

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ تو دو گامراہیوں کی من گھڑت ہے کہ بیعت کے بغیر خاص اسرار نہ بتائیں گے، وہ اسرار ہی کون سے ہیں، جن کو وہ نہ بتائیں گے، جی، جس اسرار کی ضرورت تھی، ان کو تو حضور ﷺ سے

پہاڑوں پر چڑھ کر علی الاعلان بیان کر دیا۔ باقی اُن سے الگ دو افراد ہی کب ہیں جو وہ غیر صحت کے نہیں بتاتے، ہاں اثر ہو، جس کی بدولت لوگوں کو جان نہ بچنا چاہیے ہیں۔ وہ بے شک نہیں بتا سکتے مگر وہ ایسی چیزیں ہیں کہ وہ نہ خود صحت بھی کہیں نہ بتا سکتے لیکن یہ سب پر دوسرا ۲۰ صحت رہا ہے تو آج کل کے مکی جو اور سڑک بچھ سے اسی لئے نکالیں کہ میں نے اُن کے یہ افراد کبوں دے۔ یہ ایک ایسی بات رہے ہیں، باقی نصیم میں تھیں ہیں اور نصیر ورتیں ہو جانے سے، اس طرح ہوتے ہیں، کہ یہ میں تو سند میں اصل ہو جاتا کافی ہے آئے سے فکر کی ہاں انہیں دیکھ کر نصیم میں بچنے کی قدر میں بہت خوب یاد ہیں، ایک جگہ کا واقعہ ہے کہ ایک دوست میں جا کر یہ حرکت کی کہ آپ بیکوں کی بارش سے ایک مدد فحش ہوا، مگر وہ بارش اس و یہ شہر و پر رکھ رہا ہے۔ یہ سے خاص ہے، جہاں وہ صحت کے لیے کہ تم باذن اللہ، وہ کھڑا ہو گیا، بس پھر کیا تھا، شہرت ہو گئی، بڑی کھاؤ کا کھانا کیاست کا راجہ بڑا ہوشیار تھا، اُس نے کہا کہ میرے صاحب کو میرے پاس لاؤ، میرے صاحب کیجئے کہ راجہ بھی معتقد ہو گیا ہے، اُس لئے انہوں نے بلایا ہے یہ وہاں پہنچے، خوش ہوتے ہوئے، راجہ نے کہا کہ فوج میں لوگ مر رہے ہیں، جس کی وجہ سے کیاست کو نقصان پہنچ رہا ہے، کیونکہ باہر ایسے مشاق فوجی نہیں ملتے، آپ بھیجیں، ان کو زندہ کیا کریں، میں آپ کے تمام احوالات کا تکلیف ہوں، جب تو میرے صاحب کے پردوں سے زمین کل گئی اور بھگ گئے۔ (صفحہ ۵۵)

پتہ تو یہ ہے۔

فرمایا، مجھے اپنے اصول اور قواعد پر ناز نہیں، بلکہ میں ہر وقت ڈرتا رہتا ہوں کہ کہ قواعد ناپندیدہ نہ ہوں، اس لئے یہ عرض کرتا ہوں کہ اے اللہ، کبکا ہوں، نہ میرے پاس عمل ہیں، نہ مجھے کچھ آتا ہے، آپ کے فضل پر نظر ہے، آپ معاف فرمادیں۔ (صفحہ ۵۷ جلد دوم)

حق بات میں تاثر کا موجود ہونا

فرمایا، خطاب پر حق بات کا اثر ہوتا ہے، حتیٰ کہ اگر ہر کسی کی حالت میں بھی حق بات کی بات ہے اور باقی حق بات تو، خطاب پر حق بات کا اثر ہوتا ہے، حتیٰ کہ ہر کسی کی حالت میں بھی حق بات ہو تو خطاب کو اس میں عداوت ہوتی ہے، اگر اس کے خلاف ہو تو کرکھ نہیں، مگر غالب احتمال یہ ہوتا ہے کہ اس ہمد میں ضرور باطل کی کچھ آغوش شامل ہوتی ہے، میں نے اس کا تجربہ کیا ہے، حلا کی غیر لازمی کو لازمی، لازمی کی صحت کرسے تو اس کی ایک صورت تو یہ ہے کہ کھل اللہ کے واسطے تبلیغ کی بات ہے اور اس کی ہمدی اور غیر خواہی مقصود ہو تو اس کا اثر ہوگا اور یہ کہ میں تبلیغ میں اس کی تغیر مقصود ہو اور اپنی بات ہو اور آپ کو اس کے اس سے اُصل سمجھ رہا ہے تو اس وقت کا اثر کچھ ہوگا۔ (صفحہ ۶۰)

اس کی بے پناہ رحمت۔ دوستانہ

فرمایا، میں راہ میں محض باتیں بتاتے اور علمی حقیقات سے کچھ نہیں ہوتا، یہاں تو کام کرنے سے کام ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ تو بغیر کے ہوئے بہت سی رحمتیں فرماتے ہیں، جبہ ہوا جو اداری کو تیاروں کے، اس کی رحمت کی یہ حالت ہے تو اگر اپنی زبانوں اس کی طرف متوجہ ہونے میں صرف کردیں اور اپنی اصحاب کی گھر میں لگ جائیں گے شہر کے ہوں، جہاں اور کچھ کے سے ایک ایسا کام کر رہی تو پھر صحت کیسے نہ ہو، خوب فرماتے ہیں۔

حق بات نہ کہ یاد دہانی نظر نہ کر، اسے خوب دودھیت و گرنہ طیبیت بہت دینا کہ اس میں جو ہے، جس کے حال پر عجیب نے توجہ نہ فرمائی ہو۔ میں (اصل بات یہ ہے) کہ درد (عشق) ہی میں ہے، اور نہ عجیب تو (برہنہ) موجود ہے۔

سندیلہ لکھو کے قریب ایک قصبہ ہے، وہاں پر ایک دار پاش نہ ہوئی، اُس کی وجہ سے مطلق ختم پریشان تھی، کئی روز تک لوگوں نے جنگل میں چھا کر قہر استقا پڑھی، مگر بارش نہ ہوئی، اب اس نواز میں آپ خیال کر سکتے ہیں کہ اس کے لئے لازمی اور مولوی سب شریک ہوتے تھے، مگر کچھ بھی نہ ہوا، پلا خر وہاں کی

بازاری عرضیں وہاں کے رؤساء کے پاس آئیں اور کہا کہ یہ سب ہماری بارگاہیں ہیں اور سید کاروں کا نتیجہ ہے، ہماری محنت کی بدولت سب پریشان ہیں، اگر ہمارے لئے آپ ایک خاص انتظام کریں تو ہم بھی جنگل میں جمع ہو کر اپنے اہل و عیال پر سے تو کریں وہ انتظام یہ ہے کہ وہاں کوئی مرد نہ رہے تاکہ بد نظری کا موقع نہ ملے، ورنہ یہاں رحمت کے کبھی قہر نہ ہو، عرض وہاں کے رؤساء نے کیا۔  
رسم منقول انتظام کر دیا، وہاں رہی عرضیں سب ایک جگہ جنگل میں جمع ہو کر، مسجد کے میں گئیں اور رونا شروع کیا اور عرض کیا کہ اے اللہ! اے رحیم! اے کریم! ہماری بارگاہیں سے دور کر دے، ہم گھر آجیں، رہا یہ ہیں، ہماری محنت کی وجہ سے آپ کی بہت سی مخلوق پریشان ہے اور وہ جو کچھ اس عاب میں حق تعالیٰ کی بنیاد میں عرض کر سکیں، خوب عرض کیا، حق تعالیٰ کے دربار میں عاجزی سے بڑھ کر کوئی چیز پسندیدہ نہیں، بھولنے سے اس واقعہ کو کچھ سے روایت کیا، وہ کہتے تھے کہ ان عورتوں نے ابھی سر نہ اٹھا تھا کہ موصلااد حار شروع ہو گئی، بڑے زور سے بارش ہوئی، انکی کہ کوئی حد نہ رہی، تمام جنگل دھلا پڑا، نہ ہو سکے، اسی کو موصلااد فرماتے ہیں۔

ماہرین را نگار گیم و قال را      ماہرین را نگار گیم و قال را  
(یعنی ہم خاکہ کو در لحاظ کو نہیں دیکھتے، اس کو دیکھتے ہیں، جیسی شعور اور  
خضوع ہو، محض لچھے دار لفظ کی وہاں قدر نہیں۔)

دوسرا واقعہ لوہاری قصبہ میں ہوا، پاشا نے ہونے کی وجہ سے مسلمانوں نے لہاز  
استقامت کی تیاری کی، وہاں کے ہندو کہتے تھے کہ مسلمان پاشا کے سبب فضول کوشش  
کر رہے ہیں، اصل تو پاشا ہے ہی نہیں، مسلمانوں نے لہاز استقامت ادا کی اور یہ  
دعا دی کہ سب اللہ ہمیں اس کفار کے سامنے دلیل و حجت دے سکے، آپ کو بڑی قوت  
اور قدومت حاصل ہے، آپ بڑے ہی بخور و رحیم ہیں، ابھی مسلمان دعا ختم بھی نہ  
کرنے پانچ بجے کہ دارانِ رحمت کا نزول ہو گیا، اب بیٹھے، وہی ہندو کہتے ہیں کہ یہ  
(مسلمان) میٹھو رکھ کر بڑی جلدی راضی کرتے ہیں، دیکھتے باوجود جاری اسی حالت  
کے کہ ہمارا کوئی کام بھی ڈھنگ کا نہیں اور ہم سراسر غلطی اور غلطیوں سے بھرے  
ہوئے ہیں، مگر اس پر بھی تھوڑی سی توجہ کر لینے پر انکی رحمت اور فضل شل حال

ہوتا ہے تو اس کی طرح ہر رست سے نیسے نامیدی اور مادی ہوس سے،  
حدیث شریف میں حصہ لیتے رہتے ہیں۔ کھلم کھلا حوروں و حبیروں کی ہوس سے  
تم سب دور دورہ رقص میں مبتلا رہا کرتے رہے ہو۔ (سورہ ۶۵-۶۶)

فرمایا، مصیبتوں کا اصل سبب گناہ ہیں، اب یہ شب ہوتا ہے کہ جو گناہوں سے  
جنتاب کرنے والے ہیں، وہ بھی دو مصائب میں مبتلا ہوتے ہیں، ان کا سبب یہ  
ہے کہ ان کے مصائب میں اور ان کے مصائب میں زمین آسمان کا فرق ہے، یہ  
ان مصائب سے پریشان نہیں ہوتے، اس لئے کہ وہ جنگلی مصائب ہیں، جس  
مصیبتوں کی صورت ہے اور پریشان نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کو کئی توفیق سے  
محبت ہوتی ہے اور محبت اور عشق وہ چیز ہے کہ ساری تکلیف کو شیریں بنا دیتی ہے،  
اس پر ایک مثال بیان کرتا ہوں کہ ایک عاشق مدت سے محبوب کی تلاش میں تھے کہ  
کہیں ملے تو دل خطا ہو، اس توفیق اور آرزو میں ساہ سال سے گرد جھانسا پھر رات  
کہ وہاں پست کی طرف سے ایک شخص نے آکر وہ خوشی میں نیک شرح دیا کہ  
مذی علی ایک ہونے لگی اور آنکھیں تک باہر نکل آئیں، مگر جب پیچھے نظر کرتا ہے تو  
دیکھتا ہے کہ وہی محبوب ہے، جس کی طاقت کی تمنا میں برسوں تکوں اور جنگوں کی  
خفاک چھل رہا، اب میں پریشان ہوں کہ وہ محبوب اس سے کہے کہ گر تجھ کو  
میرے سامنے سے خلیفہ مانگا رہی ہو تو میں تجھے جہیز نہ کہی اور کو جو تیر رقیب  
ہے، جاؤ۔ صاحبہ! ان وقت سامنے اسکے اور کی کیر کا کہ یہ تعجب نہیں، یہ تو  
ہزاروں راتوں سے ہوکر رات ہے، نہ پھر جہیز نہ تکلیف ہوگی، مگر قلب کی  
کیسٹ ہوگی اور زبان حال یہ کہہ گا کہ۔

کشتگان خیر حسین را ہر زمانہ از غیب جان و دل گریست  
(تسلیم دینا کے فخر کے بارے ہو گئی کہ ہر لحظہ غیب سے ایک دوسری زندگی  
مل رہی ہے۔)

۱۰۰

نٹو دھیب دشمن کر شود بلاکر تھیں۔ سردستان سلامت کو تو بھڑ آزادی  
(خدا کرے یہ دشمن کا نصیب نہ ہو کہ وہ محبوب کی نگاہ سے پاک ہو، تیری  
تجہ آزادی کے لئے دوستوں کا سلامت چاہئے۔)  
اور یہ کہیں گے۔

ناخوش تو خوش بود برچان من دل فدائے یار دل رنجان من  
اس بیان کے وقت حضرت والا پر ایک خاص حالت طاری تھی، جس کا مطلق  
اہل مجلس ہی اندازہ نہ تھے اور قریب قریب سب اہل مجلس پر گریہ طاری تھا (مختار  
جامع) پھر وہ بارہ سالہ جوش میں حضرت والا نے فرمایا، غیب ہی فرمایا۔  
ناخوش تو خوش بود برچان من دل فدائے یار دل رنجان من  
(تیری وہ باتیں جو بظاہر ناگواری کی ہوتی ہیں، میرے لئے باعث راحت  
ہیں اور تھ ستائیدار ہے تو دل دجان سے قربان ہو جاؤں۔)  
انہوں سے کھل چل رکنے والے کا انہوں میں شمار ہوتا۔

پھر اسی موقع کے اثر کے سلسلہ میں فرمایا کہ بعض لوگ وہ ہیں، جو بظاہر خود  
تو تمام مسائل کرتے ہیں اور من ہوں سے بیٹھے ہیں، مگر اس کے ساتھ ہی اس لوگوں  
کے فطرتی لوگوں سے مخالفت بھی ہیں، انھیں اس خیال سے کہ یہ دیا ہے، اس میں  
دبے ہوئے برادری گنہگار کیسے چھوڑا جا سکتا ہے اور یہ عقول زبان زد ہے کہ میاں  
دین سے دنیا تو متا بھری ہے اور بعض وہ ہیں کہ شریک تو نہیں ہوتے، مگر ان کو  
نمائیاں کرنے والوں کے افعال سے نفرت بھی نہیں ہوتی، وہ ان کے ساتھ شیر و شکر  
کی طرح لٹے چلتے ہیں، یعنی دردناک ہے پتے میں نہ سے کوئی پتھر نہیں  
کرتے، حاصل یہ ہے کہ لپٹے کسی بڑا آ سے ان پر اظہار نفرت نہیں کرتے تو ایسے  
افراد کے بارے میں مذکورہ شبہ کا جواب یہ ہے کہ یہ شرکت یا ان کی خاموشی خود  
معصیت ہے تو ان کا معصیت میں شامل ہونا بھی معصیت کے سبب ہوگا اور یہ سواں  
نہ ہو سکے گا کہ گناہوں سے محفوظ افراد پر بھی معاصی آتے ہیں، خصوصاً بھگت نے  
حدیث شریف میں سابقہ احوال کا قصہ بیان فرمایا ہے کہ جبریل علیہ السلام کو حکم ہوا

کہ فلاں بھتی کو آئت دو، عرض کیا اے اللہ فلاں شخص اس بھتی میں یہ کہ اس  
سے بھی آپ کی کوئی کاروائی نہیں کی، حق خلی فرماتے ہیں کہ بھتی کو اس سیت  
آئت دو، وہ بھی آئت ہی میں سے ہے، اس لئے کہ وہ ہماری نافرمانی دیکھتا تھا اور  
کسی نہ کے تھے۔ میں ہی نہ پڑتا تھا اور اس کی مثال تو دنیا میں سوا ہے، جو شخص  
حکومت اور سلسلے کے باغیوں سے کھل جاتا ہے یا نہ کو امداد دیتا ہے، وہ  
شخص بھی باغیوں ہی میں شمار کیا جاتا ہے، ہم جس کے وفادار ہیں، وہ وفاداری اس  
وقت تک ہے کہ ہم ان کے دشمنوں سے نہیں، ورنہ ایسے شخص کو وفاداری نہ کہیں  
گے، جو دشمنوں سے ہے یہ تو جہاد خدین ہے، انہوں کو یک ساتھ نہ کرنا چاہئے  
ہیں، اسی کو فرماتے ہیں۔

ہم خدا خدایں دین دینے والے ہیں اس خیال سے دھال ست و جوش  
(خدا سے بھی قصص رکھنا چاہئے ہو اور تحیر دنیا سے بھی، یہ صرف تمہارا خیال  
اور یہ ناگہان بات ہے۔) (صفحہ ۶۷-۶۸)  
دل محبت کی شان

فرمایا: اگر کسی کو کسی سے محبت ہوتی ہے تو اس کی ہر اوجہ معصوم ہوتی  
ہے، محبت کی نظر میں محبوب کی شان بچے جیسی ہوتی ہے کہ اس کی سب دانگی پیادری  
معصوم ہوتی ہیں۔ اگر کسی کی حرکات کوئی بد کرتے تو ناگوار ہوگی، مگر خود پناہ حال  
بیان کرتا ہوں کہ ایک شخص ایک بات کرتا ہے، ناگوار معصوم ہوتی ہے، دوسرا وہی  
بات کرتا ہے، اچھی تو کیا مگر ہاں ناگواری نہیں ہوتی، مسحور محبت سے اس کا کوئی  
مضائق نہیں، حدود نہیں، والدہ العظیم، خدا سے بزرگ کی قسم، محبت وہ چیز ہے کہ عذاب  
اور صبر پر بھی بڑا معصوم ہوتا ہے، کسی سے خوب کہا ہے۔  
تم کو آتا ہے پیاد پر خضر۔ تم کو خضر پہ پیاد آتا ہے

محبت کے معاملات کی شان ہی دوسری ہوتی ہے اور اس پر قابو ہونے سے کوئی  
حاصلت بھی نہیں ہو سکتی، اگرچہ شلک عواہ نے دل محبت پر بہت کچھ علمی اشعار  
کہے، مگر ان کے ایسا کرنے کا سبب محبت کی حقیقت سے بے خبری ہے ان کو اس

(اُسے دل یہ بھڑ ہے کہ شراب خلق میں مست رہے) (جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ) بھڑے ظاہری مال و ستاع کے قارون بھی عزت حاصل ہوئی۔)

یہ تو مال کے ساتھ لگا معاملہ ہو، اور چاہے کے ساتھ یہ ہو کہ۔

دور دراز جہلی کے غلط راستہ نبیوں شرط اول قدم آہستہ کہ بھڑوں پاشی (جہلی کے راہ میں نیکیوں فطرات کا سامنا ہے۔ لیکن پہلی شرط یہی ہے کہ بھڑوں میں جا (بھڑ کوئی مشکل نہیں)۔

غرض میں اہل علم کو تو دین اور دنیا و اس پر نظر بھی نہ کرنا چاہئے، بلکہ یہ کہہ دینا چاہئے۔  
اگر تلاش و گرد و پاؤں ایم مسیح آں ساقی داس پے نہ ایم

حضرت شاہ عبدالقدوس صاحب قدس سرہ انگلوں رحمتہ اللہ علیہ کی یہ حالت تھی کہ کثرت سے آپ کے گھر میں قافلوں رہتے تھے، حضرت پر زہد کی شان کا بہت لطف تھا، جب تک ہر کام دینی بادشاہ کی بینہ آپ کی مرید تھیں، مگر ان سے کوئی مدد و غیرہ قبول نہیں کیا جاتا تھا، جس کا سبب ان کا کوئی نقص نہ تھا، ان کی تو یہ حالت تھی کہ حضرت یہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر بارگاہ کے طریقہ کے خلاف نہ ہوتا تو میں اس عورت کو خلافت دیتا، غرض آپ کے یہاں قافلوں کی یہاں تک قیامت ہو چکی تھی کہ گھر میں سے گھر باہر تھیں تو فرمایا کرتے کہ گھر باہر نہیں جاتی، رستہ کا سامان ہوتا ہے، وہ پوچھتیں کہ کہاں، فرماتے، جنت میں سامان ہوتا ہے، وہ بھی انکی تھیں کہ میں پر قافلوں ہوں، میں اس کے پاس چاندی کا ایک دروازہ، جب شیخ گھر میں آتے تو فرماتے کہ مجھے دیا یا نہ بھڑوتی ہے، اتفاق سے ایک بار رگ، حضرت کے گھر پہنچا ہوا کہ خریفہ دے، اس سے حضرت کے گھر میں سے خلافت کی گئی کہ رکن لہری کی شاہی کی ضرورت سے میرے پاس چاندی کا ایک مارے گھر اس کے تحقیق بھی جب گھر میں خریفہ لاتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ دنیا کی بھڑوتی ہے، جب ان بارگاہ کے شیخ سے فرمایا کہ میں، اس بھڑوتی کے گھر میں چلے جاسے، تم کو سب کی دنیا سے کیا بحث۔ اس کے بعد آپ نے بھڑوتی کچھ نہیں فرمایا، اس طرح ان بھڑوتی کی جان بچی اور وہ بارگاہ رہا، ورنہ گھر میں سے اس کے نکال دینے کے لئے دوپہے تھے، اہل علم کی یہ شان ہونا چاہئے، اس پر خود کوئی اعتراض کرے، خواہ دین نہ کہے۔

کوچہ کی ہوا ہی نہیں لگی۔ (صفحہ ۶۹)

راہ سلوک میں دھبہ کمال کی ضرورت

فرمایا، اصلاح کا یہ طریقہ (یعنی راہ سلوک) بہت ہی ڈرک چیز ہے، ہر شخص کی سمجھ میں نہیں آتا، جیسے غریب جسمانی کا علاج ہر شخص کی سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ اس وقت تک کہ ان سے معاذ نہ کہنے کو چاہیے کہ ان اور اجائز معنی سمجھتے ہیں، مگر یہی ہے تو عجب کے انداز میں تو انہیں مدد میں، کہ دیکھ کر جسمانی مراض کا علاج خود کیا نہیں کر لیتے، جیسے وہاں ۱۰۰ ملین نہیں کر سکتے یہاں بھی نہیں کر سکتے، جیسے وہاں جسمانی طبیب کی ضرورت ہے، ایسے ہی یہاں روحانی طبیب کی ضرورت ہے۔ خود دونوں میں فرق ہی کیا ہے، دراصل میں سے ۱۰۰ ملین میں اس وقت ۱۰۰ لوگوں کے متعلق جان کر رہا ہوں، جو کہ راہ میں قدم نہ چاہتے ہیں، وہ دنیا کا ان کو ٹکڑا نہیں، میں ہضم عرض کرتا ہوں کہ کمال، کبھی بغیر باہر کی صحبت سے پیدا نہیں ہو سکتا، جو خود بخود اس راہ کو لے کر چلے جائے، وہ سخت محو کہ میں ہیں، غرض نفس میں ہیں، دراصل میں کی بدست ہزاروں ایک چاہیے کہ دیکھتے، اس راہ میں راہبہر کی ضرورت ہے، اور راہبہر کی کمال۔ (صفحہ ۶۹ جلد دوم)

نظر و استغناء کا دولت منگنی ہونا

شاہ عبدالقدوس انگلوں کا واقعہ

بعض مفاسد کے متعلق ایک مولوی صاحب کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ ساری غرائی ۱۱۰۰ کے علم چاند لینے کی بدولت اور ہی ہے، ان میں اکثر حریف ہیں اور میں جگہ اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ امراء سے اپنے بھان کو ہم دین چاہتا چھوڑ دیا ہے، غرض علم دین چاہتے ہیں تو وہ بلند حوصلہ کہاں سے لائیں، سو یہ انتخاب کی عقلی ہے، جس کی آمد تو ہم ہے، اہل علم کی شان تو یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنی فاقہ مستی پر نازاں ہوں اور خوش رہیں اور کسی اہل دنیا کی طرف ہاتھ نہ پھیلا لیں، بلکہ انہیں نہ کہیں نہ لگائیں، ملکہ کو تو اس کا مصداق ہونا چاہئے۔  
اُسے دل آ رہا ہے کہ شراب اُسے انگلوں پاشی ہے زور بھڑ بھڑت کاروں پاشی

یہ میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ آج کل لڑکی کا زمانہ ہے، ایسے لوگوں کو جو دنیا کو ترک کرتے ہیں اور توکل پر زہد اختیار کرتے ہیں، انہیں بیوقوف اور دیوانہ سمجھتے ہیں جس آسائے یہ جواب دینا چاہئے۔

اوست دیوانہ کہ دیوانہ نہ شد  
مرحسین را دیہ دورخانہ نحد  
ہم اگر چہ تھی دست (اور بظاہر) دیوانے ہیں (تو کسی کو کیا؟) ہم تو ایک ہی سائی (خداوند قدوس) اور اس کے پیانے کے مست ہیں۔ (صفحہ ۷۶-۷۷ جلد دوم)  
روحانی یاروں کی تعظیم

اور علاج کے لئے شیخ کا مایہ ناز ضروری ہے

فریاد، شیخ کی مثال، بائیں حسیب کی سی ہے، اگر حسیب نازی سے تفریح و تنہا کی خیر نہیں، حسیب کو متوہ مشہور ہے کہ نیم حکیم ضرور ہیں، نیم خداوند الہیات بعض اناری شیخ سب کو ایک ہی نگاہ سے دیکھتے ہیں، اس لئے لوگوں کی تربیت اور اصلاح نہیں ہوتی، چھپے چپکے حسیب کا قصد ہے کہ کسی مریض کے علاج نیچے بلائے گئے، مریض کی چارہائی کے پیچھے ناگی کے چھلکے پڑے ہوئے تھے، حکیم صاحب نے نہیں دیکھ کر فرمایا کہ ایسا معصوم ہوتا ہے کہ تم نے ناگی کھائی ہے، اس مریض نے قرار کیا کہ چپک کھائی ہے، حکیم صاحب کے صاحبزادے بھی ساتھ ہوئے تھے، مکان پر آ کر حکیم صاحب سے دریافت کیا کہ آپ نے یہ کیسے معصوم کر لیا تھا کہ اس مریض سے ناگی کھائی ہے، حکیم صاحب نے فریاد کر دیا، سر کی چارہائی کے پیچھے ناگی کے پیچھے پڑے ہوئے تھے سر، اب کیا تھا، صاحبزادے نے ہاتھ بیک قاعدہ کھینچ آگیا، اگرچہ وہ ایک واقعہ جزئی تھا، اب حکیم صاحب کے بعد صاحبزادہ کا زمانہ آیا، حکیم مریض کو دیکھنے کے لئے بلائے گئے، اتفاق سے اس مریض کی چارہائی کے پیچھے معصوم پڑا ہوا تھا، آپ نہیں دیکھ کر فرماتے ہیں کہ ایسا معصوم ہوتا ہے کہ تم نے معصوم کیا ہے، لوگوں سے اس کو اہل سے یہ نکلنا کالہ کہ تسمیہ ہم میں نندہ، یہ تو ایک حکایت ہے، حرم میں سے تو جس سے اس وقت بیوی کی عمر آج کل مشائخ کی حالت میں ہے کہ سب کو ایک ہی وظیفہ ایک ہی ورد دیتے ہیں، یہ سب یا نہیں

فمن سے واقف نہ ہونے کی بدولت ہو رہی ہیں، تصوف کو ان لوگوں نے بدنام کر دیا ہے، تصوف کی جو حقیقت منہ پر ہے، کسی اللہ سے کہ وہاں جس تھی۔ اس کو تو لوگوں نے چھوڑ دیا ہے، شیخ کو تو ایسا حکیم ہونا چاہئے، جیسے ایک برکت کے پاس ایک شخص سر پہ ہونے لگے، بزرگ نے دریافت فرمایا کہ تمہارے پاس کچھ مال ہے، معصوم ہوتا ہے کہ انکے ماں سے بہت ہوگی، عرض کیا کہ وہ یہ ہیں، فرمایا، انکو عیدہ کر کے آؤ، عرض کیا بہت اچھا، دریافت فرمایا کہ کس طرح کرو گے، عرض کیا کہ مسکینوں کو دینا دیکھا، فرمایا کہ اس میں تو خس کو نہت ہوگی کہ ہم نے تو بڑی سخاوت کی، دریا میں پھینک کر آؤ، عرض کیا کہ بہت اچھا، دریافت فرمایا کہ دریا میں کس طرح پھینک گئے، عرض کیا کہ ایک دم سب کو لینے کر پھینک آؤ گا، فرمایا، نہیں، ایک ایک روپیہ روز پھینک کر آؤ، تو کس پر روزانہ آؤ چلا کر سے یہ شیخ ہونے کی شان، امراض کا علاج حسیب کے کرتے ہیں۔

سب کو ایک ہی نگاہ سے دیکھتے، بعض طالبوں سے مال کو جدا کراتے ہیں اور معصوم کو دل جمع کر کے کو کہتے ہیں، بعض مشائخ نے تو سہل و سہرا کر دی، جس کو آج انہیں معصوم کا درجہ سمجھتے ہیں وہ جس کے پیچھے دین و دلیب فرمایا کہ اس کو تیار ہیں، معصوم بھی ہے کہ انبیاء، حکیم سلام کی بعثت کا اصل زمانہ یہی ہے کہ وہ دنیا کو قہقہے سے نکالیں، اگرچہ ہاتھ میں بقدر ضرورت وہیے، قلب تو میں حق خدا ہی سے رت کی جگہ ہے، صاحب، قلب کو صاف رکھو، نہ معصوم، کس وقت و رت و رحمت حق قلب پر ملو، گر ہو جائے۔ (صفحہ ۷۷-۷۸)

شیخ کی معائنات

ایک صدہ سٹھو میں حضرت شیخ، کمرہ قابل حق فرمایا کہ شیخ وہ ہے، جس میں دین انبیاء کا ساما ہو، تدبیر اور جمہول غیب کی سی ہو اور سیاست دار و گیر و دھامہ بادشاہوں کا سا ہو۔ (صفحہ ۷۹ جلد دوم)

دوستداروں سے دور رہنے کی تلقین

فرمایا، میں حیدر آباد دکن گیا تھا، بعض شخص اسباب نے مجھ سے اجازت لی

کہ ہم لوہاب صاحب سے ملاقات کرانے کی کوشش کریں۔ مگر میں نے یہ سمجھ کر کہ یہ ایک سوسائٹی میں سے ہیں، اسے انکو کوئی نسخہ نہ ہوگا اور نہ کوئی سے جملہ ہو سکتا ہے، وہ بالقدر ضرورت اللہ نے دے رکھا ہے، میں نے اس ملاقات کو پسند نہیں کیا، اسلئے میں احتیاط کرتا ہوں اور بڑے دنیا داروں کو میں مرید نہیں کرتا، ایک ہندی متفقہ مشاعرہ ہے۔ "ہم کی گازی اور مگھڑے کی چٹائی سے دور رہنا ہی بہتر ہے، مگھڑ چپچپے سے لات مارتا ہے بادشاہ آگے سے ہاتھ مارتا ہے۔" (صفحہ ۸)

فلس کی ہر وقت گمراہی کرنے کی ضرورت۔ ایک دائرہ

فریاد، فرد کو ہر وقت اپنے مس کی کچھ باتیں اور گمراہی میں نگہ رہنا چاہیے، یہ نفس نہایت ہر رنگ میں رہتا ہے، حتیٰ کہ دیندار کو یہاں میں یہ بات دیکھ کر، جلا کرتا ہے، خبر کو خود بھی ہو اور جس وجہ سے بھی ہو، سخت ضرورت ہے، مگر نہ کی، کسی کو بھی بے فکر نہ ہونا چاہیے، اس پر ایک حکایت بیان فرمائی کہ حضرت شاہ عبدالقادر (شاہ ولی اللہ کے فرزند ارجمند۔ مرتب) کو ایک غریب فرد نے ایک وحید بطور دیے پیش کیا، حضرت شاہ صاحب نے یہ فرد کیا کہ تم غریب ہو، تم سے کیا لیں، وہ عیارا خاموش ہو گیا، مگر حق تعالیٰ کو یہ بات پائند ہوئی، حضرت شاہ صاحب کے فتوحات پڑ ہو گئے، فکر ہوئی، غور کیا، دعا کی، قلب پر وارد ہوا کہ اُس دیکھ کے لوٹانے سے یہاں ہے، اس شخص سے وہ وحید، گنجو، پانچ ہاتھ، اس کے بعد فتوحات کا دروازہ کھلا، جسے سوکھ غم کرتے ہیں کہ کتنے ہوں پر بھی ہماری نسبت باطنی، حق تعالیٰ ہے وہ انہیں کھینکھیں کہ کسی بات پر قاب ہو گیا، جس میں مصیبت کا شبہ بھی نہیں ہو سکتا تھا، جس واقعہ میں صاحب کی بات ضرور ہوگی، شاید فوس۔ یہ سب سب کس کا ترغیب ہو، جس کا خزانہ فلس نے اس مصلحت کی صورت میں تلاش کیا ہو، اس لئے میں کہتا ہوں کہ فلس کی گمراہی کی طرف ضرورت ہے۔ (صفحہ ۸۶)

فلس کے بھلنے سے معاملہ کے بعض اہم پہلوؤں

پر نگاہ کا نہ جانا

فریاد، کوئی ذہن اور تھوڑے کا کیا دعویٰ کر سکتا ہے، کیا کوئی علم پر ناز کر سکتا ہے وہاں تار سے کچھ کام نہیں چس سکتا ہے۔ کی ضرورت ہے (دیکھئے وہ کی حکایت میں کیسے بڑے فلسفہ کی نظر سے ایک بات نقل رہ گئی) یہ سید حضرت حاجی صاحب

رحمت اللہ علیہ کے یہاں مل ہوا کہ فلس کے انوکھی سے بعض اوقات نظر منہ ملے کے ضروری پہلو تک بھی نہیں پہنچتی، چنانچہ حضرت حاجی صاحب رحمت اللہ علیہ سے جب کوئی عرض کرتا کہ حضرت نوکری چھوڑ دوں، اس پر حضرت فرماتے کہ نوکری مت چھوڑو، کام میں لگو، جب کام کرو گے (یعنی کثرت کے ساتھ ذکر دیکھ کر دو گے۔ مرتب) تو خود بخود نوکری چھوڑ دو گے اور وہ وقت ہوگا کہ اس چھوڑنے کی ہمت پیدا ہوگی اور بائیر کام کے ہر فرد میں ہمت پیدا نہ ہوگی تو ممکن ہے کہ اسے چھوڑنے سے اسکی پریشانی ہو، جو دینی اظہار سے صحر ہو۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمت اللہ علیہ نے ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب رحمت اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت میر ایک مددگار مت کا تعلق ہے، اگر حضرت اجازت فرمائیں تو چھوڑ دوں، حضرت نے جواب میں فرمایا کہ مولوی صاحب، ابھی تک تو آپ کو چھوڑ دے ہیں، یہ پچھتاہم خود دلیل ہے شک و تردید کی، اور شک دلیل ہے خالی کی اور خالی کی صورت میں ملازمت کا چھوڑنا، قلب کی پریشانی کا موجب ہوگا اور جس وقت قلب میں قوت پیدا ہو جائے گی، اُس وقت ملازمت خود بخود چھوڑ دو گے۔ اگر کوئی روکے گا بھی تو نہ مانو گے۔ (صفحہ ۸۳ جلد دوم)

دوسروں کے قصوں میں نہ پڑنے کی نصیحت

فریاد، صاحب نے ہر رتبہ پر چڑھنا سیکھا ہے، حالت سے اطلاع دی تھی۔ میں نے ان کے جواب دینے میں، انہوں نے ایک بات یہ دریافت کی تھی کہ مجھے کوئی خاص اہمیت فرمادی جائے۔ میں نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ جہاں تک ممکن ہو، تعلقات کم کرنے چاہئیں۔ خواجہ صاحب نے دریافت کیا کہ تعلقات سے حضرت کی کیا مراد ہے۔ فریاد، ان مولوی صاحب کو دوسروں کے معاملات میں پڑنے اور مٹھوڑے دینا کا بہت شوق ہے۔ فرد کو آزاد ہو گئے رہنا چاہئے، عرض کیا کہ اگر کوئی خواہشورہ سے ڈکھائی دے گا تو اسے تانا چاہئے، فرمایا۔ آج کل تو یہ بھی مناسب نہیں۔ یہ تمہیں تجربہ سے متعلق دیکھیں ہیں۔ وہی میں راحت ہے کہ فرد دوسروں کے قصوں اور مٹھوڑوں میں نہ پڑے، اسی کو سنا فرماتے ہیں۔

لکھا کہ اگر بیٹا اللہ کے ہاں ہو، ایک روز چیلے ہوئے حوض پر دھوکہ کر دے  
تھے ایک دیکھ کر بھی وہاں پر موجود تھے، ان سے اتفاقاً ایک مسئلہ دریافت کیا، وہ  
پچھلے مسئلہ کیا تانتے، وہ کیا جانیں کہ مسئلہ کیا چیز ہے نہ تانتے، عالمگیر بہت خفا  
ہوئے کہ شہر میں استبداد علی علم اور طبع موجود ہیں تم سے یہ نہیں ہوتا کہ ان سے  
مسائل نہ چمک کر پڑ کر لیں کہ، اسی روز مہتمم مراد میں کھینچ گئی، اہل علم و در علم کی  
قدر ہو گئی، ذہن فطرت کا ایک ایک کو اپنے یہاں رکھ لیا، حکومت کا یہ اثر  
ہوتا ہے، کسی سلسلہ میں فرمایا یہ خوشیہ ہے کہ وزیر داخل ہوتا ہے، اگرچہ بادشاہ  
بہت خوف ہو، محض خط ہے۔ بادشاہ کا داخل ہونا ضروری ہے، ورنہ بادشاہ کو وزیر کا  
تابع ہو کر رہنا پڑے گا تو اس صورت میں وزیر بادشاہ اور بادشاہ وزیر ہوگا۔ (صفحہ ۸۶)

مسجد کی تعمیر میں ہندوؤں کی وہی دلی  
اعدا کے استقامت کا سوال

ایک صاحب نے دریافت کیا کہ اگر کوئی ہندو مسجد میں حضور امداد کے دیے سے  
تو اسے دینا چاہئے یا نہیں، اس رقم کو مسجد کی تعمیر میں صرف کیا جا سکتا ہے یا  
نہیں۔ فرمایا جا رہا ہے، پھر دریافت فرمایا کیا کوئی ہندو ایسا ہے، جو مسجد میں  
چند روپے دینا چاہتا ہے۔ عرض کیا، وہی شخص سے خواہش ہو رہی، مگر بغیر مسدود چیلے لینا  
مستطاب نہیں سمجھتا، فرمایا، لی جا رہے تو وہاں کا خیال رکھ ضروری ہے، ایک تو  
یہ کہ وہ اپنے دے اپنے نہ دے کہ حساب نہ نہیں۔ دوسرے یہ کہ اس سے  
مسلمان حاضر ہو کر ان کے لڑکیاں چندہ میں شریک نہ ہونے لگیں۔ اس خیال سے کہ  
انہوں نے حاکم یہاں چندہ دیا تھا، ہانک بھی دینا چاہئے، مگر ہے کہ وہ مدبر  
ہانے گئے تو وہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے مسجد میں دیا تھا، رقم ہمارے ہی ہوتی ہے  
سے چندہ لینا بھی جائز نہیں اور اگر ان ہاتھ کا اندیشہ ہے، تو اسے دے جائے، کوئی  
خراج نہیں اور یہ قرآن سے معلوم ہو سکتا ہے، عرض کیا گیا کہ اسکا تاہم  
ہے کہ شاید ایسا ہو کہ وہ اپنے لڑکیاں چندہ میں شریک کریں، فرمایا تو اسی  
صورت میں لینا جائز نہیں۔ (صفحہ ۸۸)

سچ کہنے پر وہ اپنے دام نیست  
(دنیا کا کوئی گوند درندوں اور شکاریوں سے خالی نہیں ہے بجز غصہ حق کے  
نہیں عقلی راحت نہیں)۔ (صفحہ ۸۵)

راہِ سب میں صاحب، تحقیقات کی فکر میں نہیں ہوتا

فرمایا، بعض دوسرے تحقیقات کا بہت شوق ہوتا ہے، وقت بیکار ہوتے ہیں۔ کام  
میں مگنا ہے (یعنی لیسروا) اسی بندہ اللہ کی طرف دوزخ کھڑے سے اگر کر دے۔  
صرف محض تحقیقات سے کیا ہوتا ہے۔ یاد سے نہ یاد تحقیقات سے لڑنے کی تدوین  
ہو پانے کی، مگر نتیجہ یکم ہوگا۔ اگر آدمی کام کرے تو تحقیق بھی خود بخود ہوجاتی  
ہے، بلکہ ایک خاص بات یہ مشاہدے کی ہے کہ جو شخص کام نہ کرے، وہ سوال بھی  
نہیں کر سکتا ہے۔ سوال بھی کام کرے، علی کر سکتا ہے تو وہ تحقیقات ہی نہ کرے گا۔  
دوسری بات یہ ہے کہ کام نہ کرنے والے کے سوال پر جو جواب ہوگا، بغیر اس کو ہر  
شکوک وارد ہونگے، پھر ان شکوک کے جواب کی ضرورت ہوگی، اس وہ اسی کام کا ہر  
کردہ جانے گا اور کام کرے گا جو جواب ملے گا، انکی شبہ اس نے نہیں ہو سکتا کہ  
اس کو حالت مشابہ ہوگی، وہ بخیر یہ کہ نہیں سکتا۔ بخلاف کام نہ کرنے والے کے کہ  
صرف قال ہی کا ہے، اس میں، اس نے شکوک خوش آئیے، غرض کام کے  
بغیر تحقیق سے بچان اور بڑھتا ہے۔ (صفحہ ۸۶)

خرید و فروخت کے شرعی مسائل

کاظم ہوتا ضروری ہے

فرمایا، حضرت عمر فاروقؓ نے حکم فرمایا تھا کہ بازار میں تجارت کیلئے وہ فرد  
چیلے، جو قبیح ہو، مطلب یہ تھا کہ جو لوگ بھی آکر اس سے مال خریدیں گے، چونکہ  
سب کو ترہ و تراخت کے معاملات سے واسطہ پڑے گا تو وہ سب کے سب بھی  
قبیح ہو جائیں گے، اس تدبیر سے سارے ملک کو دھوکہ اور خفاہ بنا دیا تھا۔ دلی  
لیلہ تدبیر تھی، حکومت سے سب کام بہت سے میں سکتے ہیں، انکی تاہم میں حدایت  
بلاں فرمائی کہ مائتہ رمتہ اللہ علیہ نے علماء پریشان، ایک کر قصد کیا کہ سب کا نہیں



دنیا میں انہماک، ظلمات کا موجد ہے

قرآن مجید کی اندھا دہی میں معوض چیز سے حق خدائی فردیت میں  
 "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوا الْحُکْمَ وَلَا اُولَادِکُمْ عَصِیَ ذٰکُرَ اللّٰهِ" اسے ایمان  
 والا فرمان ہے۔ اور تیسری ۱۱۰ آیت اللہ کے ذکر سے عامل نہ کرے۔ اور جس  
 برس جس سے یہاں تک پہنچا۔ یہ کہ دیا سے سخت کی عرض سے بھی بھی سنی  
 طرف توجہ نہیں دینا چاہئے۔ لیکن یہ حکومت ہی حکومت ہے اس دنیا کی طرف  
 جس فرض سے بھی توجہ کی جائے۔ علمات سے یہاں نہیں اس سب سے بہتر کو یہ ہے  
 کہ انسان حق خدائی کی طرف متوجہ رہے۔ کام میں لگا رہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ یکہ در  
 یہ آنے کا کہ قلب سے یہ چیزیں خود بخود کا فوراً ہوں گی۔ اور حق ہی حق ہو کر  
 رہ جائے گا۔ یہ کسی صاحب کی خاص محبت ہی وجہ سے شیخ کے لیے دیا گیا  
 ظاہر میں کامیاب تجربہ کرے۔ وہ ضرورت کا سوچ اس لیے سے کیے ہے۔ (صفحہ ۹۳)

ان کے لئے سادہ حالات کا انتظام رہا

ضرر ان نصیحت میں ہے

فرمایا۔ لوگوں کی بھی عجیب حالت ہے۔ چاہتے ہیں کہ ان کو کچھ نہ چاہئے اور  
 سارے کام ان خود بن جائیں۔ اور بعض افراد شب و روز اس انتظار میں رہتے ہیں کہ  
 فلاں کام سے فراغت حاصل ہو جائے۔ فلاں مقدمہ سے فیصلہ لیں۔ فلاں کی شادی  
 سے فارغ ہو جائیں۔ جب اللہ کا ذکر شروع کریں گے۔ چونکہ انکی فراغت میر نہیں  
 ہوتی۔ اسنے ایسا ٹھٹھکی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ وہ محروم ہی رہتا ہے اور ایک دن  
 موت آکر اس کا کام تمام کر دیتی ہے اور وہ اپنی اور محنت کی حالت میں ضرر ان  
 کی گھڑی مر رہے دیکھے ہوئے اس عالم سے رخصت ہو جاتا ہے۔ کام کر لگی صورت تو  
 یہی ہے کہ مصروفیتوں کے ہوتے ہوئے اللہ کی طرف متوجہ نہ ہو جائے۔ انکی برکت سے  
 فراغت بھی میر ہوتی جائے گی۔ ورنہ تمہارا آجکل آجکل کرنا ایسا ہے جسکو فراموش  
 ہیں۔

برائے گوشت کہ فرد ترک ایسی سوزا کشم بازچوں فرما دیا اور روزانہ فرد اکسم  
 (ہر بار یہ ارادہ کرتا ہوں کہ کل کو اس گناہ کو چھوڑ دوں گا مگر جب کل کا دن  
 ہوتا ہے تو پھر کل ہی کا ارادہ کرتا ہوں۔) (صفحہ ۹۳)

دنیا کے ظلمات

(یک واقعہ کے حوالے سے نصیحت)

صاحب! جو لوگ اس سڑو میں بیٹھے ہیں کہ فراغت میر ہو تو انہی کی یاد میں  
 نہیں رہے غریب ہوتا اس طرف متوجہ۔ اس سے میر نہیں ہے۔ اللہ سے نصیحت کے میر  
 بہ گھڑی پر ایک لفظ یاد آگیا۔ ایک شخص تھا۔ اسکو حضرت علیہ السلام سے ملنے کی بھد  
 تھی۔ ایک بار ملاقات ہوئی۔ فرمایا ملاقات سے تیری فرض کیا ہے۔ اس نے  
 عرض کیا کہ حضرت میر سے ملنے وہاں پہنچے کہ میں دنیا میں سے گھر ہو کر رہ گیا ہوں  
 کہ اس شخص علیہ السلام سے فرمایا۔ اسکی صورت صرف یہی ہو سکتی ہے کہ کسی شخص کو  
 متنب کر کے دہا کرے کہ تو اب ہو جائے۔ جیسا فلاں شخص ہے۔ اس نے متنب کیا اور  
 مدت سے بعد کہیں ایک جاہزی کو متنب کیا۔ جس کو پندرہ کوئی گھر اور غم نہ تھا۔ وہ  
 اس بات میں کامیاب رہا۔ میر سے۔ وہ کیا کہ ان بھی حالت کی دہا کرنا ہوا۔ پھر  
 انہیں کیا کہ خود اس سے تپا چاہیوں۔ ابھی ایسا نہ ہو کہ وہ کسی کھلی نصیحت میں مبتلا ہو  
 اور میں بھی وہی میں ۱۲۰ ہوں۔ "خدا اس سے لی کر پوچھا کہ یہ واقعہ ہے اور میں  
 حضرت نصیر علیہ السلام سے۔ وہ کہنا چاہتا ہوں۔ اسنے تھوڑی حالت کی تحقیق کرنا  
 چاہتا ہوں۔ اس نے یک آہ دہری اور کہا کہ کیا کوئی ہے اور چاہتا ہوں کہ یہ مال بھی  
 ہے۔ چاہیے ہے۔ عزت بھی ہے۔ مگر ایک نصیحت میں گرفتار ہوں کہ خدا جن کو  
 بھی نہ دے وہ دفعہ بیان کیا کہ مجھ کو اپنی نال سے عشق نہ نہ تک بہت تھی۔ وہ بار  
 ہوئی۔ میں رہا نہ جا۔ اس سے کہ کہ تم خود بخود روئے ہو میر سے خدا دہری شادی  
 کر لو گے۔ میں نے یقین دہانہ کیا کہ اگر کرنا ایسا ہوگا۔ اس نے کہا۔ اب ہاتھ لائی ہیں۔  
 میں نے اسکو یقین دلایا کہ لے اپنا عضو مخصوص کاٹ کر اسنے سارے رکھ دیا کہ ہے۔  
 اب تو یقین آئے گا۔ اس کے بعد یہ ہو کہ وہ محسوس نہ ہوئی۔ اب مجھے جرم ہے  
 یا نہیں ہو سکتا۔ اتفاق سے میر حضرت علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ اس سے عرض کیا

کہ حضرت، واقعی زندگی بے غری کی نہیں ہو سکتی، اب یہ دعا کر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ آخرت درست کر دے۔ (صفحہ ۹۳)

اسلام پر عمل کرنا

حیات و تنجیح کی ۳۳ ضوابط

قرآن، ہمارے ساتھ ہو جائے دوسروں پر انعام رکھتے ہیں کہ فلاں کا خون تکلیف کا ہے، فلاں آئین کی گدھ سے نماز کی فرصت نہیں ملتی، جیسا کہ اصل یہ ہے کہ ساری خرابیوں کے ذمہ دار، خود مسلمان ہی ہیں۔ یہ خود ہی احکام سے دور ہیں، پھر جب خود ہی ان کے کتب میں شرعی احکام کی ممانعت و ممانعت نہیں اور خود ہی ان کی پابندی و احترام نہیں کرتے تو دوسری قومیں کیا حرم گریں گی، اور من سے کیا توقع کی جا سکتی ہے، مثلاً مسلمانوں میں نماز کی پابندی نہیں، وادعی ممانعت کا شہادہ کیا، دوسری قومیں بعض ایسی چیزوں کی پابندی ہیں، جو بقدر ہیبت و شرم ہیں، یہ کہ ایک قوم کی قوم اس کی حال اور پابند ہے، اس میں کوئی بھی حدت نہیں کرتا، حتیٰ کہ عداوت بھی کسی قسم کی دست برداری نہیں کرتی، ایک بھلے بھلوں کی قوم کہ وہ وادعی رکھتے کے پابند ہیں، نہ پابند ہیں، نہ فوج میں کوئی بھی احترام نہیں کرتا، دوسری شکایت واقع میں اپنا قصور دوسروں کے سر ملاتا ہے، اگر مسلمان فی الحقیقت مسلمان ہیں عاقلین تو پھر آپ ہمیں کے کہ ایک دم کا پتہ ہو جائیگا اور سب ان کے سامنے سر جھکا دیں گے، ایک سیاح انگریز کا واقعہ ہے، اس نے ایک کتاب فضائل اسلام پر لکھی ہے، یہ رسالہ ترجمہ ہو کر اردو کے ایک پڑھنے والے تک پہنچا، اس انگریز نے عرب کی بھی سیر کی ہے، یہ جب عرب پہنچا ہے تو اس نے چند بدوی طرز و رقص، جو سفر میں بدو رہنے والے اس کے ہمراہ پہنتے تھے، دیکھے تھے کہ انگریز ہوتا تھا، پیچھے پیچھے بدوی، سب گھوڑوں پر سوار ہوتے تھے، ایک مرتبہ سوار گھوڑوں پر چڑھے جا رہے تھے، ایک خدہ پر پہنچ کر، راکھت ہو گیا، ان بدویوں نے اس انگریز کی طرحت پر اچانک کے بغیر دھنڑ گھوڑے روک لئے اور آڑ کر دھوکے کے نماز پڑھنا شروع کر دی۔ انگریز نے پشت کی طرف دیکھ کر معلوم ہوا کہ گھوڑے کھڑے ہیں اور

بدوی صف باندھے نماز پڑھ رہے ہیں، اس انگریز کے سامنے نماز پڑھنے کا یہ پیرا ملاحظہ تھا، وہ اس میں گھلتا ہے کہ میں اس وقت ان کی صف سے الگ کھڑا ہوا، خود اپنی نظر میں ابی معلوم ہوتا تھا کہ گویا اپنے آگے کا سرکل قائم ہوں اور یہ قرآن بردار قائم ہیں، یہ شریف ہیں اور میں ذلیل ہوں، اس وقت میں اپنی حالت کو ایک کتب سے بدتر بنا تھا اور بے اختیار دل چاہتا تھا کہ میں بھی ان کی صف میں داخل ہو جاؤں، پھر گھلتا ہے کہ اسی روز سے اسلام کی محبت میرے دل میں گھر گئی اور فضائل اسلام پر یہ کتاب تعریف کی۔ اس واقعہ سے مسلمانوں کو سبق حاصل کرنا چاہئے، اگر یہ خود احکام اسلام اور شعار اسلام کے پابند ہو جائیں تو دوسروں پر اس کا اثر خود بخود ہوگا، یہ بھی ایک نہایت ہی درست تبلیغ ہے، ایک پادری نے لکھا ہے کہ مسلمانوں میں بڑا عجز تھا، یہ ہے کہ وہ اپنے مالک کے سامنے شرمناک، سرخرو ہیں، بخلاف دوسری قوموں کے، غرض دوسروں کو بھی اسلام کی خوبیاں کا اقرار ہے۔ (صفحہ ۹۳-۹۵)

بلا ضرورت گفتگو سے قلب پر نصرت کا پراپا ہونا

فرمایا، بلا ضرورت کلام کرنے سے قلب پر غفلت طاری ہوتی ہے اور ضرورت سے اگر کلام ہو، اگرچہ کتنا ہی زیادہ ہو، اس سے غفلت نہیں ہوتی، مثلاً ایک کھڑوہ راجاوں سے کہتا پھرے کہ ہریز سے لیواں سے رانی پر برہم غفلت نہ ہوئی اور بدستور است، یہ بھی پڑھنے کے کہ کب پڑھنے کے توں سے بھی قلب میں غفلت پیدا ہوتی ہے۔ (صفحہ ۹۸)

گوشہ نشینی کے خیال کا غائب آنا

فرمایا، ایک مرتبہ جیل میں ہوا کہ تنہائی ہو اور اللہ اللہ ہو اور اس کے لئے جگہ تجویز کیا گیا کہ ایک جھونپڑی بنا کر اس میں رہوں گا۔ اس لئے کہ بستی میں رہنے سے جھگڑے سے دل گھبراہٹ تھا، مگر ساتھ ہی یہ بھی یاد ہوا کہ برہمنوں سے چوتھے بغیر کوئی کام کرنا اچھا نہیں، میں نے حضرت سوانہ کشنوی سے دریافت کیا، حضرت نے اچانک نہ دئی، دو دفعہ سے، ایک تو یہ کہ اس میں شہرت زیادہ ہوگی، دوسرے یہ کہ اپنے برہمنوں کے طریقہ کے خلاف ہے، میں نے عرض کیا کہ مقصد یہ ہے کہ

کی تعلیم سے عاری ہے، وہ طریقیت میں ہوتے ہوئے غیر متعلقہ ہوجاتے ہیں، مگر اس طریق میں سارا دار حجاز پر ہے، مگر بعض کو نہیں ہوتا، حالانکہ احمد بن حنبل ہی ہے۔ (صفحہ ۹۸)

علماء وقتہا کو کسی کی شہادت سے دور رہتا چاہئے

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ طاهر شری نے تو یہاں تک نقل کیا ہے کہ فقہاء اور علماء کو کسی کی شہادت بھی نہ دینی چاہئے، اس کا راز یہ ہے کہ ان کو سب مسئلوں سے یکساں تحقیق رکھنا چاہئے، جب کہ شہادت میں وہ ایک فریق میں شہرہ ہوا چاہئے کہ اور یہ بھی مثل یہ ہے کہ (وہ بیحد، مرام) کسی کی دعوت نہ کیا تھی، اسکا راز یہ ہے کہ آج کل اس میں ذلت ہے، واقعی یہ حضرات فقہاء حقیقت کو سمجھتے ہیں، یہ حکم ہیں۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ والد صاحب کے لئے دل سے دعا تھی ہے، یہی نصیحتات سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ شیخ تھے، جس کی کہیں ذلت آتی تو وہ ہم کو ساتھ نہ لے جاتے تھے جہاں کو کوئی کی عادت ہے کہ چھانے ہیں کو ساتھ لے لیتے ہیں، فرمایا کرتے تھے کہ ان کو عادت ہوجائے گی۔ (صفحہ ۹۹)

حرم وغیرہ کا طبعی امور ہوتا

فرمایا، حرم وغیرہ طبعی امور ہیں، طبعی امور کے خلاف یہ علامت نہ ہوگی، ہاں اگر خدا کے تقاضے پر عمل کرے گا تو علامت ہوگی اور ایسے امور میں زیادہ کاوش کی ضرورت نہیں، جو چیز دوسریاں توبہ سے یا شاک سے تنبیہ سے مجھ میں آچکے، کیا عدل کر سکے، ہوتی جو چیز اصل ہے، یعنی توحید الی اللہ، اُس میں گناہ چاہئے۔ (صفحہ ۱۰۰)

طہر کی، تکبر سے نہایت

(ایک سوال کے جواب میں)

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت، کیا فقہ فکری کی وجہ سے آتا ہے، فرمایا، نہیں، حضور ﷺ کو بھی فقہ آتا تھا تو کیا حوزہ تھے، وہاں بھی ایک فقہ تھا، یہی غیرت اسکا غلط ہوتا ہے، دینی یا دنیوی غیرت۔ یہی طبعی کمزوری اس کا جب ہوتا ہے، ان دونوں میں کبر کا کوئی دخل نہیں، البتہ اگر اس طہر کے تقاضے پر اس طرح عمل کیا جائے کہ وہ شرعی حدود سے گزر جائے تو وہ تکبر ہے، ہوتی طبعی امور میں

آنے والے دلی کرتے ہیں، کام نہیں کرتے، سچے، اب اس کی دوسری چیزیں ہیں، اگر اس کی طرف اللہ کی توجہ نہ کرتے ہوتا ہے، اور اگر اللہ کی توجہ نہ چاہے تو اس کی دیکھی ہوتی ہے، فرمایا کہ سب کو چھوڑ دو، بارہ اپنے کام میں لگے رہو، مطلب یہ ہے کہ اس کی رہنمائی کو دیکھیں، یہی ایک نئی روش ہے، ہر گز اس کے مشورہ میں ہوتی برکت ہوتی ہے۔ (صفحہ ۹۹)

(دراغ ہو کر یہ متوسط صوفی کی حالت ہے، جسے لوگوں سے رابطہ اور ملاقات وغیرہ سے اجنبی ہوتی ہے۔ اور اس پر گونہ نشی کا طبع غالب رہتا ہے۔ مگر جب) غفلت کی کیفیت

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت، یہ وہ حالت ہے یا غلط، فرمایا، عموماً زیادہ غلط ہوتے ہیں، اسنے کہ عموماً میں صاحب کی حالت پر غور ہوتی ہے، البتہ انھوں میں سے مراد اپنے حسب حال انتخاب کرنا چاہئے تو اس سے بھی اختلاف اللہ بہت طبع ہوگا۔ (صفحہ ۹۹)

روحانی امراض سے بے نیازی کا مرض

فرمایا، ایک تو ہوتا ہے کبر اور ایک ہوتی غفلت یعنی خلاف عادت ہونے پر جو انتہا میں ہو، اس کو غفلت کہتے ہیں، وہ تکبر نہیں، مثلاً ایک حالت اس کی عادت سے ارتق ہے جسے اس شخص کا صوفی نکالیں تو اس سے سکون تک ہے تو سکون تک نہیں گئے، غفلت کہیں گے اور سرسکائی ہو کہ مازا میں سر پر ہوں، دھڑک رہے ہیں تو شرماتا ہے اور صوفی کالے سے نہیں شرماتا، اگر یہ بھی خلاف عادت ہوتا اس کو تکبر کہیں گے اور گردوں میں شرمائے تو تکبر نہیں، عجب ہے۔ فرمایا کہ آج کل روحانی امراض کو تو لوگ امراض ہی نہیں سمجھتے، میں نے ایک صاحب سے کہا تھا کہ تم میں کبر کا مرض ہے، اپنی جہت، وہ میں دانا، پانچ برس کے بعد اس نے خود قرار کیا کہ آپ سچ کہتے تھے، مجھ میں واقعی کبر کا مرض موجود ہے، میں نے کہا کہ بندہ خدا، اگر اسوقت مان لیتے تو جب سے تو کیا سے کیا ہو جاتا، مگر راستہ ذرا نہ تک گونگ حالت میں رہے، ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بعض لوگوں کو شہنائی

باقی اصلاح کے سلسلہ میں صحابہ کرام کی تدابیر

فرمایا، بیکار وقت کھوتے ہیں، کام کی ایک بات نہیں، ایک بزرگ نے  
 بد ضرورت کسی سے کوئی سوال کر لیا تھا، اس پر صحابہ ہوئی، تہیں ہر گت دوتے دے  
 کہ میں نے فضول سوال کیوں کیا، بڑی ضرورت ہے صحبت کا مل کی، اس کے بغیر  
 دین کی حفاظت مشکل ہے، بزرگوں نے حفاظت دین کا نوا اہتمام کیا ہے، خود  
 حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حرز سے معصوم ہوتا ہے کہ ان کو اس  
 ضاعت کا کس قدر اہتمام تھا، حضرت عیسیٰ نے جسے رو نہ کرت پڑنا، پھر قیمتی نیکر  
 کھائی پر سے اٹھن کاٹ ڈالی، کسی نے پچھو تو فرمایا کہ تم اس لئے کاٹ دی کہ  
 میں اس کو پتھر اپنی نظر میں اچھ معصوم ہوں، حضرت عمر فاروقؓ کو لوگوں نے دیکھا  
 کہ تنگ لگے ہوئے گھروں میں پانی بھرے پھرتے ہیں، وجہ پچھنے پر فرمایا، وہی  
 قاصد نے میرے بدل کی دھج کی تھی، اسکا علاج کر رہا ہوں، سیدنا ابوبکر صدیقؓ کو  
 حضرت عمرؓ نے اپنی زبان پاتھ میں لئے مروڑتے دیکھا اور پچھنے پر فرمایا، خدا  
 ورنہ مالوار، آخر یہ کیا چیز ہے، اگر صحت سے یہ چیزیں معقول نہ ہوتیں تو تنگ  
 لوگ یہ کہتے کہ ان صوفیوں کو جوتن ہو گیا ہے اور ان کو تو اب بھی کہتے ہیں، اتنا  
 اہتمام تھا، حضرات صحابہ کو جب کامیابی ہوگی، اب تو وہ لوگ جہر اس کی تلائیں،  
 جو اس طریق کو بدعت کہتے ہیں، اصل بات یہ ہے کہ ہم نے امر اس نصیحتی کو بھینچا  
 ہی نہیں، اگر پچھتے تو چھو تو اہتمام کرتے۔ (صفحہ ۱۱۱)

محبت پیدا کرنے کا طریقہ

فرمایا محبت پیدا کرنے کا بہت ہی سہل طریقہ ہے، میں نے ایک ای بزرگ  
 سے پچھا تھا کہ خدا سے محبت کی طرح پیدا ہوا، فرمایا کہ دلوں کی پھٹی کو  
 آپس میں ملا کر گڑھ میں نے ایسا ہی کیا، وہ فاضل فرمایا کہ کچھ گرمی معلوم ہوئی،  
 میں نے عرض کیا کہ جی ہاں، گرمی معلوم ہوئی، فرمایا، بس یہی طریقہ ہے محبت  
 پیدا کرینا، کثرت سے اللہ نہ کر کے قلب کو گڑھا کر دو، محبت پیدا ہو جائیگی۔ (صفحہ ۱۱۱)

بزرگوں کا حال ہے

فرمایا، بعض بزرگ بھولے ہوتے ہیں، مگر بیوقوف نہیں ہوتے، بھلا جس نے  
 اپنے مالک کو راضی کر لیا یا راضی کرنے کے اہتمام میں لگ گیا، اس سے زیادہ کوئی  
 حائل ہوگا اور جو شب و روز اپنے مالک کی نافرمانی اور گستاخوں میں لگا ہوا، اس سے  
 زیادہ کوئی بیوقوف ہوگا، فرض نہ بد بیوقوف ہوتے ہیں، نہ دغا مانے ہوتے ہیں۔ (صفحہ ۱۱۱)

خدا پر نظر رکھنا چاہئے

فرمایا، بھولے چنانچہ یاد آیا، ایک مرتبہ وہی ای بزرگ جن کا ذکر اوپر کے  
 ملاحظہ میں ہے، کانپور مدرسہ میں تشریف لائے، مدرسہ کا کام محض توکل پر تھا، میں  
 نے کہا کہ حضرت، اس مدرسہ کی کوئی معکم بنیاد نہیں، دعا کیجئے، فرمایا کہ تم تو مولوی  
 ہو، جانتے ہو کہ کائنات کا یہ سارا کارخانہ حق تعالیٰ کی قدرت سے چل رہا ہے،  
 قدرت سارے عالم کو سنبھالے ہوئے ہے تو کیا جو قدرت اسے بڑے عالم کے  
 کارخانہ کو سنبھالے ہوئے ہے، وہ تمہارے مدرسہ کو نہ سنبھال سکی کی، اللہ پر نظر رکھو،  
 یہ فرما کر دعا فرمائی، کیا لکھنا نہ ہے اس محل کا۔ (صفحہ ۱۱۲ جلد دوم)

خدا میں انتقام کی حالت کا پتہ دیتا

یہ مہادی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ کبھی عرصہ طبیعت کی  
 کڑواہی سے بھی داتا ہے، بیش تکبر ہی سب نہیں ہوتا، جیسے پتھر بھی اپنے سے  
 بڑے پر بھی غرور کرتا ہے، اللہ وہاں تکبر کا شائبہ بھی نہیں ہوتا تو انکا وہ عرصہ عید  
 ادیت ہو چکے کے بعد، داتا ہے۔ پتھر اگر خدا میں مقام خدا سے گذر جائے تو خدا بڑ  
 ہے۔ اور وہ انکو تکبر سے داتا ہے۔ (صفحہ ۱۱۵)

فضول خرچی سے بچنے کے شراب

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اگر آدمی نفسان خرچی سے  
 بچے تو بڑی برکت ہوتی ہے، فضول خرچی بڑی صبر سچ ہے، اس کی مددات مسکوں  
 کی جڑ ہی کھائی جاتی، میں نے بھی کہا کرتا ہوں کہ تمنا سے بے عمل سے حیرانہ دم  
 نہیں ہو سکتا اور وہ اگرچہ بھلا ہر عمل ہے لیکن حقیقی ہل نہیں اور کر حقیقی کسی سو تو ۱۰

مسی اسراف کی طرح نما ہے، مگر اسراف اس سے زیادہ بُرا ہے، جس چیز کا انعام پریشانی ہو، وہ اس سے بُری ہے، جس سے پریشانی نہ ہو، جیسے کبھی دوسروں پریشانی ہیں، اہل اور اسراف کہ ایک سے پریشانی ہوتی ہے، ایک سے نہیں ہوتی، اسکے علاوہ ایک بہت بھی ہے، وہ یہ کہ خیال آدمی زیادہ حرص میں پڑتا ہے، اس پر غصہ ہے کہ کوئی صاحب شہ کرے کہ حرص تو ہوتا ہے اور میں بھی مانتا ہوں کہ ہوتا ہے، مگر ایسا حرص نہیں ہوتا کہ اپنے دین کو قرباں کر دے، جب کہ فضول خرچی کرنے والے سے اندیشہ ہے کہ کہیں وہ دین نہ کھو بیٹھے، ایسے واقعات کمزورت سے موجود ہیں کہ اسراف کا نتیجہ کفر ہو گیا، اس کا سبب یہ ہے کہ نفس خرچی والے کی ضروریات زیادہ ہوتی ہیں اور ماں ہوتا میں، اس لئے وہ دین فروشی بھی کر رہتا ہے۔ جب کہ خیال کو یہ اندھ نہیں ہوتا، اسکے پاس ہر وقت عرصہ موجود ہوتا ہے، چہ وہ کوئی نہ کرے، اضطراب اور عدم اضطراب میں بڑا فرق ہے، غلو بہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت نے حق وہاں صاحب کو کہ "اد میں ایک تدبیر اُن کی بھیگی کی شکایت پر بتائی تھی کہ ایک عرصہ پہلے میں کچھ پیچھے نہ آ کر اور اس کو شدید ضرورت کے وقت کھو کر، اس تدبیر کی بدولت وہ جج بھی کر آئے، فرمایا، جی ہاں، انتظام جب برکت کی چیز ہے، اس سے بڑی برکت ہوتی ہے۔" (صفحہ ۱۲۴)

اہل محبت کی بے چینی برداشت میں ہوتی

فرمایا۔ اہل محبت کے سلسلہ میں میری طبیعت حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسی ہے، کسی اہل محبت کی بے چینی اور عقارادی برداشت نہیں ہوتی، یہی حضرت کی حالت تھی کہ کسی اہل محبت کی بے چینی کو برداشت نہ کر سکتے تھے، بشرطیکہ خلاف شریعت نہ ہو۔ (صفحہ ۱۲۴)

شیخ کمال کی ایک عادت

فرمایا، شیخ کمال وہ ہے، جو طالب کی دلجوئی اور تسلی کرتا رہے اور اس کی باتوں سے باتیں حالت کو سنبھالتا رہے، اس کے دل کو بڑھاتا رہے، انہیں تو ہم نے اپنے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ کیسا ہی کوئی روتا

ہو آتا، ہنستا ہوا گیا۔ (صفحہ ۱۲۴)

اصلاح کے دوسو طرح

فرمایا، اگر اہل اللہ کی محبت میرا آجائے تو بڑی دولت ہے، ایسے کے عشاق کے مجمع میں جا کر فرد عاشق ہو جاتا ہے، غلاموں کے مجمع میں جا کر، وہ خود خود لڑی ہو جاتا ہے، اسی طرح چین کے مجمع میں جا کر وہ محبت ہو جاتا ہے اور اگر کسی وجہ سے محبت پیدا نہ ہو تو اصلاح کا ایک دوسرا طریقہ بھی ہے، وہ خوف ہے، اہل مثال ایسی ہے کہ اگر حاکم سے محبت پیدا نہ ہو اور خوف ہو تو فرد خوف کے سبب اس کے احکام کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا، غلو بہ صاحب نے عرض کیا کہ خوف کس طرح پیدا کیا جائے فرمایا، کوئی مشکل بات نہیں، جہاں معصروں یعنی مسلمات کا مرتبہ کیا، خوف پیدا ہو گیا، وہ معصرتیں یہ ہیں، مثلاً جنم ہے، قہر ہے، جھڑپ ہے، موت ہے، اسکے وہ بیان اور مراقبہ سے خوف پیدا ہو سکتا ہے۔ جس اہل کے لئے وہی طریقہ ہوتے، ایک محبت، دوسرا خوف، ایک کا حاصل ترغیب ہے اور دوسرے کا حاصل ترغیب ہے۔ (صفحہ ۱۲۵)

حزاج کی شونی، روح کے زندہ ہونے کی دلیل

فرمایا، ماموں صاحب فرمایا کرتے تھے کہ حزاج کی شونی دلیل ہے، روح کے زندہ اور غصے کے سرور، زندگی، غلو بہ صاحب نے عرض کیا کہ حضور ﷺ بھی حزاج فرمایا کرتے تھے فرمایا، مگر ایک خاص حد تک، زیادہ نہیں، بہت کم، وہ بھی دوسروں کی قلبی نعمت سے، ایک مرتبہ حضور ﷺ سے ایک غصے نے اونٹ نہا، آپ سے فرمایا کہ تجھ کو اونٹ نہا چھوڑ دینی یا چھوڑ دینا، عرض کیا کہ حضور! پچہ کیا کرنا، فرمایا کہ وہت گئی تو اونٹ کا پچہ ہی ہوتا ہے۔ (صفحہ ۲۹۹)

جیوں، اس کی قوت، اس سے مراد

فرمایا، بعض اوقات سالک کو کسی کیفیت کے پیدا ہونے پر حائل ہوتا ہے کہ میری یہ حالت رائج ہو چکی ہے، جاننا کہ ایسا نہیں ہوتا، بلکہ وہ خیال قوت کا تصرف ہوتا ہے، جس کو دوام حاصل نہیں ہوتا، پھر طالب اسکے زوال پر افسوس کرتا ہے، ایک مودی صاحب کے سول پر فرمایا کہ خیالی قوت بڑی عجیب چیز ہے، بعض اوقات

حجرت انجیز ہوتی ہے، ایک پٹاری کی حکایت ہے، جو ایک فقہ عالم سے منی ہے کہ وہ سچ کا نام سے تشکیل ہوا نہ کو چلا، مگر سے بہت نعل میں لیا، در دوات کا نعل نہیں ہو گیا کہ ہاتھ میں ہے تو جس طرح ہاتھ میں دوات ہوتی ہے، ہی طرح ہاتھ کو نکلے ہوئے ہوا نہ تک چلا گیا، پھر وہاں پر پہنچ کر پہنے خیول میں دوات، سرائے کی ایک کھڑی سے جانی میں بھی رکھ دی، پھر جب لکھے کی ضرورت ہوئی تو وضو نہ شروع کیا، اوپر جی کہیں، پہنچا دی، ہاتھ ہوئے کہ تیری نعلت سے میری دوات کوئی سے گیا، پھر مگر کہ معلوم ہو کہ دوات تو مگر من، من، نعل میں جانی ہی خیال تھا کہ دوات ہاتھ میں ہے، نعل و واقعہ میں خیول کی قوت کو، تاہم دخل ہو جاتا ہے، پھر فرمایا کہ ایک حکایت خوب صاحب نے مجھ سے بیان کی تھی، عجیب حکایت ہے کہ ایک شخص دیر سے مگر میں آئے، پھرتی ہاتھ میں تھی، وقت نا پہنچا کہ جب فقہ، سید سے پہنچ کر طرف رہے، اور چپا کہ چھڑی کونہ میں رکھ دی اور خود چا پن پر لیٹ جائیں، مگر خیول کے تصرف سے چھڑی کو تو پہنچ پر لٹا وہ اور خود مکان کے کونے سے لگ کر کھڑے ہو گئے، ایک شخص نے صاحب، واقعہ کا نام بھی بتایا، جو بڑے لطف اور ذاکر ہیں، عجیب حکایت ہے، واقعی کسی غلبہ کے وقت ایسی ہی باتوں کا صدور ہو جاتا ہے، جو لوگ اہل حال پر منحصر ہیں، وہ ان باتوں کو دیکھیں اور ایسی باتیں کم دیکھیں سب کو ہنسی آتی ہیں، سو فرد حالت غلبہ کی وجہ سے اس وقت معذور ہوتا ہے، بھی اس وقت کا کسی ضرورت سے قصدا بھی استعمال کیا جاتا ہے، چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مرتبہ بخار چڑھا ہو تھا، نرذ وقت آگیا، آپ نے کھڑی پر نظر کی، وہ بخار اس پر نکل ہو گیا، وہ کھڑی کھڑی کا پتہ ہی تھی اور آپ نے نرذ چکر پھر دوسری نظر کر کے، بخار کو اپنے اوپر لے لیا، ایک فصل تصرف تو ایک فصل عہدیت۔ (صفحہ ۱۳۲)

مرجہ مشائخ کی دین فروش نہ روش

فرمایا، آج کل ساری خرابیاں اس وجہ سے ہو رہی ہیں کہ جو معصع اور مشائخ کہلاتے ہیں، وہ طالبوں کے حال پر توجہ کے بجائے چاہتے ہیں کہ لوگوں کی تفریح میں

ان کے کمالات میں کوئی کمی نہ آجائے، انہیں لوگ مستعد نہ رہیں یا اموال میں کمی نہ آجائے، میرے نزدیک وہ شیخ خائن ہے، راہزن ہے، جو اللہ کی نکلوں کی راہ ہمارے اور اپنے افراط اور مصارع کی بناء پر غائبین کی اصحاب و تربیت نہ کرے، ان لوگوں نے دکائیں بنا رکھی ہیں، انہیں ہر وقت میں فکر رہتی ہے کہ کوئی نہ آئے، کہے کوئی میر مستعد نہ ہو جائے، انہی خاص دین روش اور حقوق پرستی ہے، سو بڑے لوگ خود ہی مگراہ ہیں، وہ دوسروں کو یہ راہ بتا دیتے۔ میں چاہتا ہوں کہ جب آئے داہوں کی نرذ عادات پر روک ٹوک نہ کرو گے، انہی اصحاب نہ کرو گے تو پھر تم کس مرض کی دوا ہو، مرض بے فکری کے مرض سے اس وقت مشائخ بھی خالی نہیں، الہام، اللہ، یہ سب فساد بے فکری کی بدولت پیدا ہو رہا ہے، اگر اپنی عاقبت اور دین کی فکر ہو تو ابھرا کر کریں اور اسی پر بس نہیں، بلکہ اس سے کہے بغیر خلاف شرع باتیں کرتے ہیں اور انہیں رضوت و اسرار سمجھا جاتا ہے، اشرار کا نام اسرار رکھا ہے، شرعی احکام میں قریب کرتے ہیں اور ان صرف کی تو وہ گت بائی ہے کہ اللہ و اللہ، مگر اب تو کچھ نہیں مل گئے، اللہ کا شر ہے، اب بہت کروٹ کے میں میں جھنڈے ہیں۔ (صفحہ ۱۳۵)

مرئی کی تعلیم کی مخالفت کے خلق اثرات

فرمایا، طلب کو مرئی کی تعلیم کے بھی خلاف نہ کرنا چاہئے، ویسے تو اس کی مخالفت سے وقتی نقصان تو ہوگا ہی، مگر اس کی تعلیم کی مخالفت کی وجہ سے عقائد عادت کام کرنے کی جو استعداد پیدا ہوگی، وہ اس وقت استعداد کو ہمیشہ کیلئے فنا کر دے گی، پھر معصع کی موانعت کی نظر میں فرمایا کہ میرا کل ہی کا واقعہ ہے کہ حکیم صاحب نے مجھے ایک رشتہ کھسا کہ میں کل سے ۱۵۱ چھوڑ دوں، میں نے ایکدم چھوڑ دی، قلب میں اس کا دوسرا بھی پیدا نہیں کیا کہ ایکدم سب دوا میں کیوں چھوڑا دیں۔ (صفحہ ۱۳۸)

عفی عنہم کے وقت ماسح کو

صاحب سے کسرت کیلئے کی شرط کا ہونا

فرمایا، آج کل غیر اہل عمل بھی تو فن میں دخل دیتے ہیں، میں نے ایک صاحب

سے ان کے دوسرے بے عمل غصے کو نصیحت کرنے پر ہاتھ پیر کی حتیٰ تو وہ مجھ سے  
 کہنے کے لیے مہم و ہمت کی تو ہمت ہے اور یہاں ہمت نے نے ہی نصیحت سے  
 ہوتے ہیں۔ میں نے کہا کہ ہمت کی بات نہ کرو اور خود ہمت میں یہ نہیں، مثلاً وہ  
 بھی تو ہمت ہے، اگر کوئی بے وضو فرمانے لگے تو کیا گنج ہو جائے گی، اسی طرح  
 مہم و ہمت کی شرط ہے کہ اس میں سے ایک یہ بھی ہے کہ میں مہم و ہمت  
 کے وقت تابع اپنے کو غلبہ سے نہ ہوں، مگر مجھے یہ شخص مہم و ہمت کر سکا  
 ہے، کیا تیری آسوت یہ حالت تھی، جسے نے غصے میں نے کہا کہ جب شر ہو  
 پائی گئی تو پھر عبادت کہاں ہوئی۔ (صفحہ ۲۸)

تجوڑوں اور غیر ضروری تعلقات کو

چھوڑے بغیر راحت پھر نہیں ہو سکتی

فرمایا، میرا مسلک تو تجویزوں اور تعلقات کو کاٹ کر ہے، تعلقات سے مراد غیر  
 ضروری تعلقات ہیں، اس زمانہ کے مجھے طالب کو رحمت کی مدد نہیں ہو سکتی۔ (صفحہ ۱۹)  
 مجھے صاحب کرام کی قد و قامت  
 اور زیارت کے بارے میں

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرات صاحب کے قد و قامت اس زمانہ کے  
 لوگوں سے بہت بڑے ہو گئے، فرمایا، مجھے بھی خیال ہوا کرتا تھا، مگر مدینہ کے  
 ایک شخص مجھ سے کہتے تھے، عرصہ ہوا، ایک مرتبہ مدینہ کے پہاڑوں میں پانی جمع ہو  
 کر میدان کی صورت میں یکدم چڑھ آیا اور اس نے بہت سے منہات کو کاٹ  
 ڈالا، مقامات کے علاوہ شہر و حد کی تقریر بھی اس سیلاب سے کٹ گئیں، کثرت  
 سے ناشیں، کبھی گئیں، اس میں کوئی تخیل نہ تھا، یہ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی آبی دھن  
 کی گئی ہیں، ہزاروں مخلوق نے دیکھا، لاشوں میں ڈوب رہا تھا، فرمایا کہ  
 شبیر کو اس میں ڈوبنے کی بات نہ کرو، وہ اس بالکل ہی طرح موجد تھا، کہتے  
 تھے کہ مونا کیڑا تھا، اس قدر مونا کیڑا آجکل دیکھتے ہیں، ان میں نے ان سے  
 دریافت کیا کہ ان حضرات کا قد کیا تھا، کہا کہ اس وقت کے لوگوں سے ذائقہ فرق

تھا، میں نے یہ سواں اس لئے کیا تھا کہ میں بھی خیال کرتا تھا کہ شاید اس  
 زمانہ کے لوگوں سے زیادہ فرق ہوگا، مگر معلوم ہوا کہ کوئی زیادہ تفاوت نہیں، توڑ  
 فرق تھا۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ جن لوگوں نے شہرہ امجد کی باتوں کی  
 زیارت کی، اس کا حاصل یہ ہوا کہ انہیں صحابہ کی زیارت نصیب ہو گئی، یہ وہ  
 تابی ہو گئے، فرمایا کہ بعد وفات کے صحابہ کی زیارت کرنے سے فرد تابی  
 نہیں ہو سکتا۔ (صفحہ ۱۶۹ جلد دوم)

جنت الہی کا پورا ہونے کے لئے

مناہ کا ہوتے رہنا

نیک آدمی کے لئے سے متعلق فرمایا کہ وہ آج بٹا ہے۔ اسکو کسی کام سے بھیج  
 دیتا تھا تو کئی کھنڈے کے بعد واپس آتا تھا، اپنے کے بعد ڈاکٹر بھیجا، اس قدر جلد آیا  
 کہ نہ ہوتا تھا کہ شاید نہ آئی۔ یہ بھی نہیں، معلوم ہوا کہ دوڑا گیا اور آواز ہو  
 آیا۔ ٹھیک ہو گیا۔ مگر یہ اثر دو چار روز تک رہا۔ پھر وہی حرکت کرنے لگا، فرمایا کہ  
 میں مومن بندہ تاقی سمجھتا تھا، جس کے ساتھ ہے کہ سکون تک پہنچتا ہے چند روز تک  
 رہتا ہے، پھر یہ بھی نہیں اور پھر وہی حرکتیں شروع کرتا ہے، مگر جنت ہی  
 کا سامنا ہے، فرد یہ نہیں کہ سکا کہ مجھ کو اختیار نہ ہوا۔ (صفحہ ۱۷۱)

کلیں کل تشدد میں بدعات کا سکڑتے سے ہونا

ایک صاحب نے کہا کہ کیا تشدد کی سند میں بھی بدعات ہیں اور  
 مہم و ہمت، وہی کا سند سے فرمایا کہ ہاں بہت سے لوگ بدعات میں مبتلا ہیں، اس  
 لوگوں نے انھیں چاہتے ہوئے مہم و ہمت کرنے کے لئے بدعت کو صرف سراج میں ضم کر دیا  
 ہے، ورنہ آج کل تشدد میں سکڑتے سے بدعات ہوتی ہیں۔ میں نے خود دیکھا  
 ہے، ایک شخص کو حضرت مجدد صاحب کے سراج پر خود کثرت سے، اس کے  
 سراج میں صرف ایک سراج ہی بدعت ہے، اور کئی چیز بدعت ہیں۔ (صفحہ ۱۷۱)

اصلاح کے لئے بہت ضروری نہیں

ایک اور صاحب نے حضرت ابراہیم کی درجہ ست کی، حضرت داؤد  
 نے فرمایا کہ بہت کوئی ضروری چیز نہیں اصل بچہ عظیم ہے اور یہ عبادت کے بغیر بہت

نعمت میں ہو سکتا ہے جہاں جہت کا ہے۔ بیعت الگ ہے، اس کی بھی جہاں رحمت ہے، مگر اسے اس وجہ کا اہل نہیں کہ انکے ہونے یا نہ ہونے پر خدا کا بار ہو۔ (صفحہ ۱۰۶)  
حضرت سیدنا محمود انجمن کی خدمت کا عجیب واقعہ

فرمایا: ہمارے بزرگوں کی عجیب شان تھی، کوئی انکی نظیر چلی نہیں کر سکتا۔ مولوی محمود صاحب رپوری نے مجھ سے حضرت سیدنا محمود انجمن صاحب کی ایک حکایت بیان کی، مجھ کو تو جہت ہوئی درگت تو بڑا احترام، اپنی خدمت اور اپنی پرستش چاہتے ہیں اور اس حضرت کی یہ عادت تھی، کیا لکھتا ہے، اس نے غصہ کا، انہوں نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں دربار سے ساتھ ایک ہندو ایک مقدمہ کے سلسلہ میں دوبارہ آئے، دو بار پہلے آئے اس ہندو نے مجھ سے پہچان کر تم کہاں ٹھہرے، میں نے کہا کہ میں مولانا کے یہاں قیوم کرنا تھا دو ہندو کہہ بیٹے میں روٹی تو پیچھے اقارب کے یہاں کھاؤں گا، پانی سونے کے لئے مجھے اگر کوئی بیوی نہ چاہی لی جائے تو دلہا کی ضرورت نہ تھی، میں نے کہا کہ مل جائے گی تو روٹی کھا کر آجاء، اب یہی ہوا، میں نے حضرت مولانا کی بیٹھک میں ایک چارپائی انکے لئے الگ بچھڑی، ایک چارپائی پر میں بیٹ گیا، وہ ہندو تو بڑے ہی سوگند اور میں صبر رہا تھا کہ حضرت مولانا دیکھ ہندوؤں نے نہانہ مکان سے تھوڑے لائے وہ اس ہندو کی چارپائی پر بیٹ کر اس کے پیروں سے نکم چارپائی سے نکم ہو گیا، دربار عرض کیا کہ حضرت چھوڑ دو، میں وہ دو لگا، فرمایا کہ یہ تمہارا حق نہیں، میرا مہمان ہے، یہ خدمت میرے ذمہ ہے، میں نے اصرار کیا، اس پر فرمایا کہ جاؤ، تم کون ہو تو ہونا بڑا مت کرو، پھر سے کسی کچھ کھس جائے گی، شریف ہوئی اس دو ہندو تو چڑھا فرخ کر رہا تھا۔ (صفحہ ۱۰۷)

دینی میں خاتیر

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں، اول دینی کے بعد حضور ﷺ کے لئے دوسری دینی کو مضر کر دینا تھا، اس کا حضور کو اقتدار دینا ہوا کہ امتیاز کی وجہ سے پہاڑی پر چڑھ کر کئی بار چل دینا چاہا، جس پر گزرتی ہے، وہی

خوب جانتا ہے۔ (صفحہ ۸۷)

دین اور عقل کی دو منتوں سے کامیابی کا حاصل ہونا

فرمایا: جس شخص میں دو منتیں ہوں گی، دین اور عقل کی، وہ ہمیشہ غالب رہیگا، ایک بار پہلی کے دربار میں سفیر اسلام آئے، اس نے حضرت عمرؓ کے حالات دریافت کئے تو ان سفیر اسلام کا جواب سنئے، فرماتے ہیں کہ ہمارے امیر المؤمنین کا مختصر حال یہ ہے لا یجحد دین ولا یجحد عقل، اس میں اس کو سن کر مستحضر اور حیران ہو گیا اور دربار عام میں یہ بات کہی کہ ان علیہ وقت میں یہ دو منتیں ہیں کہ نہ کسی کو دھوکہ دیتے ہیں، جو دلیل ہے ان کے دین کی، نہ کسی کے دھوکہ میں آتے ہیں، جو دلیل ہے، انکی عقل کی، سو جس میں یہ دو باتیں جمع ہوگی، ساری دنیا اسکا مقابلہ نہیں کر سکے گی۔ (صفحہ ۱۰۸)

انہوں کی وجہ سے

رسول اللہ ﷺ کی سلت کو نہ چھوڑنے کی روش

فرمایا: صحابہ کے ایمان کا اعجاز اس سے ہو سکتا ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنی ارحمت میں تحریف نہیں کیا۔ یہاں سے یہاں میں اہل فارس اور ہار میں حاضر ہیں، کھانکے کا وقت آ گیا، کھانا شروع فرمایا۔

ایک فقر چاہے سے زمین پر گر گیا، آپ نے اس کو اٹھا کر درمیان کر کے کہا یا عرض صاحب سے ہاں میں یہ کہ یہ فقیر کا درمیان، وہ فقیر کی عمر سے کہتے ہیں، آپ سے خدا کا واسطہ ہے کہ یہ کہ میں انہوں نے ہونے سے اپنے رسول کی سنت چھوڑ دیا تاکہ وہ حد میں ہے۔ اگر میں پرکھائی واپس نہ جیراں گرجائے تو اسکا خاکہ کھالینا سلت ہے، جس کو آج کل میوہ سمجھا جاتا ہے، یہاں انہوں سے۔ یہ عقل اور حکومت کو جمع کر کے دیکھ دیجئے۔ (صفحہ ۱۰۹)

غضب اہل کی سزا کن کو ہوگی؟

فرمایا: حق تعالیٰ جس کو عذاب دینا ہے، وہ بھی ایک وجہ کی معافی میں ہے۔ میرا جہ میں ایک حدیث ہے، حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جہنم میں وہی چاہیگا، جس کے





برکت سے تو فرودحق ہو سکتا ہے اور اس کے بغیر حق نہیں ہو سکتا۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ کچھ اگر افس ہے تے شروع کرے اور وہ کہے کہ اگل کیا دلیل ہے کہ یہ افس ہے یعنی ابتداء ہی سے حق بننا چاہے تو بس وہ چارہ چکا اور تم اس کو چارہ چنے ک پنے سے مکتی کہہ جائے گا کہ دلیل مانگا اور حق بننے کی کوشش کرنا افس ہے۔ اس وقت تو تحلیل ہی سے وہ شروع کرنا ہی سیدھی دلیل بھی ترقی کا معنی ہے اور اسی سے ثابت ہو گی ایا خدا کا ہے۔ مگر یک یہ ہے کہ وہ جواب جنہوں بھی ہے یا مردود دیکھئے شیطان نے حق توئی کے سوال کے جواب میں بھی بدیا تھا کہ حلقہ فی من و حلقہ فی من علیہ۔ کہ فضل ہے اور عین میں خاک ازال سے تو محسوس کو رہا کے سامنے چھوٹا۔ غرض غمت ہے تو دیکھئے۔ جواب تو یہ بھی ہے، مگر یہ دیکھئے کہ اس جواب پر شیطان کا کیا سر ہوا کہ معلوم نہیں اور حق توئی نے اس جواب پر جو جواب ارشاد فرمایا، وہ بھی معلوم ہے، وہ جواب یہ ہے اخراج منها نکل چاہے وہ یہاں سے، یہ حاکمانہ جواب ہے، حق توئی اسکا حکیمانہ جواب بھی فرما سکتے تھے، مگر یہ اسی وقت ہوتا، بلکہ یہ امید ہوتی کہ طالب میں فہم و انصاف ہے، گویا مفسر نہیں اور جب یہ معلوم ہے کہ طالب بد فہم ہے سمجھ گیا نہیں، یا اگر کچھ بھی سمجھ لے، مگر اس میں نیت اچھی نہیں تو اس وقت حکیمانہ جواب نہ دیا جائیگا بلکہ حاکمانہ جواب دیا جائیگا، پس حاکمانہ جواب کا مستلذہ اللہ ہوا بھی ثابت ہے۔ (صفحہ ۲۰۵)

جھگڑے کے وقت خاموش رہنے والوں کے لئے اگر

فرمایا، حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر فرد جھگڑے کے وقت خاموش ہو جائے، ایسی حالت میں کہ وہ حق پر تھا، مگر جھگڑے سے غرور کی وجہ سے خاموش ہو گیا تو اسکا مکان جنت کے دریاں میں بہنے گا اور جو اس حالت میں خاموش ہو گیا کہ وہ باطل پر تھا تو اسکا مکان جنت کے کنارے بنے گا۔ (صفحہ ۲۰۵)

موسے عالم سے اللہ کی قدرت سے مراد

فرمایا، حدیث میں جو آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ موسے عالم سے قدرت رکھتے ہیں، اس سے مراد بے فکرگی سے ہے اسلئے کہ آخرت کی گروہ چیز ہے کہ بدن کو کھلا دیتی

ہے اور روح ہمارا کرتی ہے۔ اسی کو فرماتے ہیں۔

صحت میں جس سے صحت آتی  
صحت میں جس سے صحت آتی  
صحت میں جس سے صحت آتی  
صحت میں جس سے صحت آتی

(اس ظاہری بدن کی ترقی تو بدن کو پالنے سے ہوتی ہے اور باطن کی ترقی ظاہری حالت کو بگاڑنے سے ہوتی ہے، اس بدن کی صحت تو عیب کے پاس موجود۔ اور باطن کی صحت عیب کے پاس حاضر کر دینا عیب کی صحت کب تک پڑھتے رہو گے۔ ایسا بدن کی صحت کو بھی پڑھو۔)

ایک بزرگ نے حکایت ہے کہ وہ رات کو سوئے نہ تھے، بیوی نے کہا کہ نہ سوتے نہ سکیں، دوئی، فرمایا کہ جب سے یہ آیت تلاوت کی ہے یہاں ایسا اللہ ہیں اسوا فو معصکوا وعلیکم مارا و قودھا اعصاب (اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گمراہوں کو اس آیت سے بچو، جس کا یہ صحت دہی اور پھر جس کا نیند نہیں آتی اور یہی فکر ہے، جس سے نفس کی لذت ضعیف ہوتی ہیں۔) (صفحہ ۲۰۷)

شیطان دروغ کی ادارت کی تعمیل

وہ شیطان تو کبھی میں تمام ہی ہو گیا، وہ نہ ہم حیلوں کے بہکائے کے سے تو کبھی ہی جی پڑے، شیطان کی بھی ضرورت نہیں، شیطان کی دوسری کالی ہے، رات کی اس مہک کی شروعات سے پتا چاہے تو پیسے یہ معلوم کر بیسے کی ضرورت ہوگی کہ متاثر ہوں یا نہ ہوں، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعد متاثر۔ رات سے ہو سکتا ہے، یعنی پہلے یہ معلوم کر لو کہ اس خاص گناہ کی طرف شیطان رجعت دلایا ہے یا نہیں، سو سنا میں یہ ہے کہ اس وقت قلب میں "عادیہ" پیدا ہو تو یہ دیکھو کہ ہر دور بار بار دہن کرنے کے اگر بھروسہ دوسرے ہوتا ہے تو یہ نفس کی طرف سے ہے، اسلئے کہ نفس کو گناہ سے محض لذت مقصود ہے اور خاص وقت میں کہ میں خاص لذت ہی ہے اور اگر دہن کر کے بعد کھپ ہے وہ دوسرا نکل جائے گا، دوسرے گناہ کا دوسرا پیر ہوتا ہے، شیطان کی طرف سے ہے اسلئے کہ شیطان کو دن خاص

لذت متعود نہیں، بلکہ وہ ہر لذت کی وجہ سے متعلق گناہ میں مبتلا کرنا چاہتا ہے، اسلئے فرد اگر ایک گناہ سے بچنے کا ارادہ کرے دوسرے گناہ میں مبتلا کرنے کی کوشش کرے گا، اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ زیادہ تر گناہ نفس کی وجہ سے ہی ہوتے ہیں، مگر وہ جس وقت میں کہ اپنے حضرت سے وقت نکلتے سے لڑوٹ پڑتے ہیں، مگر باہر بھی دوسرے سے حال نہیں پتہ چلتی، نیز اگر محول، نفس کا علاج نہیں، سو کئی بدی معلی ہے، جس میں ظلم نہ کی وجہ سے لوگ مبتلا ہیں، نفس کا علاج کرو، اگر گناہوں کے سلسلہ میں شیطان کی بھی اصل ہے، اس لئے کہ دوسروں کو تو شیطان بھگاتا ہے، مگر شیطان کو کس نے بھگا دیا، خدا پر ہے، شیطان اس کے لئے ہے بھگا دے تو اصل کون ہوا، نفس ہی تو ہوا، البتہ حق تعالیٰ سے دور کرنے میں دلوں کو دخل ہے، جب یہ معلوم ہو گیا تو شیطان کا مقصد لڑوٹ اور ذکر سے کر دیا، نفس کا مقصد ہمت سے کر دیا، آجکل منہ ہے، سب کو ایک ہی لڑوٹ سے پکڑا چاہتے ہیں، دنیا تیرا نانی ہے، اس کے لئے کسی کمال کی محبت کی ضرورت ہے، اسی کی محبت سے ہی ایسے علوم حاصل ہو سکتے ہیں، اسی وجہ سے فرمایا گیا ہے کہ ایک فقیر، شیطان پر ہزار مادیوں سے بھی زیادہ بھاری ہے، کیونکہ وہ خود بھی اس کے مکر و فریب سے بچتا ہے تو دوسروں کو بھی حاکم بنا کر بچاتا ہے۔ (صفحہ ۲۱۱)

عصود و ہمت کے لئے کچھ تدابیر

ایک خط کے جواب میں فرمایا کہ کچھ نہ کچھ کرتے رہنا چاہئے اسی سے سب کچھ حاصل ہو جائیگا۔

دوست دارد دوست ایرو آشفتگی کوشش پیوود۔ از فضل  
ایک شخص نے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب سے شکایت کی کہ حضرت اہمال پر دوام حاصل نہیں ہوتا، حضرت نے جواب میں فرمایا کہ اس بات پر ہی دوام کرنا کہ کسی ہوگی، کبھی نہ ہوا، یہ بھی ایک قسم کا دوام ہے، حضرت کا یہ فرمایا اگلے عظیم ہونے پر دلیل ہے، انہیں راز یہ ہے کہ اگرچہ یہ دوام مطلوب نہیں، مگر اسکو دوام میں داخل کر دینے سے طالب کا دل بڑھ گیا، اس سے دوام مطلوب نصیب

ہو جائیگا، غرض گرچہ یہ جواب حقیقی نہیں، لیکن علاج ضرور ہے۔ (صفحہ ۲۱۲ جلد دوم)  
(دراجم ہو کہ مبتدی و متوسط طالب سے ذکر دگر کے معمولات میں کی دیکھا ہی واقع ہوتی رہتی ہے، بعض اوقات مطلوبہ مقدار میں ذکر نہیں ہوتا، بعض اوقات نامہ بھی ہو جاتا ہے، جس سے وہ سخت تشویش میں مبتلا ہو جاتا ہے، اگرچہ طالب کا یہ اضطراب بجا ہے، لیکن وہ سلوک میں یہ مدد جزا آتے رہتے ہیں۔ مرتب)

بیعت کیا ہے؟ سوال کا جواب

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بیعت کی حقیقت یہ ہے کہ دونوں طرف سے اس بات کا خاص اہتمام ہوتا ہے کہ شیخ تعلیم کا دھرو کرتا ہے اور مرید اس تعلیم کی اتباع کا، پس یہی بیعت ہے۔ (صفحہ ۲۱۳)

دوسروں کی اصلاح کے لئے اپنے اخلاق خراب کرنا

فرمایا، اخلاق کی درستگی کا اہتمام خود ہی ہے، صالح تھوڑی سی جتنی کے بغیر دوسروں کی اصلاح نہیں کر سکتا، ایک بار مامون رشید کے پاس قاضی عیسیٰ بنی اکرم (امام بخاری کے شیخ) قیوم فرمائے ہوئے، رات کے وقت مامون رشید نے کسی ضرورت کی قیمت نامہ کو آواز دی، اول تو وہ بولیں، جب ہوا تو بیعت ہی بکر کے طلبوں کو رہا دیا، کھوار سے سر فلر کر دیا، دن بھر تو رات جتنی نہیں، رات کو بھی مجلس نصیب نہ ہو، یا نامہ یا نظام ہر وقت میں رہتا ہے، مقصد گنتانی ہے، دوسرا مامون رشید خادم پر برہم میں سوار، قاضی صاحب نے کہا کہ یہ بہت مستحسن ہوگئے ہیں، وہی اصلاح کی ضرورت سے مامون رشید نے کہا کہ بیعت میں بیعت اتفاق خوب کرنا، اس سے بعد اس کے اتفاق درست ہوں، وراقی اصلاح ہو، چھٹے کی غرض پڑی سے کہ میں ان کی وجہ سے بیعت اتفاق خوب کروں اور میرا سود و دھن۔ کے اصلاح ہو سکیں، مگر فرمایا، میرے یہاں اصلاح کیسے موانعہ آتے ہیں مگر کہ میں موانعہ سے وقت بھی طلب میں کسی کی تحقیر نہیں ہوتی، ہاں مجھ سے ہر ایک کی جتنی بھی نہیں، یہ عدم موافقت کسی شخص کی بناء پر نہیں ہوتی، بلکہ عدم معاشرت اس کا اصل سبب ہے دیکھئے، حضرت مولانا عیسیٰ السلام اور حضرت علیہ السلام کا واقعہ عدم معاشرت ہی کی بناء پر

تھا جس پر حد افراق بھی ایک یہ وقت ہماری اور آپ کی جھڑکی کا ہے۔ کہا گیا۔  
ورد مونی علیہ السلام میں کس قسم کا شبہ ہو سکتا ہے، تو خدا ہائے ایسے ہی یہاں پر ہے  
کہ میں کسی نقص کی بناء پر قرآنی جواب نہیں دیتا، بلکہ عدم حاجت ہی اس کا اکثر  
سبب ہوتا ہے۔ (صفحہ ۱۱۳)

قلب کو فضیلت سے

خالی رکھنے کی ضرورت

فرمایا، میں تو اس بات کا حاصل اہم رکھتا ہوں کہ قلب فضیلت سے خالی  
رہے، کیونکہ حقیر کو تو برتن خان رکھنا چاہئے۔ معلوم اس وقت بھی کی نظر ثابت  
ہو جائے، ایسے ہی قلب کو خالی رکھنے کی ضرورت ہے، نہ معلوم اس وقت نظر درست  
ہو چکے اسی کو فرماتے ہیں۔

ایک اشہم رن خالق ازاں شدہ باقشای شایہ کہ گناہ ہے نہ آگاہ بانی  
(ایک ملی بھر کو اس شاہ کی طرف سے خالق نہ ہو، ممکن ہے کہ کسی وقت نظر  
حاجت ہو اور بوجہ غفلت کے تم کو خبر بھی نہ ہو تو محروم رہ جاؤ۔)

فرمادہ قلب کو خالی رکھنا چاہئے، فضیلت اور معصیت سے تو خالی رکھنا  
ضروری ہے لیکن سبب تکین تو قلب کو معصیت سے بھی بچانہ رکھتے ہیں، مگر اس میں خلل  
کرنا مشکل ہو ہے، کیونکہ جذبات نہ نہ گمراہ کر دے، اس پر یہ تصرف کر سکتا ہے،  
اس لئے اگر معصیت سے بچنا ممکن ہے تو معصیت سے بچنے سے بڑے رخصتے، مثلاً  
دوستوں سے ملنا، کھانے وغیرہ کا اہتمام کرنا یا کباب دیکھ لیا، خواہ وہ معصیت کی قسم  
سے نہ ہو، تقریباً ہی ہو یہاں پر تقریباً سے مراد تھوڑا سا اور نہ وغیرہ نہیں، بلکہ معاصات  
ہیں، جن کا اوپر ذکر ہو چکا ہے، حاصل یہ ہے کہ وہ معاصات مانع ہو اور اس میں  
معصیت نہ ہو یہ سب دین کی راہی کی تدابیر ہیں، اس سے تو یہ فیض زیادہ نہیں ہے،  
یہاں شبہ ہو سکتا ہے کہ معاصات کا دین سے کیا تعلق، اسی طرح اگر غفلت میں نشاط جاتا  
دے، دشتا ہوتا، مجمع میں آکر بیٹھ جاتا ضروری ہے، صوفی نے جو کچھ ہے بڑے سے  
بڑے فلاسوف کی تحقیق اس کے سبب سے ہو رہا ہے، تو خدا کو کسی نے جواب میں دیکھا

تھا، جس میں وہ کام نام بتا رہا تھا یہ یہ تھا، ہیں جو بے بی میں دیا، پھر پانچواں، چھ  
پانچواں اور خیر شہاب الدین سروردی کے بارے میں بتا کہ، اولسک ہم  
الخلاصہ حقا، میں ایک مثال بیان کرتا ہوں، جو فی نفسہ تو معصیت کے درجہ میں  
ہے، لیکن بعض اوقات وجود کے درجہ میں ہو جاتا ہے، مثلاً بیوی کے ساتھ دشتا کرنا  
کہ بیوی سے بچنے کے لئے میں غفلت کی طرف میلان نہیں ہوتا تو یہ کتنی بڑی  
معصیت ہے، تو اب احکام سے ایک درویش کہہ گئے تھے کہ بیوی کے ساتھ مشغول  
رہنے میں حق تعالیٰ سے غفلت ہوتی ہے، انہوں نے مجھ سے پوچھا، میں نے کہا کہ  
بیوی سے بچنے کیلئے عہد ہوگی، اتفاقاً اگر اور ثواب و قرب حق ملتا ہے، لیکن تو  
مردی شریعت کی خوبی ہے، شریعت نہ بتاتی تو قرآن مجید سے بھی یہی خبر  
کرتا، مگر شریعت کی تعلیم کے باوجود پھر بھی کئی چاہنے والے کی اب ضرورت ہے صراطِ طیب  
کے پاس جا کر کہا چاہئے کہ یہ صراط ہے، وہ کہتا ہے کہ دھنیا اور تاجا بڑا لیا جائے۔  
(صفحہ ۱۱۵)

اخلاص نیت کے ساتھ ہونے والے

کام کے اثرات اور برکتیں

فرمایا، جب نیت خالص ہو اور حق تعالیٰ کے لئے کوئی کام ہوتا ہے تو اللہ  
تعالیٰ اس میں برکت دادا فرماتے ہیں، مولوی رحمہ اللہ صاحب مشکوٰۃ محرم کا  
یہ جگہ اہم ہے۔ بات سب کو معلوم ہے کہ یہ سنت اللہ ہے کہ جہاں اللہ  
والے ہوتے ہیں، وہاں اس کے خلاف بھی ہوتے ہیں لہذا مولوی صاحب کے  
ذہن میں گئے خلاف بھی رہتے تھے جہاں برکتیں آتی تھیں، پھر حق تعالیٰ میں بھی  
بعض کی طبیعتوں میں لہو ہوتا ہے، ان کا دل اس بات سے غرض ہوتا ہے کہ  
دوسروں کو حالت تکلیف میں دیکھیں، اس میں تلخ ہے یہ شہادت کی کہ مولوی  
صاحب کے گوشت مسخ چاہے کہ عین کی شکل میں ہو، شہادت اس میں گانے  
چاہے کہ لفظ صاف اور ایک طبع کو باہر قفس کی جس کا قہر کی، مولوی صاحب مگر  
سے لڑنے کے لئے مسخ کو چلنے تو راستہ میں یہ طوفان ہے فیروز بڑا دیکھا، چونکہ مار کا

وقت قریب تھا، صبر کئے ہوئے مسجد پہنچ گئے، قارئین ہونے کے بعد جب گھر کو واپس ہوئی، دو پارہ دیکھ کر حیرت ہو گیا، آخر صبر اور شہد کی بھی تو کوئی حد ہے، اب سوئی صاحبہ سے سوچ کر غریبی کی خبر لینا چاہئے، حالت یہاں تک جمع سے بے ساختہ ہونے اور بچ بچ میں ہونا، صاحبہ کے سر پر حوت نما شرواع کر دیا، مگر اہل نفس میں سے کسی کی یہ بہت نہیں ہوئی کہ کوئی کچھ بولتا، یہ بیت حق ہے، جو اہل اللہ کو مت فرما دیتی ہے، وہ سوئی صاحبہ کا جوش اور سمت خاصہ نفس حق سے نکلے تھی، اس وقت کے بعد صبر تو ختم ہو گیا، اس میں دو گنا سے اس عورت سے کہنا کہ ہم روپیہ صرف کر چکے اور گواہی دیں گے تو مولوی صاحب پر ڈھکی کرہ اس نے کہا کہ روپیہ تو میرے پاس بھی بہت سے اور گواہ تو ہوئی، اگر چاہے یہ سب کے حسبِ نفس کا مقابلہ کرنے کی تیاری کا مشورہ دیا جا رہا ہے، وہ غافل اللہ سے اس نے کہا کہ اس شخص کے قلب میں دنیا کا زہر برہنگی شکر ہوتا تو مجھ پر کیا کچھ اثر نہ لگتا، اس سے بات ہو کر یہ نفس غافل اللہ ہے، تو جس کا متعلق حقیقت میں حد توہی کا مقابلہ کرنا ہے، میں کہتا ہوں کہ مولوی صاحب کا تو مقابلہ تھا ہی، مگر اس عورت کا بھی مستند ہونا چاہتا ہے، پھر اس پر ہی میں نہیں کیا، وہ عورت مولوی صاحب کے مکان پر پہنچی اور صفائی کی درخواست کی اور کہہ کر مجھ کو اس فعل سے توبہ کرا دیتے اور کسی ایک شخص سے میرا نکاح کرا دیتے، مولوی صاحب نے توبہ کرنا کہہ کر کسی بھی آدمی سے نکاح کرا دیا، اوپر وہ ایک بیٹہ کی اور سب بی بی میں گئی، یہ سب حق تو اہل کامل اور سوئی صاحب سے طووس اور جو جوس کی برکت تھی، اگر بعض خصوص سے بہت کر کے وہین کے کاموں کو سرانجام دے تو انشاء اللہ برکت ہو اور کامیابی عیب ہوگی، آج کل غلبوں کا تو کس ہام، میں نہیں، مجھ غلبوں کی فکر ہے۔

جب حکایت ہے، اس سے کام کرنا ان لوگوں کو سبق حاصل کرنا چاہئے، میں اس واقعہ پر یہ تسخیر بھی یہ کرتا ہوں کہ کسی کی حقیر نہیں کرنا چاہئے، بلکہ ہر شخص سے متعلق ہر چہ احتمال یہ اعتقاد رہنا چاہئے کہ ممکن ہے کہ اس میں خدا کے نزدیک کوئی بات ہم سے بہتر ہو، دیکھئے، اس عورت سے اس فہم و خصوص کی کس کو خبر تھی، پھر مولوی صاحب کی لہجہ کی برکت کے متعلق ایک صاحب کے سوال کے جواب میں

فرمایا کہ برکت کا اثر بھی ہر شخص پر نہیں ہوتا، دیکھئے، انبیاء کی برکت اہل اہل اور اہل حاسب کے لئے کارگر نہ ہوئی تو اور کس کا سہ ہے کہ ایسی غیر متعلق برکت کا دعویٰ کرے، میں برکت کی بھی ایک حد ہے، اسکو بھی بلکہ ہر چیز کو اپنی حد پر رکھنا چاہئے، غلو ہر چیز میں غما ہے۔

اس عورت کی حکایت کی مناسب سے ایک اور حکایت حضرت مومنانہ گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمائی، گنگوہی میں ایک بے قیہ درد شہس آیا، اس کی شہرت ہوئی، ایک آوارہ عورت کو بھی معصوم ہوا، اس نے اپنے آستانے سے کہہ کر چلا، ہم بھی اللہ والے کی زیارت کر آئیں، وہاں گئے، میرا تو چکر شاہ صاحب کے پاس بیٹھ گئے اور یہ عورت بھیہ شرمندگی ایک طرف بیٹھ گئی، شاہ صاحب نے چاہا، یہ وہ ہے، اس سے کہہ کر، رتی عورت ہے، آپ کی زیارت کو آئی ہے، مگر مجھ اس پیشہ کے شرمندگی کے جب چاہیں آئے سے نہ گئی ہے، وہ شاہ صاحب کیا کہتے ہیں کہ نہ، پاس آج شرمندگی کی کوئی بات ہے، وہی کرتا ہے اور وہی کرتا ہے۔ یہ الفاظ اس کر اس عورت کے سر سے جاریں آگ لگ گئی اور کھڑی ہو گئی اور اس آستانہ یعنی اپنے ماں سے کہا کہ مجھ سے تو تو اسکو بزرگ مانتا تھا، یہ تو مسلمان بھی نہیں، یہ رشتہ وہاں سے چلنی، میں کہتا ہوں کہ ان الفاظ سے اس حقیقت تک کسی مفق کا دیکھ تو یہو بچ سکتا تھا، مگر چوری چالنے لے گیا، کچھ، یہ فہم کی بات ہے اور اس میں غم تو تھا ہی، جس کی اللہ اس اور خدا کے بیٹھ نہ گئی، عاشق نہ رہ گئی، چندی بھلا ان واقعات سے کیا کوئی کسی کی حقیر کر سکتا ہے وہ حقیر کچھ تک ہے۔ اس سلسلہ میں فرمایا کہ میرے ایک دوست تھے توحید میں، اوپر وہی تھے کہ ایک باور دروازہ بھی لگتا تھا، یہ نشان ہو گیا ہے۔ انہوں نے لکھ تھا کہ آپ میرے ہام پر ہوسے میرا نام ہے بلکہ خدا، میں نے لکھا کہ میں ہوسے گا میں۔ یہ تو تصور لہی لہہ کا ترجمہ ہے، اللہ کی طرف ہو گئے وہاں، اس پر حد ہے، استقامت کا علم، یا عرض کسی کے ہام پر کسی کے اعمال پر کسی کے قلب پر کسی کی ظاہری حالت پر ہرگز حقیر نہ کرنا چاہئے، مگر اتنی بھی رعایت نہ چاہئے، جیسے ان شاہ صاحب نے کی کہ اس عورت کے فعل کیا، وہ حقیقت میں داخل کیا، لفظ باطلہ۔ ص (صفحہ ۲۱۹-۲۲۰)

افلاس کی وجہ سے ایمان کو مانتی خطرات  
اس کی تہذیب کی ایک صورت

فرمایا، آج کل اس قسم کے خطوط بصورت دھمکی کے اکٹڑ آتے رہتے ہیں کہ جو تو افلاس کا علاج اور تہذیب بتاؤ، ورنہ مذہب کی تبدیلی کی قوت آجائگی، میں ایسے موقع پر نہ تو سختی کرتا ہوں، اس لئے کہ اس سے اشتعال پیدا ہوگا اور اشتعال میں جگڑنے کا زیادہ اندیشہ ہوتا ہے اور نہ نرمی کرتا ہوں، نرمی سے چال بازی کی صورت محسوس ہوتی ہے، یہ بھی مصر ہے، انگریز سمجھتا ہوں کہ اس قدر تکلیف پہنچنی ہے کہ جواب دینے کی بھت نہیں، تجربہ سے یہ جواب بھت ہی مفید ثابت ہوا ہے، انگریز جواب میں غرمت اور توہین کی لکھی ہوئی آتی ہے، یہ دو راز ہیں کہ ایمان کو خطرات لاحق ہو گئے ہیں کہ افلاس کی وجہ سے لوگ اسلام سے دستبردار ہونے کے لئے تیار ہیں، اس لئے میں کہا کرتا ہوں کہ اس زمانہ میں جیسے کہ قدر کرنی چاہئے اور مسلمانوں کو نقصانوں اور اہمات سے سخت اجتناب کرنا چاہئے، آج کل فضول خرچ کرنا لوگوں کو بھی سے نہیں کرتے ہیں، جو نکلے ہے، وہ نقص صرف ہے، جو خدا کی عطا کردہ نعمتوں کو بے موقع اور بے گل صرف کرتا ہے اور یہ مصیبت کا ایک سبب ہے۔ (صفحہ ۲۲۳)

مصلحت کی حیثیت

فرمایا، مصلحت یعنی ضعیف چیز ہے کہ دھم کا تو مقابلہ کر نہیں سکتی، وہ حق خدائی کے احکام کا مقابلہ کرے، دوسرے درکات کی طرح مصلحت کا دائرہ بھی ایک خاص تک ہے، آگے وہ حق کی ضرورت ہے، اسکی مثال یہ ہے کہ کسی شخص کو پہاڑ پر چڑھنا سے تو گھوڑ تو دن کو تک چڑھتا ہے، اسے لڑو کوڑا، نہ کرنا پڑتا ہے، اس کی طرف سے مصلحت کا پہاڑ ہے اور یہ گدہ نہیں، یہ حقیقت ہے مصلحت کی جس پر اتنا بڑا ڈر ہے۔ (صفحہ ۲۲۵)

دوسروں کا قوت ایمانی کی دلیل ہونا

فرمایا، غیر اطمینان دہوستے چاہے کفر ہی کیوں نہ ہوں، اگر فرد مراد مستقیم سے نہ بنے تو ایسے دوسرے گمراہ نہیں، بلکہ میں تو آگے بڑھ کر کہتا ہوں کہ یہ قوت ایمانی کی عین دلیل ہے کہ کس کی مخالفت کے باوجود فرد راہ پر لگا ہے، ایسی حالت

میں گھبرانا نہیں چاہیے اور قوت دہشت کے ساتھ راہ پر چلتے رہنا چاہئے، اس کا بڑا اثر ہے اور میں تو کہتا ہوں کہ مسلمان کو کوئی بھی غیر اطمینان دہوستے کی ہمت نہیں کہ جو ہمت نہ ہو اور اس پر اسکو آواز اور ثواب حاصل نہ ہو، اسی کو فرماتے ہیں۔

دور غریب سے بچنے کا ایک طریقہ دوست  
(حق قہنی کے راستہ میں سادگی کے آگے جو کچھ آئے وہ خیر ہی خیر ہے۔  
سید سے راستہ پر چلتے ہوئے کوئی گمراہ نہیں ہوتا۔)

کام میں لگے رہنے کی ضرورت ہے، لگے رہو، جو کچھ ہو سکے، کئے جاؤ، مجھے ایک صاحب کا مکتوب بہت ہی پسند آیا کہ وہ تو ایسی راہ پر ہے کہ کئے چاہا اور نہ سنا، واقعی وہاں کیا کی ہے، کوئی لینے والا چاہئے، مگر محض کلمہ دہان سے کام نہیں چلتا، کام کرتے ہوں، پکار دیکھو، کیا کچھ عطا ہوتا ہے، کام کرنے اور نہ کرنے پر ایک مثال یہ دینی، ایک شخص کہتا ہے کہ میں بھوکا ہوں، کچھ مجھے جو روٹی دیجئے، سنا قہر چار اٹھتے کا ہو، اس سے محسوس ہوگا کہ اسکو بھوک نہیں، ورنہ وہ کلمہ دہان نہ کرتا، دوسرے بھائی روٹی نہ دیتے، وہ ایک بادشاہت کی بو باچار، تخت کی ہو، اسی طرح جست میں تو پہنچ جاؤ، چاہے وہ درجہ دلائے ہو یا نہ لگائے، چھپے ہو یا اوپر۔ (صفحہ ۲۲۶)

حسن معاشرت

فرمایا، اگر کسی شخص سے میرا کوئی کام متعلق ہو اور اتفاق سے وہ شخص میرے پاس آجائے تو میں اسوقت اس سے اپنے کام کی فرمائش نہیں کرتا، تاکہ اس سے اسکو آئندہ کے لئے یہ دہم نہ ہو کہ وہاں جب بھی جاؤگا، ممکن ہے کہ کوئی کام کہہ سے اور آتے وقت اس پر بار ہو، بلکہ میں خود اس شخص کے پاس جا کر، جو کام ہوتا ہے، کہہ دیتا ہوں، یہ حسن معاشرت ہے۔ ایک عالم غیر مقلد یہاں پر قیام کئے ہوئے تھے اور میرے پاس بیٹھے تھے، مجھے ایک کتاب کی ضرورت تھی، میں کتب خانہ سے خود جا کر لے آیا تو ان پر بڑا اثر ہوا، اپنے دوستوں سے کہتے رہے کہ ہم لوگوں کو تو محض جامع سنت کا دعویٰ ہی ہے، واقعی ہمارے سنت تو خود شخص میں ہے، کتاب لانے کا قصہ بیان کیا، میں نے کہا کہ یہ یہ بھی کوئی بڑے کلمہ کی بات نہیں،

مجھے تو اسکا دوسرا بھی نہیں کہ میں نے کوئی کام کیا، یہ تو حسن معاشرت ہے۔ (صفحہ ۲۲۹)

تربیت کے سلسلہ میں مرنے کی طرف سے

طالبان کا اجتماع۔ مولانا گلگویی کا واقعہ

فرمایا، آنجلی تو محبت و نصیحت کا دھڑی ہی دھڑی ہے، محبت اور نصیحت تو اسکو کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا گلگوییؒ کو اپنے ساتھ لے کر رہے تھے ۱۱۲۰ ش تک صاحب تحریک سے آئے، دیکھ کر فرمایا کہ آہ، آج تو مرنے کے حال پر ہوئی نوازش ہو رہی ہے، کھانا ساتھ کھلا، چارہ ہے، حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ واقعی ہے تو نوازش، ورنہ مجھ کو یہ حق تھا کہ اس کے ہاتھ پر ایک روٹی اور اس پر دیکھ کر کہتا کہ وہاں تک بیٹھ کر کھاؤ، حضرت مولانا گلگویی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حضرت یہ فرما کر بیڑی آنکھوں سے میرے چہرہ کو دیکھ رہے تھے، کسی نے حضرت مولانا گلگویی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ سوخت آپ کی کیا حالت تھی، فرمایا، خدا کی قسم، سوخت قلب پر اس وقت کا انتظار تھا کہ میں تو اس سے بھی زیادہ ذلیل و خوار ہوں، جو حضرت میری سست فرما رہے ہیں۔ (صفحہ ۲۳۰)

### شیخ کی شفقت کی مثال

فرمایا، حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں جب سب حضرات یہاں حاضر ہوتے، حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب جو ڈراما ناٹک تھے، جب شب میں اٹھتے تو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہ فرماتے، انہی کو لینے رہا، جب وقت ہوگا، ہم خود چکا دینگے، یہ شفقت ہے، شیخ کی، مغفب ہے تھا کہ کام وہ کرنا چاہئے، جس میں مدامت ہو سکے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس طریق میں دھیر کمال کی سخت ضرورت ہے اسی کو مولانا فرماتے ہیں۔

کمال را نگذر از مرد حال شو  
چون مردے کاٹے پادشاه شو  
(تقریباً چوہارون۔ لاد مرد حال شو۔ اور کسی مرد کمال کے آگے پادشاه ہو جائے۔) (صفحہ ۲۳۱)

اہل عرب کا شفقت کی صفت سے محروم ہونا

فرمایا، ایک صاحب کہتے تھے کہ اہل عرب میں کفر کے علاوہ باقی ساری خوبیاں موجود ہیں، میں نے کہا کہ ان کی ایک خوبی تو میں بھی بیان کر چکا ہوں، ان میں کسی پر شفقت نہیں، سوائے اپنے مطلب کے (یعنی وہ شفقت کی صفت سے محروم ہیں)۔ (صفحہ ۲۳۵)

جب اکبر کبر میں فرق

فرمایا، جب اکبر و دلوں میں فرق صرف یہ ہے کہ جب میں فرد دوسرے کو حقیر نہیں سمجھتا، اپنے کو عظیم سمجھتا ہے، جب کہ کبر میں دوسرے کو حقیر بھی سمجھتا ہے۔ (صفحہ ۲۳۵)

ایک درکار اسوں سے بزرگی کی رہنمائی ہونا

فرمایا، آج کل دیکھو دن کی بدولت لوگوں کے قلب میں طریقت (اصوف) کی عظمت و قدر ہاتی نہیں رہی، بلکہ رسم کا غلبہ ہو گیا ہے، ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں، سادات کی عظمت بھی رسم کے باعث ہے، بلکہ قرآن شریف کی عظمت بھی وہی رسم کی نصیحت کی ہے، اگر حقیقی عظمت ہوتی تو انکی نصیحت پر تو عمل ہوتا، حالانکہ دلوں و چروں کو قانع کرنے کی ضرورت ہے جتنی عظمت بھی ہوتی چاہے اور عمل بھی، اسی طرح بزرگی کا معیار بھی دیکھ لیا ہے، جہاں ایک درکار صاحب چاہے، تو حقیقی حیوان و در بزرگی کی رہنمائی ہوتی، کیا خرافات ہے اور اگر کہیں کسی درکار کے لئے ذکی، بزرگی اور فکر سے کہہ کر، پھر تو تازہ دنیا ہی ہو گئے، اگر غلبہ حال سے آیا ہو، پھر بھی کمال نہیں، سادہ تو وہ ہے کہ وہ مقام میں آگے بڑھا رہے اور اسکا حال مغفب ہو۔ (صفحہ ۲۳۵)

قلمی کیفیت کی حقیقت سے صرف عاشقوں کا آشنا ہونا

فرمایا، قلمی کیفیت کی حقیقت سے عشق ہی کچھ آشنا ہوتے ہیں اور آخر وہ کیا بن جاتی ہیں، جس سے حسن و قبح پہاڑی پر چڑھ کر چاہ اپنے کو سپرد تھے آخر کوئی تو بن جاتی اور اس کیفیت میں شعور ہوتا ہے، اختیار نہیں ہوتا۔ (صفحہ ۲۳۵)

فرمایا: آج کل طلب ہی نہیں، اگر طلب ہو تو طالب سخت سے سخت شراک اور باتیں بھی منظور کر لیں اور سارے شبہات بھی سب عدم طلب کی بناء پر ہی پیدا ہوتے ہیں، جب طلب ہوتی ہے تو طالب کی شان ہی کچھ اور ہوجاتی ہے، اگر وہ زبان سے اپنے حال کا اظہار نہ بھی کرے، جب بھی کچھ نہیں رہتا۔ (صفحہ ۳۳۱)

حالت بھجوری میں قرض لینے والوں کی ادائیگی

حق تہائی کر رہتے ہیں

گناہوں سے پرہیز میں یہ خاصیت ہے کہ موت کے وقت آسانی ہوتی ہے کیونکہ مرتے کے وقت بشارت نصیب ہوگی، جس سے موت آسان ہو جائے گی۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا: شہید ضرورت کے وقت قرض لینا جائز ہے، جیسے جہاد کے لئے یا کفن والے کے لئے یا کپڑے پھٹ گئے ہوں چھپا ہوا ظاہر ہونے لگا، اس کے پچھلے کے لئے وغیرہ ایسے شخص کے قرض کی ادائیگی کے بغیر حق تہائی ہیں۔ (صفحہ ۳۳۱)

مولویوں میں نئے نئے القاب کی ہجرت

فرمایا: مولویوں میں یہ نئے نئے لقب کہاں سے آئے، ہمارے اکابر اسے بڑے بڑے گذرے ہیں، کسی کا کوئی لقب نہ تھا، نہ امام الہند، نہ شیخ الہند، نہ شیخ الحدیث، نہ شیخ الفلاس، نہ ابو القاسم، نہ امیر اسلام، جس سا کی تھی، جس تو وہی طرز پند ہے، ایک صاحب نے عرض کیا کہ دج بند میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر جو کتبہ ہے، امیر حضرت کے نام کے ساتھ شیخ الاسلام لکھا ہے، فرمایا کہ میں نے یہ بات پہلی بار آپ کی زبان ہی سنی ہے، مگر خبر یہ لقب نہ آیا ہے اس میں نئے القاب کی ہی غلط فہم، ہمارے بزرگوں کی سادگی کی تو یہ حالت تھی کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا سکوی رحمۃ اللہ علیہ پاؤں دہرا رہے تھے، ایک گھوڑا آیا، اس نے نہایت بیباکی سے کہا کہ مولوی جی، دل بول، خوش ہو رہا ہوگا کہ ہم ایسے

ہیں کہ لوگ ہمارے پاؤں دہا رہے ہیں، حضرت نے فرمایا کہ دل بھائی، راحت سے تو دل خوش ہوتا ہی ہے، اس نے کہا، کیا دل میں نہیں آتا کہ میں بڑا ہوں، فرمایا: الحمد للہ، بڑے ہو چکا تو قلب میں دوسریک بھی نہیں آتا، اس نے کہا کہ مولوی جی تو پھر تم کو پاؤں دہانا چاہئے، اس واقعہ سے حضرت کی بے نفسی، سادگی اور اس شخص کی بھی بے تکلفی اور سادگی کا پتہ چلتا ہے، "بھل کے دعویٰ تہذیب اس واقعہ سے سبق حاصل کریں، نریہ کس تو میں تو آج کل کی تہذیب کو تہذیب کہہ کر ہوں۔ (صفحہ ۳۳۳ جلد دوم)

بزرگوں کے اخلاص والہمیت کے بعض عجیب واقعات

فرمایا: ہمارے بزرگوں کی بھی شان تھی، وہ ان کے واقعات سے معلوم ہو سکتی ہے، ایک شخص نے حضرت سکوی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ ایک صاحب ہیں، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حضرت صاحبی نے سراج کی اجازت دی ہے، حضرت نے جواب میں فرمایا کہ اگر ایسا ہوا بھی ہو تو جنت نہیں، حضرت حاجی صاحب حسنی کے ام ہیں، اس میں ہم نے ان کے نام ہیں، جاتی یہ مسائل عجیب ہیں، اس میں فقہاء کا اجماع کیا جائیگا۔ دیکھئے، حضرت مولانا بیضہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام فلولہ میں اپنے نام کے ساتھ لکھ لکھتے تھے کہ کتہہ میں۔ خدمت کبیرہ ہم مکرر موقوف پر صاف حقیقت ظاہر کردی، بلکہ یہ بھی فرمایا کہ ان میں صحت و صواب سے ملنے کی فکر کرنا چاہئے، انہ کہ ہم آپ کے قول پر عمل کریں، حضرت سکوی رحمۃ اللہ علیہ میں کھانسی تھی، بڑی بڑا دست تھی، ص و نسیم پر محبوب نے غصے سے میر کیا، غصہ نہ بھی، وہاں ہونے لگی، جو ایک جھنڈ نہ بھٹکا۔ شان کی منتظر تھی۔

انکے بعد ایک واقعہ حضرت شاہ محمد اسماعیل صاحب کا بیان ہے، ایک صاحب حضرت شاہ صاحب، ہجرت کر کے تشریف لے گئے تو امیر کی طرف سے روانہ فرمایا، اس وقت ریل گاڑی نہ تھی، یہی چلنے والے تھے، امیر میں شہ صاحب کے ایک شاگرد عالم تھے، انکو لکھا کہ میں کہ چاہا ہوں اور امیر کی طرف سے جاؤ گے اور وہاں پر ظہیر و کانا اور حضرت خواجہ صاحب کی زیارت کرو گے، شاگرد لکھتے ہیں کہ آپ یہاں تشریف نہ



لکھئے، آپ کی تحریف آدھی سے انعام شریعت میں گڑبڑ ہوئی، اس لئے کہ جس جہاں پر تخلیق کر رہا ہوں اور سر کے قریب کی قربت کرنے کو خطا مانع کرتا ہوں، آپ نے اسے نہ صرف سب انعام گنایا، بلکہ صاحب سے شکر کو عام کر دیا۔ جواب لکھا، وہ قابل غور ہے، لکھا کہ اس انعام شریعت کے محفوظ رہنے کی ایک تدبیر ہے کہ نہ جس سے جس سے تمہیں منع کر کے دفع کیا ہو کہ نہ جس کو بعض لوگ بیٹے سے نہ مانع کرتے ہیں مگر ان کی قربت کے لئے اس کے لئے ہے، جو چاہو نہیں اور ان کا یہ فعل چلت نہیں، میں اسی میں جس کو اس کا آپ اس میں منع کر رہے ہیں، مجھے یہ قسمی ہوئی، پھر یہ نہ کہ گناہ چاہی ایسا ہی ہوا، کہ لوگوں سے ان حضرت کی حق پرستی کا، یہ لوگ شریعت سے عاشق تھے، وہ فعل تو کوئی ایک بات کر کے دکھائے۔

ایک اور واقعہ بیان فرمایا کہ مولوی فضل حق صاحب خیرآں مولانا شاہ عبدالقادر صاحب سے حدیث کی سنت لینے جایا کرتے تھے، کسی نے ان سے پوچھا کہ آپ کو کیا حاجت ہے، آپ وہاں جاتے ہیں۔ کہنے لگے مقول تو میرا گھر کی دھڑکی ہے، لیکن تو تم کسی کے حاجت میں، بہت حدیث میں برآمد کاموں ہے کہ برکت کیلئے سنت لیتے ہیں، مسئلہ ان کیلئے میں جایا کرتا ہوں، شاہ صاحب کا کشف صاحب ہوتا تھا، وہ اپنے بڑے کشف ہو گئے، جب یہ حاضر ہوئے، ان کا دعائی توڑا۔ کیلئے فرمایا، آج سنی رہو، دے، کچھ قرضہ کے لئے معذرت میں گفتگو کریں، اول انھوں نے ادب کی بنا پر طرد کیا، پھر راضی ہو گئے، جب گفتگو کی، رائے ظہور گئی، اس وقت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب نے اپنے سے تو چوڑی مسجد کے حصہ میں کچھ کی اور مولوی فضل حق صاحب کیلئے مسجد سے دہر کے حصہ میں۔ گفتگو شروع ہوئی تو تمدنی ہی رہی میں مولوی فضل حق صاحب کو غاضب کر دیا، جبراً یہ کہا تو ظاہر ہے، جاتی ایک اور دقیق کہل اس واقعہ میں کامل غور ہے، وہ چنانچہ کے مواقع کا منتظر ہے، اس میں یہ سمجھ ہوں کہ مسجد عورت کے لئے ہے، شاہ صاحب کی بیت گفتگو میں اصلاح کی تھی، جو عورت ہے، اس لئے مسجد کے اندر بیٹھے اور مولوی صاحب کی بیت اظہار علم تھا، اس لئے اگر مسجد سے باہر بیٹھا۔ واللہ اعلم

(ص ۱۳۳-۱۳۴)

علی گڑھ کالج میں میری کئی ایک تقریر

[illegible]

غلبہ کی بنا پر

Eye Use

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اللہ کی عادت یہی ہے کہ  
 غلبے کے کچھ فیصلے کرے، لہذا وہی حرف سے غلبہ ہو یا اس حرف سے سببی  
 ہو، یہ ہر میں ایک میں ان دونوں کے باپ کے بچے کو پچاس قدم کے فاصلے پر  
 کھڑا کرتے، یعنی طرف بائیں پھرتا ہے، اس پر نہ آگے کھڑا ہوتا بلکہ یہ چل  
 نہیں سکتا، مگر باپ کے ہاتھ پکڑنے پر وہ اس طرف آنے کے لئے حرکت کرتا ہے  
 مگر گر جاتا ہے، اب باپ دوڑ کر اسے آغوش میں لے لے گا، جو مسافت یہ پچھراں  
 میں چلی گئی ہے۔ کہ کھڑے ہوا، باپ کی توجہ سے ایک منٹ میں اسے ہوا کی توجہ سے  
 اس کے غلبہ شدہ سے چھ استنداقوں کے چاہے سے پیدا ہوگی، درمیان غلبہ میں  
 تو غلبہ پر توجہ ہے، غلبہ سے جس کے اسلئے مکتومہ و انتم لکھا کرو، جن اس دلی کی  
 نیل کو تھامے لگے مزدوری۔ (صفحہ ۶۱۷)

مہا تو تک ہادی و فرشتہ آسمانوں کا ایک خاک ہاں،  
(برسوں تک تو سخت چم رہا ہے امتحان کیلئے چند روز کے لئے خاک بن کر  
ایک۔۔۔)

اگرچہ اس صورت میں فصل صورت ہی صورت ہوگی مگر ابھی بھی برکت ہوگی  
نہ، نہ جانے، نہ سبب، نہ موت تو بیکر میں سے قریب ہے، تو نام میں بھی برکت  
ہے دیکھئے کھائی میں تو یہ اثر ہو کہ نام لینے سے نہ میں پانی بھرے اور اللہ کے  
نام میں اثر نہ ہو، یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ (صفحہ ۳۳ جلد سوم)  
مقبول بندوں کی فصل صورت  
اختیار کرنا بھی برکت سے خالی نہیں۔

اور یہ بھی صورت پر بھی نفس ہو پانا ہے کہ فرمایا ہے یا وہاں ہے اور یہ  
تو عقل کریم ہیں، میری ربوں کو دیکھ جیتے، مگر ان سے پاؤں بکھڑا صلی کر رہا  
ہے تاکہ تو پاؤں لے جتے، کھس کر مٹی کا بنا کر بھائے تو اور دیکھ لیا جاتے ہیں، خدا  
یہ ہے کہ چاہے صورت ہی اختیار کی جائے، مگر نیت بگڑ دینا کی ہو تو یہ بھی فصل  
ہو جاتا ہے، وہی تو نماز نہ ہو، بلکہ بزدلوں نے تو یہیں تک فرمایا ہے کہ اہل اللہ کی  
صورت اختیار کرنے والے صوفی کی قدر کرو، اس لئے اس نے اس طریقہ کی عظمت  
کی ہے جب تو مشابہت اختیار کی ہے سبکی زار ہے فیروں کی مشابہت کے مذہم  
ہونے کی، اس لئے کہ اس نے کفار کی عظمت کی، حضور ﷺ فرماتے ہیں من تشبه  
بقوم لیسو لیسوم (جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ اسی میں ہے۔) کیونکہ  
بغیر اللہ عظمت کے مجھ نہیں ہو سکتا اور کفار کی عظمت کا اعتقاد حرام ہے۔ اسی طرح  
صوفیہ کا یہ فرمانا کہ صوفی کی صورت کی قدر کرو، وہ اس لئے کہ اس مشابہت کا  
مطلب قلب میں اس جہت کی عظمت ہے، کہا کائنات ہے ان حضرات کی محبت نظر  
کا، اسی لئے میں کہتا ہوں کہ قبول بندوں کی وضع اختیار کرو، عقل بگاڑ، اسی وقت  
ایک اور یہ بات ذہن میں آئی، کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا دل نہیں چاہے گا کہ  
میری امت میرے طرز پر رہے، اہل جنت کیلئے تو یہی کافی ہے، خواہ کچھ قائم نہ بھی

ہو، لیکن اگر یہ درجہ حاصل نہ ہو اور قائم رہی مطلوب ہو تو اسی نیت سے اختیار کرو،  
جب معصوم ہو گا کہ کیا ہوتی ہے برکت ہوتی ہے، جس سے پہلے فصل سے حقیقت  
کا ذہن میں آنا مشکل ہے اور یہ واقعہ ہے کہ شریعت کی محکمات عمل کرنے کے بعد  
ہی معصوم ہوتی ہیں، جیسے طیبہ کمال کے نسخہ کی خاموشی استعمل کے بعد ہی معصوم  
ہوتی ہیں۔ (صفحہ ۳۳)

فصل اور رحمت کی باتیں سن کر گناہوں پر دلیر ہونا

فرمایا آج کل لوگ فضل و رحمت کے خصوص منکر گناہوں پر دلیر ہو گئے ہیں،  
بے شک نجات کا عار تو فضل ہی پر ہے، مگر اہل صالحہ کا اختیار کرنا یہ بھی تو فضل  
ہی ہے، بغیر اہل کے تو فضل کی توقع رکھنا بالکل ایسا ہے جیسے یہ منکر کہ آدم علیہ  
السلام مٹی سے پیدا ہوئے اور اُن سے حوا علیہ السلام پیدا ہوئیں اور حضرت مریم علیہ  
السلام سے بغیر شوہر بیٹی علیہ السلام پیدا ہوئے، یہ منکر فرد کلام نہ کرے اور اولیٰ کی  
توجہ دے۔ (صفحہ ۳۶)

دکڑ دگر سے صل مقصود

نماز اور قرآن کی استعاذ کا پیدا ہونا ہے

فرمایا تلاوت قرآن اور سکوت تو اہل فضل عبادت ہے اور یہ مقاصد ہیں،  
ان دونوں کی مدد سے پیدا کرنے کیلئے سلوک میں ذکر و فکر کی تعلیم ہوتی ہے اور وہ  
سب مقاصد ہیں، دراصل شیخ کی بھی ضرورت ہے، اسلئے کہ سلوک میں بعض  
وجہات حضرات بھی درپیش آتے ہیں، جب کہ مقاصد میں کوئی خطر نہیں، بلکہ یہ  
دو باتیں ہیں ذکر اللہ پر بھی مشتمل ہیں، ان دونوں کی بھی دروج، عقلم ذکر ہی ہے جو  
خود اس میں مضمر ہے، باقی مستقل ذکر اللہ میں ہے۔ نہ، یا لا الہ الا اللہ ان سب سے  
زیادہ افضل تلاوت قرآن اور نماز ہے، آج کل اسلئے مشائخ نے اس میں سارا اور  
قرآن کی وقعت و عظمت نہیں، سارا زور ذکر پر دیا جاتا ہے، حالانکہ ان دونوں میں  
ایک لطیف فرق بھی ہے، وہ یہ کہ جب کوئی قرآن پڑھتا ہے تو میں تجھ  
(عنقر کی ایہ صورت) پیدا ہونے کا حقدار ہے، جب کہ سارا اور تلاوت قرآن

سے جب کم پیدا ہوتا ہے، اسکا اصل سبب یہ ہے کہ عام لوگ ذکر کو خواص کا فعل سمجھتے ہیں۔ اور تلاوت قرآن کو خواص کا فعل سمجھتے ہیں، تھوڑی سی دیر ٹھکرا ذکر کر لیا لا۔  
 خداوند باری تعالیٰ نے اس میں داخل ہو گئے۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا: اسکی حالت میں ذکر وصل چھوڑ دینا چاہئے، مگر یہ سارے معاملات شیخ کی تفسیر سے حقیقہاً نئے ہیں کسی وقت کی مناسب ہے، چنانچہ جس وقت وہ یہ مشورہ دیا کہ صاحب صحت سے ٹھکرا کر کیا جائے، چنانچہ بھارت و ترکی جائے، کیونکہ اس سے کوئی فراہ نہ گزرتا تھے گا۔ یہ زمانہ ٹھکرا کر زمین اور بحر احمر میں بدلتا ہے لوگ ذکر کھینچتے ہیں عرصہ بہر صورت میں شیخ کمال کی ضرورت ہے اپنے کو اس کے سپرد کر دینے کے بعد فرد کو مطمئن ہو جانا چاہئے۔ (صفحہ ۲۴)

امراء کی صحبت قید خانہ ہے

فرمایا، حضرت مولانا محمد محبوب صاحب فرمایا کرتے تھے کہ امراء کے پاس جب نہ بیٹا رہتا ہوں، ابیہ معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کسی نے قید خانہ میں بند کر دیا ہو (صفحہ ۲۹)

امراء کی صحبت سے دنیا کے رنگ کا غالب آنا

فرمایا، امراء کے پاس ٹھیکر کلب میں دین کا اثر کمزور ہو جاتا ہے اور دینی کا شوق ہوتا ہے اور یہ اثر اس قدر ہوتا ہے کہ گردن کے پاس تاج میں کہ جتا ہے اور جو شخص کسی کے پاس قصد کرے پیچھا، اس پر ایسی کا اثر ہوگا، چنانچہ اگر امراء قصد کرے اہل دین کے پاس۔ میں تو اس پر دین کا ضرور اثر ہوگا اور اگر اہل دین امراء کے پاس قصد کرے جائیگا تو ان پر دنیا کا اثر ہوگا، غرض اثر تاج پر ہوں کرتا ہے متنبہ رہ کر نہیں ہوا کرتا میں تو حدیث صحت یہ دیکھتا ہوں کہ اگر آدمی ایک شخص کی صحبت اختیار کرے یعنی حکام تاج بن کر اس کے پاس رہے تو اس پر اثر ہوگا اور اس میں دینی استعداد پیدا ہوگی اور اگر ایک دینی صحبت اختیار کرے گا اور تاج بن کر اس کے پاس رہے گا تو اس پر اثر برائی کا اثر ہوگا۔ (صفحہ ۳۹)

انعام کے لئے کچھ نکل کا ہونا

فرمایا، خرچ کے انتظام کیسے تھوڑے سے نکل کی ضرورت ہے، اگرچہ وہ نکل

تھوڑی ہے شرقی نہیں، اس کے بغیر انتظام ہونا دشوار ہے، یہ تجربہ کی بات ہے، اس سے حضرت صاحب کے ایک قول کی تائید ہوتی ہے کہ خدا نے اسے جذبات بھی اپنی ذات میں مذموم نہیں، اس کو اگر کچھ جگہ میں صرف کیا جائے تو بخیر ہے۔ (صفحہ ۴۱)

ڈھولک اور سارنگی پر  
 ہونے والے وجد کی حیثیت

فرمایا، ڈھولک کو قوی اور ڈھولک و سارنگی پر برا اوجہ ہوتا ہے، جو مطبق نفسانی نوعیت ہے کا درحقیقت وجد کے قائل ہیں یہ سچ ہے کہ جب علوم سارنگی کا بیان اور تحقیق تو اس وقت صاحب میں ایک عجیب لطف اور کیفیت پیدا ہو اور جب علم میں یہ لطف ہے تو عمل میں یہ کچھ نہ ہوگا اور پھر حال میں یہ ہوگا اور پھر مقام میں کیا ہوگا۔ (صفحہ ۴۵)

ناز سے بچنا چاہئے۔ ایک عجیب خریبہ واقعہ

حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید نے ایک واقعہ نقل کیا ہے اور عجیب واقعہ ہے، غالباً یہ واقعہ میں نے شیخ عبدالقادر صاحب دہلوی کی کسی کتاب میں دیکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے سارنگی کے سنے سمون۔ مرقع نے اور خانقاہ سے صحرایہ جانب چلے گئے اور یہ خادم بھی ساتھ ہوا، تھوڑی دور چل کر ایک شہر میں پہنچے، یہ عریض بھی امراء رہے، وہاں ایک مکان میں داخل ہوئے۔ اس مکان میں ایک شخص ہے، وہ دھولک آپ کو دینا کہ عریض ہو گئے، آپ منہ پر ہینہ لگائے، یہ عریض بھی کسی گوش میں جا بیٹھے، قریب کوئی کوٹھری ہے، اس میں سے کسی عریض سے کہے کہ "اگر آتی ہے، تھوڑی دیر کے بعد وہاں سے آتی ہے، پھر وہیں معلوم ہوا کہ جیسے کسی خریض کے قتل کے وقت پانی گر رہا ہے، پھر وہاں سے بھی بند ہوگئی، اور چار شخص ایک چادر سے لٹے ہوئے تھے، ان کے ساتھ ایک بڑے شخص بھی ہیں اور وہ انار، حضرت کے سامنے اور خدا کا نام، آپ سے ہر چادر چھڑائی اور ہماری لوگ چتا زدہ کو لنگر چلے گئے اور حضرت پھر ان عریض پر آ بیٹھے، کچھ دیر گزری تھی، ایک نصرانی حاضر ہوا، حضرت نے اس کے گئے سے صلیب اتار لی اور اسکا زہر توڑ کر اسے کھل چڑھا کر اس شخص سے فرمایا کہ یہ ہے وہ

فصل، اس کے بعد آپ ایک وہاں سے وہاں مکان پر تشریف لے آئے اور پھر کسی  
 مکان میں مقیم ہوئے، شب گذر جانے کے بعد میرے نے سب کے وقت حضرت سے  
 سوال کیا کہ رات کی سعادت، حضرت سے فرمایا کہ وہ صبح کا شہد اور وہ بدایا کی  
 برکت تھی، میری دعا کا یہ قدر تھا، اس سماعت سے پہلے صبح پر  
 مجھے عارضہ پیش آیا، میرے وقت کے قریب ہیں، انکی حد تک بامعین فرما دیجئے، ایسے  
 میں وہاں گیا تھا، جب انکا انتقال ہو گیا، میں نے جناب باری تعالیٰ سے ان کی جگہ  
 کسی کو مقرر کرنے کیلئے عرض کیا، حکم دیا کہ وہ میں ایک نمرانی کنیہ میں صلیب پر  
 میں مشغول ہے، اس کو انکی جگہ بخدا جائے، میں نے عرض کیا کہ اس کو کیسے حاضر کیا  
 جائے، سو وہ قرآن مجید کے طور پر حاضر ہو گیا اور کسی وقت سے مسلمان کر کے،  
 بدل کے دست پر حاضر کر دیا گیا، اس طرح یہ بتا دیا گیا کہ کوئی کسی کو حقیر نہ سمجھے اور  
 اپنے کمال پر ناز نہ کرے، سب کچھ اللہ کے فضل پر منحصر ہے۔ ذالک فصل  
 یوسف میں بندہ، وقتی بکری است ہے، انسان اپنے کسی کام یا عبادت پر یا مال کے  
 اس کی عبادت اور مال کی عبادت ہے۔ (صفحہ ۳۸-۳۹ حدیث سوم)

آج کے پیر کی حالت

فرمایا، جاہل صوفیوں کے علوم بھی عجیب غریب ہیں، جو حق میں آیا کر لی، جو  
 سر میں آیا بندہ، چنانچہ نفس کی نسبت اکثر کہتے ہیں کہ نفس کا فر ہے، مگر معلوم بھی  
 ہے کہ نفس کون ہے، تم ہی تو ہو، اگر وہ کا فر ہے تو تم کون ہو گے، اسی طرح بہت سی  
 باتیں والی جانی گزر رہی ہیں، جن کے سر سے نہ نکلے ہے، یہ علوم ہیں یہ اسرار ہیں  
 لاجول ولا قوۃ الا باللہ العلی اعظم

ایک شخص صاحب کی حکایت ہے کہ ان کے ایک مرید نے ان سے ایک  
 خواب بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آپ کی انگلیاں شہد میں پھری  
 ہوئی ہیں اور میری پانچ ہاتھ میں، پھر صاحب نے فرمایا کہ خواب سن کر فرمایا کہ کیوں نہ  
 ہو تو دنیا کا سنا ہے اور ہم بزرگ اللہ والے ہیں، میرے نے کہا کہ حضرت ابھی  
 خواب پورا بیان نہیں ہوا، کچھ باقی ہے، وہ یہ ہے کہ میں نے یہ بھی دیکھا کہ تہااری

انگلیاں میں چاٹ رہا ہوں اور میری انگلیاں آپ چاٹ رہے ہیں، یہ سن کر  
 صاحب بہت اچھے کورے، واقعی مرید نے حقیقت کا اظہار کیا، خواہ خوب دیکھا ہو یا  
 نہ دیکھا ہو، وہ حقیقت یہ تھی کہ حق کا خلق تو فریاد سے دنیا کی وجہ سے تھا، جو اصل  
 پانچ ہاتھ کے ہے اور مرید کا خلق حق سے دین کی وجہ سے تھا، جو اصل شہد کے ہے۔ (صفحہ ۳۹  
 حدیث سوم)

نااہل کو میرا بنانا، ہاں پس کا موجب ہوگا

ایک صاحب نے دوسرے بندہ کے ہتھ حاضرہ کا ذکر کیا اور اپنی رائے کا بھی  
 اظہار کیا کہ "یہ ہوتا ہے تو ہتھ بند ہوتا ہے، حضرت والا نے سنا کر فرمایا کہ اگر  
 آپ یہ مشورہ کا ذکر ان دوسروں کو دینی تو مناسب ہے، مجھے سنانے سے کیا فائدہ، مگر  
 اتنا بتا دیجئے ہوں کہ یہ دوسرے بندہ میں کیا فائدہ نہیں ہے، اس سے پہلے بھی حضور پیر  
 ایسا ہو چکا ہے، مگر کتنے دفع ہو گئے اور وہ ہتھ اہل قصبہ کی طرف سے تھا، اہل قصبہ  
 کشتی میں اپنے ایک کمر بڑھانا چاہتے تھے، اس پر میں نے حضرت مولانا گیسوئی رحمہ  
 اللہ جلیہ کو لے کر ایک کمر بڑھانے کو ضروری کیا ہے، آخرت تو آپ کے عدم  
 میں ہے، وہ مگر یہاں نہ ہوا تو دوسرے کے فوٹ جانے کا بخیریت ہے، حضرت سے  
 جواب لیا کہ اگر دوسرے دیکھیں، مضبوطی سے ہے اور نااہل شخص کو کمر بڑھانا اور اس  
 کے کام پر کرنا یہ اہل کے خلاف ہے، اس پر تو سو فائدہ نہ ہوگا کہ دوسرے میں  
 فوٹ گیا، اس کے دوسرے دار اہل فتنہ ہوں گے، مگر اس پر ہاں پس ہوگی کہ نااہل کے  
 کام پر دیکھ لیا گیا۔ (صفحہ ۵۵ حدیث سوم)

ایک شخص کی قبولیت کی حالت

فرمایا، میرے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا، "تو مجھے کہ کسی تک  
 عمل کر پڑنے کے بعد پھر جب دوسرے ایک شخص کی قبولیت ہوئی، تو یہ سب باتیں  
 عبادت سے کہ پہلا عمل قبول فرمایا گیا ہے، جب ہی تو دوسرے میں کسی کو قبولیت  
 ہوئی ہے، حضرت نے ان کے کام تھے مجتہد تھے، مجتہد تھے، عجیب اور رب تعالیٰ  
 ہوتی تھیں، ایک شخص نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت ذکر و عمل کرتا ہوں، مگر

کچھ نفع نہیں ہوتا، فرمایا، بھائی! ذکر میں مشغول ہو کر اللہ اللہ کرنے کی تلقین صاف فرمائی گئی ہے، کیا یہ قنونا نفع ہے۔ (صفحہ ۶۳)

نیک کام کی تشہیر میں شمس کے سر کا شامل ہونا

ایک صاحب نے حضرت والا سے عرض کیا کہ میں نے تھن مقام پر ایک مدرسہ کا افتتاح کیا ہے، اسکے یہ انتظامات ہیں اور مدرسہ کی طرف سے جلسہ کیا گیا اور بڑی عینت میں کی تمجید کرتے۔ حضرت والا نے فر فرما کر فرماتے کیوں ہو کہ میں نے مدرسہ کا اجرا یہ ہے، درحاصل یہ ہے چوتھ فرمیں ہے، میں نے شمس کی آغوش میں شامل ہو جاتی ہے، عرض کیا کہ میں نے یہ حضور میں فرمایا، کیا خبر اپنے شمس کی، شمس اور وہ ہے کہ ان اوقات اس کا تعلق تھن و جی محسوس نہیں ہوتا، یہ کہ کسی درویش کے مہمان ہوئے، اس درویش نے نام سے بد کہ اس صراف میں سے ہیں، دوسرے درویش کے ہوتے پر لسنے تھے، یہ کہ شمس نے فرمایا کہ بدو خدا تو ہے اس جھوٹ کا ثواب رہا، کیا تو کام کرتے تھیں نہیں کرتے اور اگر دعا مقصود تھی تو اس تفصیل کی ضرورت نہیں، بعض اوقات اپنے شمس کی خبر نہیں ہوتی مگر یہ فرمایا دوسرے لوگ روایتی افلاک کے وجہ سے کچھ نہیں بولتے، مجھ سے پہلے روایتی احادیث اعتبار میں لکے جاتے، میں تو کہتا ہوں کہ یہ بھی شمس کی شرارت ہے کہ دعا کے کہانے سے بچی روکنا دانا، حضرت اعلیٰ کے کرہ لہت ہی تھی ہیں، عرض کیا کہ کھٹلی ہوئی، فرمایا کہ کئی تھی کہ بعد آپ نے تسلیم کیا۔ (صفحہ ۶۵)

اصل ادب و تقصیر، راحت و رسانی ہے

فرمایا، میں تو دوستوں سے کہا کرتا ہوں کہ اصل چیز راحت و رسانی ہے، خواہ اس کا نام ادب رکھیں، دیکھئے، حضور ﷺ نے حضرات صحابہ کو اپنے لئے کھڑے ہونے سے منع فرمادیا تھا، کیا صحابہ کرام کا دل نہ چاہتا ہوگا، مگر جب یہ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی راحت اس میں ہے تو اس کے خلاف نہیں کرتے تھے، یہ ہے اصل ادب اور تقصیر۔ (صفحہ ۶۶)

سراج میں شمس کی جاہت کا ہونا

فرمایا، ان چار سونوں کی بدولت تصوف بدنام ہو گیا ہے، ورنہ تصوف بالکل بے غبر اور واضح ہے، اس پر ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک شخص مجھے صوفی آدمی یاد میں لے، صاحب تصنیف تھے، انہوں نے مجھ سے سراج کے متعلق سوار کیا، میں نے سوچا کہ اسکے ساتھ نفوس سے تو کام چمے گا نہیں، اسلئے میں نے ان کے مذاق کے مطابق ان سے پوچھا کہ یہ تائید کے تصوف کی روح کیا ہے جو اس کا حاصل ہے، اس نے کہا کہ مجاہدہ، میں نے کہا کہ مجاہدہ کی حقیقت کیا ہے، کہا کہ شمس کی مخالفت، میں نے کہا کہ اب یہ بتاؤ کہ تمہارا شمس سراج کو چاہتا ہے یا نہیں، کہا کہ چاہتا ہے، میں نے کہا کہ تمہارا شمس بھی چاہتا ہے، مگر فرق یہ ہے کہ تم شمس کی جاہت پر عمل کرتے ہو اور ہم نہیں کرتے تو اس حالت میں صاحب مجاہدہ تم ہوئے یا ہم، درویش تم ہوئے یا ہم، صوفی تم ہوئے یا ہم، چپ رہ گئے اور کچھ سوکے کے بعد کہا کہ آج نفسی پر مشتبہ ہوا اور بات کچھ میں آگئی مگر تاب نہ آگئے۔ (صفحہ ۶۷)

انتاج سے حضور ﷺ کا خوش ہونا

فرمایا، محبت تو عمل ہی سے پیدا ہو سکتی ہے، شمس نہایت جمع فرحت سے کیا ہوتا ہے، اب میں ایک بزرگ رہتے تھے وہ محبت کے جوش میں مودہ شریف بہت کرتے تھے، انہوں نے ایک بار خواب میں حضور اقدس ﷺ کی زیارت کی، آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم اس آدمی سے زیادہ خوش نہیں ہوئے، جو ہماری محبت تقریب کرتے، ہم تو اس سے خوش ہوتے ہیں، جو ہمارا انتاج کرتا ہے۔ (صفحہ ۶۸)

گلیں و قال دالوں سے گمراہ نہیں ہو جاتا

فرمایا، حضرت حاجی صاحب رحمت اللہ علیہ کی عیب و عریبہ حقیقات ہوتی تھیں اور عاشقین بھی، ایک بار مجھے فرمایا، جب کوئی شخص کسی معاملہ میں تم سے غل و قال و بحث و جدال کرے تو تم سب رطب و یابس اسلئے کہ ہمارے رنگ ہو جائی، کبھی پاکیزہ تقصیر ہے۔ (صفحہ ۶۹)

میں یہ مزاحیہ نہایت مفید ہے کہ قبر میں اس طرح دفن نہ کیا، اعتدال، منقوع ہوگئے۔ موت سے لوگ گھبراتے ہیں، قبر موت موت کیلئے بڑی مسرت کی چیز ہے، یہی وہ پل ہے، جس سے گذر کر عجب تک رسائی ہوگی، ذاتی طبق تکلیف اٹکا ہے جیسے بچ کو آپریشن کرایا جاتا ہے، وہ اس پر روتا ہے، چلاتا ہے، مگر والد باپ خوش ہیں کہ یہ اب بچا بچا ہو جائے گا۔ (منقوع ۹۰)

دوسروں کا علاج، اللہ سے محبت پیدا کرنا

ایک صاحب نے ایک شہر چل کرنا چاہا، حضرت والا نے فرمایا کہ شہیت کا  
ازالہ محض قتل و قتل سے نہیں ہوا کرتا، کام کرنے سے اکثر شہیت خود بخود دور  
ہو جاتے ہیں، پسے کام میں کوشش کرو، اور صلاح کار رو کرو، پھر کروٹی شہ ہو  
چل کر دو، کام کر کے سے قتل سوچ سوچ کر ہائیں کرنا محض لاف و تکرار کا بیجا رکھنا ہے،  
مجھے حضرت استاد ہی مولانا محمد یعقوب صاحب کا ایک جواب بخیر یاد ہے، دورانے  
درس میں ایک طالب علم نے ایک حدیث پر شبہ ظاہر کیا تھا، اُس کا جواب مولانا نے  
آپ تو حدیث میں ہے کہ جو ایسی طرح دوسروں کے اور حکمت ہمارے اس طرح ہمارے  
کہ لایسحدث فیہما، بعدہ یعنی اس رکعت میں اپنے دل سے ہمیں نہ کہہ سکتے  
ہیں، یہ گفتگو کے طریقے پر، جیسے ہم ہر امر اور حکمت میں سوچا کرتے ہیں، اُس  
تہ اور ہائیں دن ہوتی، اگر سب سوچے دوسرے آئیں تو کوئی حرج نہیں،  
حاصل یہ ہے کہ حضرت والا نے دینا اور نہیں بتایا نہ رکھنا دونوں اس کی طرف سے  
ہیں تو جو شخص اس رکعت پر ایسا فکر نہ مقدم من ذلک یعنی اس کے سارے ذکر و شہ  
گناہ معاف کر دے گا چل کرے ایک طالب علم نے عرض کیا کہ حضرت، کیا ایسی  
مار نہیں ہے جس میں دنیا، آخرت اور دنیا و آخرت کے اول تو اس طالب علم نے  
سوال ہی لکھا تھا، حدیث تو یہ ہے لایسحدث فیہما، بعدہ نہ کہ لایسحدث فیہما  
بعدہ، مگر مولانا نے اس پر گفتگو فرمائی، بعدہ خوب آیا دیکھ کر کیا ہم  
نے بھی کیا ہے، چاہے کہ راہ دیکھی کیا تھا، جس میں ناہی ہیں، وہ کسی پھر بھی  
نہیں تھی، اگر پھر دیکھتے، راہ ناہی رہتی، چاہتے تھے معلوم ہوتا تھی،

علماء کے لئے چند رنگینا زیا نصیب

فرمایا، حضرت جید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ شخص معزز ہے کہ  
 مجھے اپنے پکڑے پہنچے ہو، مگر سوال ذکر سے تخلف اسکے جا تا ہے پھر سوال  
 کرے، وہ مسرت نہیں بلکہ صاحب کسی مقام پر جا کر گھر سے اپنی وضع کے آتی  
 ہے، چاند و نور زیب تن، قہقش برآواض، ایک ایک شے سے شے نکلتے، اس سے  
 دور سے دیکھ کر یہ سمجھ جاتا ہے کہ یہ چندہ آگئے، اسے اس میں شکر بھیجے، پھر اس طرح  
 پر کہ سب شیخ صاحب ہیں، عجب باہر آئے، یہ حالت ہوگئی ہے، ان انجانے والوں کی  
 بددلت، سمجھتے تو ہیں کہ توں سے طبیعت نرت ہے، اس کام کے لئے چندہ کی سروس  
 ہے، اس کام کی صرف عام اطلاع کر دینا کافی ہے، اس پر اگر کوئی امداد کرے تو  
 قبول کرتا چاہئے، ورنہ خیر، علماء کو تو ان امراء کے دروازوں پر جا کر ان سے سوالی  
 کہ نہایت ہی پابندی و ذات ہے، اگر علماء چندہ دے گا، اور امتحان ہی پر رسہ نہیں تو یہ  
 امراء خود آگئے اور ان پر آج بھی اور فضول میں سرگشتے کو تیار ہوا جائی۔ (صفحہ ۸۹)

اللہ کی اپنے بندوں پر رحمت

فرمایا: میں نے ایک روایت دیکھی ہے کہ جب بلند نافرمانی کرتے تو آسمان کہتا ہے کہ میں اس پر ٹوٹ پڑوں۔ زمین کہتی ہے کہ میں اسکو گل جاؤں۔ مطلب یہ کہ اسکو فکروں، حقیقی فریاستے ہیں کہ اگر تم اسکو ستارے اور پھر ایسی درخواست کرتے، تب چاہئے، اپنی بنائی ہوئی چیزوں سے محبت ہوئی ہے، کہیں اقتدار کہیں اشعار ادا ہاں انحصار تو ہے نہیں، صرف اختیار ہے، حضرت نوح علیہ السلام کی دعا سے جب قوم غرق ہوئی، نعم ہوا مٹی کے برتن ہوا، مٹی سال تک برقی رہی۔ ۲۔ اگر پھر نعم کہ تو زور۔ دیکھئے مٹی نہ پانے تھے کہ تو زور ہے۔ ۳۔ کہ پھر مرغ ہوا، عرش کیا کہ بہت مرغ ہوا، ارشہ ہوا، دیکھو اپنی بنائی ہوئی چیز سے مٹی محبت کرتی ہے، مگر ہم نے تھہرے کئے سے اپنی مصروفیت کو ہٹا کر دیا۔ (صفحہ ۹)

حب و نیا کے علاج

ایک مسنوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمادہ کہ حب دنیا کے علاج

کیا کہیں، پہلے ہی حدیث پر شبہ کر بیٹھے، شرم نہیں آتی، حمل کر کے دیکھ لیتا، اس پر بھی ہانکی راتی، جب اعتراض کیا ہوتا ہے جو جواب اور میں کئی طریق پر کہتا ہوں کہ حکومت کے قانون میں بھی دوسرے نہیں ہوتا، اسلئے کہ وہاں حیات ہے، اسی طرح عجیب کی باتوں میں بھی دوسرے نہیں ہوتا، اسلئے کہ وہاں حیات ہے، بس دوسرے صرف وہیں میں ہی آتا ہے، یہاں وہاں نہ حیات ہے نہ تحت، نہ یہ دو چیزیں جدا کر دینی دو چیزیں جو دوسرا دوسرے کے میں اس پر گزرتے ہوئے داخل کرنے سے وہاں ہو سکتا ہے، مری مری حقیقت سے ہم نہیں بچ سکتا، بس اس کا پتہ ہی حدیث ہے کہ حق میں نہ تعالیٰ سے حیات یا حیات پیدا کرو اور اس کی حیات و حیات کے پیدا کرنا کمال طریقہ اہل حقیقت و اہل حیات کی صحبت اختیار کرنا ہے، مری صحبت سے بھی کچھ نہیں ہوتا، بلکہ اپنے کو اس کے سپرد کر دو۔ اسی کو مولانا دہلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

قال را بگذارد مرد حال خود چنین مردے کاٹے پائال خود  
(حمل و قال کو چھوڑ کر اپنے اندر حال پیدا کرو اور کسی مرد کمال کے پاس کر اپنے آپ کو فنا کر دو۔) (صفحہ ۱۰۱-۱۰۲ جلد سوم)  
شریت کے اکثر احکامات کے انوار کا  
فصل سے ظاہر ہونا

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں، بعض اشیاء کی خاصیت حمل کرنے کے بعد ظاہر ہوتی ہے، چنانچہ شریعت کے کثیر احکام یہی ہی ہیں کہ ان کے انوار حمل کرنے کے بعد معلوم ہوتے ہیں، جیسے طہیپ کے نسخہ لکھنے کے وقت اسکی حکمت اور اسرار نہیں معلوم ہوتے، بلکہ استعمال کے بعد اسکا نفع معلوم ہوتا ہے۔ (صفحہ ۱۰۱)

دوسرے خداؤں کی نفی کرنا

فرمایا: جہاد کا مرض بھی عام ہو گیا ہے، رات دن لوگ اسی کی فکر میں ہیں کہ کوئی نرا نہ کہے، ان باتوں میں کیا رکھا ہے، کام میں تھو، خدا سے منجھ تعلق پیدا کرنے کی فکر کرو، میں تو کیا کرتا ہوں کہ ایک خدا کو اختیار کر لو، لوگوں نے پچاس

خدا اختیار کر رکھے ہیں، کبھی شمس، کبھی ابرہادی، کبھی قوم، کبھی جہاد، کبھی عزت، کبھی روپیہ، کبھی کچھ، کبھی کچھ، سو سب کو راضی نہیں کر سکتے، ایک کو ہر طرح پر راضی رکھ سکتے ہو، بس ایک کو لیتو۔ (صفحہ ۱۰۱)

کچھ جدید سائنسی حقیقت کے حوالے سے

ایک صاحب نے عرض کیا کہ آجکل یورپ میں اس بات کی کوشش ہو رہی ہے کہ عرب ستاروں تک پہنچیں اور وہاں کے حالات معلوم کریں، فرمایا کہ میں نے بھی ایک اخبار میں دیکھا تھا، میں سے تو بصر پر کچھ تھا کہ میں وہاں ہو گیا، شام ہندوستانی اور کثرت نماؤں کے ساتھ شکر، اکرام، کیونکہ سہو یہ بھی تو ان ہی طبقت کے لئے کر کے مریخ تک پہنچیں گے، مگر حضور قدس صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کو شہر کہتے ہیں، غیب ہے کہ انکی کوئی غیبی نہیں کرتا، جب کہ شریعت کی تحدید پر تیار ہیں۔ ہوائی جہاز کے ذکر پر فرمایا کہ اب حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت پر اعتراض کا جواز نہیں رہا۔ اس پانچ کا کچھ علاج ہے کہ جو یہ کر لیں، وہ ہو جائے اور جو خدا چاہے وہ نہ ہو، کس قدر علم عظیم ہے اور اگر گہری نظر سے دیکھا جائے تو یہ تمام مستحق حق تعالیٰ کی قدرت کے کرشمے ہیں، اس لئے کہ جن باتوں کی یہ ایجاد ہیں، وہ دماغ بھی تو ان کے ہی ہائے ہوئے ہیں، مگر حمل کے دماغ کے پانچوں انداز نہیں سمجھتے، جس کو کہہ کر رہا ہوں کہ یہ لوگ حمل نہیں آ سکتے ہیں، حمل کی ایک بات بھی نہیں، یہ وقت کل (کھانے) کی فکر ہے۔ ان باتوں میں پڑ کر خدا اور آخرت سب کو بھول دیا، ان فرعون ہو گئے، بلکہ اس سے بھی زیادہ، کیونکہ وہ فرعون بے سادہ تھا، یہ فرعون جاہل ہیں، اسلئے ہاں تکمیر کے اس قدر سامان کہاں ہے جو اس کے پاس ہیں۔ (صفحہ ۱۰۲)

مسلمانوں کی کردار کا سلب

نظم کا نہ ہونا ہے

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا: مسلمانوں کی کردار کا سلب انکی چٹکی ہے، اگر ان میں نظم موجود ہو تو پھر دیکھو کیا ہوتا ہے، دوسری قسم، میں

نعم ہے وہ انکی جدت کا سبب نظر آتی ہیں بھلا اللہ مسلمان اس قدر کمزور نہیں، مگر ساری کی غم کی ہے۔ انتقام کے لئے کچھ نہیں ہو سکا، اگر غم ہو تو ساری قومیں اس کو بھیج دیکھا کریں۔ (صفحہ ۱۰۹)

بیعت کو ذریعہ نجات

کہتا تھیں جہل ہے

فرمایا، بیعت کو اگر ضرورت کے درجہ میں سمجھا جائے تو ٹھیک نہیں، اہستہ صحت کا درجہ سمجھنا صحیح ہے، وہ بھی اس وقت جب فرد کام کے لیے تیار ہو (یعنی ذکر و فکر کے ذریعہ وہ عقل میں پہنچے ہو)۔ (صفحہ ۱۰۹) کام کے بغیر مطلق بیعت کو آخرت میں نجات کا ذریعہ سمجھنا، جھٹکا جھٹکا ہے۔ (صفحہ ۱۰۹)

کچھ آداب زندگی

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد کے حوالے سے

ایک نووارد صاحب نے حاضر ہو کر کسی معاملہ میں حضرت والد سے سفارش کی درخواست کی، حضرت والد نے فرمایا کہ سفارش کے متعلق ایک تحریر ملو، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت علیہ السلام کے پاس جانے کا حق تھا کیونکہ آپ کا موم سکھو، آپ حضرت علیہ السلام کے پاس تشریف لے گئے، انہوں نے پوچھا کون، فرمایا موسیٰ، فرمایا بنی اسرائیل کا موسیٰ، پوچھا، کیسے آئے، فرمایا ہل جمعہ تک علی ان تعلق معاد علمت و خدا جنتی میں علوم سیکھنے کے لئے آپ کے ساتھ رہتا جانتا ہوں، اسنے بڑے نبی الو انہوں اور حضرت سے فرماتے ہیں، فی ایسکے میں تمہارے ساتھ رہا ہوں، کچھ علوم سکھا دیجئے، یعنی بات ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے موم کے سامنے حضرت علیہ السلام کے علوم کیا چیز تھے، مگر خیر، جو کچھ بھی تھے، ان کے سیکھنے کی درخواست کی، خیر یہ تو قصہ ہے، مگر انہیں دیکھنا یہ ہے اور کتنی عجیب بات ہے کہ اس گفتگو میں یہ نہیں فرمایا کہ میں خدا کا بھیجا ہوا ہوں، یہ فرماتے تو اہل درجہ کی سفارش ہوتی، سو اس سے یہ معلوم ہو گیا کہ آجکل جو سفارش لکھوانے کا رواج ہے یہ کسی کا نام لینے کا، اس سے بعض اوقات دوسرے پر ہار ہوتا ہے، حق یہ ہے کہ حضرت انبیاء صلیم

السلام ہی حقیقی علوم کے حامل ہیں، دیکھئے یہ ظاہر نہیں فرمایا کہ میں حق تعالیٰ کے ارشاد سے آیا ہوں، کیونکہ یہ سن کر کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے، بھریاؤں و چراغ نہ کرے گئے، آزادی نہ رہے گی، چنانچہ حضرت علیہ السلام نے نہایت آزادی سے شرطیں لگائیں اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بغیر اذن کے کسی کی صحبت سے استفادہ حاصل نہیں کرنا چاہئے، نیز دوسرے کے پاس جا کر یہ نہ کہے کہ میں فلاں شخص کا بھیجا ہوا ہوں۔ (صفحہ ۱)

دین کے سامنے کاموں میں

آسانی کے لئے عقیدہ کی حسب

ایک نووارد صاحب نے عرض کیا کہ حضرت والد سے کوئی ایسا عقیدہ بتاویں، جس سے دین کے سامنے کام آسان ہو جائیں، فرمایا کہ میں تو اخلاقی اور روحانی امراض کا علاج کرنے والا ہوں، عقیدہ بتانے والے اور بیعت سے بھر جاتا ہوں، وہ تک اُن سے پوچھو، یہاں پر تو نفس میں موجود کوٹ اور خرابیاں ہیں جس سے گناہ صادر ہوتے ہیں، ان کا علاج ہوتا ہے اور اللہ اور رسول کے احکام کا اتباع کرایا جاتا ہے۔ (صفحہ ۱۳) حد صوم

مسلمانوں کی کمزوری میں فضول خرچی کے عمل کا دخل ہونا

فرمایا، اس وقت جو مسلمان کمزور نظر آتے ہیں، وہ اس لئے ہیں کہ وہ قوی سب انکس می۔ جس نے نہیں سب کے سامنے مصروف ہے، وہ پہلے کے دین کو قبول نہیں کرتا، پھر ان میں بیانی قوت تھی، وہ قوت نہ پختہ نہ ہوتے تھے ورنہ اس وقت مسلمانوں میں ان کی قوت تو ہے کہ ان میں قوت نہ ہو تو ذمت کے سوا اور کیا ہوگا، اب تو یہ دور ہے، ایک طرف دین مسلمانوں کو اگلے دیا رہے ہیں، دوسری طرف برادران اہل اسلام نے دین کا زیادہ تر سب مسلمانوں کا فضول خرچی میں ہٹا ہوا ہے، جب اللہ تعالیٰ نے وہ نہ کہ وہ حق جو اور دیکھے اختیار میں نہیں، وہ اس کی توجہ کرے کہ اس میں اختیار میں نہیں حرمت میں کی کہ اس میں نہیں، حق جو کام نہ کرے۔ (صفحہ ۱)



لوگوں کی موجودہ بے بسی کی حالت میں تحریک کیا شروع ہو؟

فرمایا، لوگوں کی عدم اشتغال کی حالت دیکھ کر کسی کام کرنے کو کہی یہ چاہے  
اور اور کیا بہت بلا سے کی، معروض کہتے تو ہیں کہ یہ (یعنی مولانا تھانویؒ - مرتبہ)  
کسی کام میں مصروف رہتا، گریہ نہ کرتا تو سارے کام آسان ہوتے۔ میں اپنے  
مگر ان باتوں کو تو حق ہی سمجھتا ہوں، مجھے لوگوں کی حالت کا تجزیہ ہے، میں اپنے  
تجربہ و ادراک سے کہتا ہوں کہ یہ فرائض کر دوں، میں نے ضرور پر فیہ اقد  
میں نہ تھا، میں نے ایک بار ایک روز ہم سے مسجد میں چلے ہو تھے، حاض رہا  
میں، وہ دو گئی تھیں۔ میں نے کہا، وہاں سے غریب شرع کی، مگر میں نے مساجد  
کیا، میں میں میری اس وجہ کی ضرورت شریعت کی چند افراد نے رقم کا قرض لیا تھا،  
رمضان المبارک سے قبل کا واقعہ ہے، اب تک ایک چھپرہ بھی جمع نہیں ہوا، ایک خط  
ادھار کے طور پر سب لوگ کہہ رہے ہیں کہ جو سب سے پہلے سے لوگوں کی ضرورت  
ہے کہ سب لوگ بیت کا تعلق رکھتے ہیں، مگر یہ حالت اسکے خلاف ہے۔

روحانی معنی ہے لیست      مگر روحانی معنی میں ہے۔

(اگر جان مانگو تو حاضر ہے اگر روپیہ مانگو تو اس میں ذرا تردد ہے۔)

کسی غریب کا حق ہے محنت کبھی پاک بننے والے کے سر میں خانہ ل  
واقعت کی وجہ سے مجھے شل کے چندہ سے چند غرت ہے، ٹوٹ بیٹہ کھرے  
کستے ہیں کہ کم سے پور چندہ وصول کیا اور اس تو کسب سے وصول کیا، بیٹہ مانگتے  
میں کیا عزت ہے، مکیں تو امت ہی دت ہے اور اگر ہر سے دائرہ سے کام تو  
یہ دیکھی ہوئی، اکیس کوئی عزت ہے، اگر انکی عزت ہے تو ہر محکمہ کھد دیکھی  
ہی کرد عزت کا کام تو کرنا چاہئے، ایک بہت بڑے ملازم سے میری گفتگو ہوئی،  
تحریک خاص پر کہ یہ جائز نہیں، چوچا کہ کیا دلیل ہے، میں نے حدیث پر ہی الا  
لا یحل مال امریء مسلم الا بطیب نفس سے جتنی کسی سمجھ کاں، انکی  
رضامندی کے بغیر جائز نہیں تو کہتے ہیں، ہاں یہ تو لیکھ ہے، مگر اس وجہ کا حرام  
نہیں، میں نے اس حد میں کہ کھل کو کہے گا کہ اگرچہ مال حرام ہے، مگر اس وجہ کا  
حرام نہیں ہے تو انہی کی شہرہ پر گفتگو تھی اور انکی کو کوش ہو کہ جب اللہ سے مراد

ہیں مریہ کو گرائی نہیں ہوتی، سو اسکا اندازہ ایک حدیث سے لیا سکتا ہے، حضور ﷺ  
 ادراج طہرات سے فرماتے ہیں مجھے اپنے بعد پھر ہر ایک بہت خیال ہے کہ تمہاری  
 خدمت گن کرے گا، غور کرنے کی بات کے کہ سب نے متفق ہوا ہے، یہ بات  
 بعد کسی حدیث ۱۰ اپنے مریہ پر اس طرف متوجہ ہوتا ہے کہ تحریک حاصل ہو مریہ  
 ہوئی، یا سب سے کسی کا، نیز حضور کا یہ خیال ہے کہ ہزاروں میں سے کم ایسے  
 ہوتے، جو خدمت نہیں کرے، اور جس سے کہ کسی کا سارا حق، قرآن طایفہ  
 حضور ﷺ کے ہیں یا نہ علم فرما لے۔ (سنو ۱۲۳۳، ص ۲۴)

ایمان پر عمل کرنے سے

راستوں کا کھلتے جاتا

فرمایا، آجکل لوگوں کو دین سے ورثت ہے، اس کا سبب مثال اسنی ہے۔ اگر  
مطمیع و طلب صادق ہو تو دین میں کوئی دشواری اور گھٹی پیش نہیں آ سکتی۔ مجھے تو اس  
پر اس قدر شرح ضرور حاصل ہے کہ میں اس پر قسم کھا سکتا ہوں کہ دین میں جو بھی  
دشواریں نظر آتی ہیں، ان میں شرعاً کوئی پرہیز نہیں ہے۔ میں نے کئی مرتبہ اس اور حد  
و تحریم کو فراموش کیا ہوں کہ ساری دشواریاں دور ہیں، میں اس مسئلہ میں ایک مثال  
دیتا رہتا ہوں کہ جنگل میں دیکھا ہوگا یا کسی پتہ سرگرم پر کہ راستہ کے دونوں طرف  
درخت ہوتے ہیں اور دور سے غمراہ ہے یہ معصوم ہوتا ہے کہ گے چل کر  
دونوں طرف سے درخت ہوتے ہیں میں نے ہونے میں دور راستہ ہے، اب اگر فرد  
میں انھیں ہر اس دور سے دور راستہ نہ ہے، جس میں انھوں نے کیسے پہنچنا چاہا  
جانتے اور سے کہتا ہے کہ بہت تک سے دور ہے وہاں تک تو چلو اور کیا پھر  
کے دین میں اب وہاں پہنچ کر جس راستہ کو چاہتے تھے، اتنا ہی اور راستہ بھی نکال  
ہو سکتا ہے۔ لیکن، کام میں گیا، جب تک چلتا شروع کرتا ہے، تو، سہولت تک راستہ میں  
غیر آتا ہے، اگر چلتا شروع کر دو، درخت اور یہ خود غمراہ سے پہنچنے میں سے  
اور دین میں وہ پہاڑ تھے ہی نہیں، غمراہ خیال اور وہم تھا۔ اسی کو فراموش ہے۔

اسے فصل کی چوٹی ۱۶۰ فٹ ہے      جو کہ ہر اقدہ نمونہ ہے  
(اسے لکھل (اور جیم جیم لکھل) یہاں سے لے کر اچھا نہیں ہے اس کے گرد)

کے کر دُشمن کے اور کچھ نہیں ہے۔  
 طلبِ بہت پر جو غصوں کیساتھ ہو بڑے بڑے پہڑ ہوا، منوڑا ہو کر میدان  
 بن جاتے ہیں۔ (صفحہ ۱۴۲)

انگریزی پڑھنے والوں کے لئے

• سونین کی حفاظت کی صورت

فرمایا میں نے ایک خط میں کہا تھا کہ میں انگریزی پڑھنے کو روکتا نہیں، اگر  
 ضرورت ہو چار دن میں یہ کتاب ختم ہو جائے۔ مگر یہ خط سب نے دیکھا، بہت  
 دین کی حفاظت کرنا، ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے، سوائے اس کی ایک صورت بیان  
 کرنا ہوں کہ انگریزی پڑھکر بھی دین کی حفاظت کس صورت میں یہ ہے کہ  
 تصدیق کے لئے زمانہ میں صرف حدیثِ عرب میں صرف کرو، اس میں صرف حدیثِ عرب  
 اللہ کی صحبت میں صرف کرو یہ صحبت بلائی چیز ہے، اس صورت میں دین محفوظ رہے  
 گا اور دین انگریزی کا تہیہ ہوتا ہے جسے ایسا ہیہ ایک قصہ ہے کہ وہاں نے  
 رہنے والے ایک ڈپٹی صاحب تھے، اُن کے باپ پرانی وضع کے مادہ حراج گاڑھا  
 پڑا تھے، وہ اپنے بیٹے سے انکی خدمت کی جگہ ملے گئے، ان کے دوست اصحاب  
 نے پوچھا کہ آپ کی تعریف، اسے باپ کہتے ہوئے گا، آئی، کہتے ہیں کہ یہ ہمارے  
 پڑوسی ہیں، اُن بڑے میاں نے کہا کہ یہ مجھے ہے، میں اس کی دل کا پڑوسی ہوں،  
 وہ میری مجلس میں را کرتی ہے، لوگ کچھ گئے کہ بڑے میاں ڈپٹی صاحب کے باپ  
 ہیں، ایک اور واقعہ ہے، ایک صاحب ولایت سے امتحان پاس کر کے آئے، باپ  
 سے ملنے کو مصافحہ کرتے وقت پوچھا کہ اوپر دعا تم اچھا ہے، (انگریزی پڑھنے اور  
 اس عمل میں رہنے کے بعد) ادب کا تو نام نہیں رہتا۔ (صفحہ ۱۴۲ حصہ سوم)

سائیکس کی مدد کے سلسلہ میں

سر سید احمد خان کا ایک واقعہ

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آج کل سائیکس سوان کہتے پھرتے ہیں،  
 بظاہر نہایت محترم اور دین کے ہوتے ہیں ان کو کچھ دینا چاہئے یا نہیں، فرمایا

نہیں، آج کل تو لوگوں نے مانگنے کا پیشہ بنا لیا ہے، اس پر ایک سائیکس کا قصہ بیان  
 فرمایا کہ مجھ سے ایک صاحب نے بروایت حسن الملک کے بیان کیا کہ سر سید احمد  
 خان اپنی کوئی مجلس میں بیٹھے تھے، انکس ششہ کے بیٹا تھے، ایک شخص بیٹوں میں سے  
 نظر آیا، نہایت بوسیدہ اور پیلے کپڑے پہنے ہوئے کوٹھی سے باہر آ کر بیٹھا، سر سید  
 شیشہ کی دھڑیوں سے اسے دیکھ رہے تھے، محسن الملک بھی سر سید احمد خان کے پاس  
 بیٹھے ہوئے تھے، سر سید نے اُن سے کہا کہ دیکھو یہ ایک عسکر سائیکس ہے اور اب اپنا  
 لباس بدلے گا اور پھر آ کر سوال کرے گا، مگر میں اس کو ایک کوزی نہ دوں گا، ایسا ہی ہوا  
 اُس نے اپنی ٹھٹھی میں سے چم، غلام، اور شیشہ نکال کر دیکھ کر کوٹھی پر آیا، وہ  
 دھنگ دی دروازہ کھلا، اس نے اندر داخل ہو کر سلام کیا، اُسوقت سر سید احمد خان  
 لیٹے ہوئے تھے، اسے نہایت بے رخی سے جواب دیا اور بیٹھے ہی نہیں، اُس نے ایک  
 کوزی پر بیٹھ کر کہا کہ مجھے طلب ضرورت ہے، حاجت چاہت ہوں، سر سید اسی طرح  
 سے اٹھ کھڑے ہوئے، اور اُس شخص کی دربار سے نکلا کہ میں حضرت شاہ  
 غلام علی صاحب (فتنہ دہلی سلسلہ کے بہت بڑے بزرگ جس سے ترکی میں فتنہ دہلی  
 سلسلہ فروغ پذیر ہوا ہے۔ مرعوب) کا دیکھنے والا ہوں، اُنکا یہ کہنا تھا کہ سر سید احمد  
 خان بہت بظاہر اب کے ساتھ اُنھ کو سیدھے بیٹھے گئے، وہ جو عادت بیان کرتا رہا  
 سر سید بہت قوت سے سنتے رہے، پھر اُنکے لئے نہایت ادب و احترام کے ساتھ کھانا  
 منگوا کر رکھا، یہ سب دیکھ کر سر سید نے کہا کہ یہ شخص سائیکس ہے، چپ و چلا گیا تو محسن الملک نے  
 پوچھا کہ یہ کیا تھا، سر سید نے جواب دیا کہ یہ شخص عسکر سائیکس ہے، پیشہ دار ہے،  
 کوئی کوزی نہ دے گا، جب اسے اپنے مقصد سے، جیسے اس نے چاہا، ترک کر دیا، ترک کر دیا  
 کہ یہ کیا ہوئی تھی، سر سید نے جواب دیا کہ یہ شخص سائیکس ہے، اس نے کہا کہ  
 گریہ اُسوقت چلائی تھی طلب کرتا تو میں بدلتا، حضرت شاہ صاحب کی سفارش  
 حکمت تھی کہ عام سن کر از خود دینی کیفیت جاری نہ کی۔ (صفحہ ۱۴۳)

مشورے دینے والوں کا کام کے وقت بھاگ چاہئے

فرمایا، کہہ دینا بہت آسان ہے، مگر جب کچھ کام کا وقت آتا ہے تو سب کام

سے راہ فرار اختیار کرتے ہیں۔ یہ مرض نوجوانوں میں زیادہ ہے۔ مجھے جب کوئی مشورہ دیتا ہے تو میں قبول کر کے ایسا طریقہ عمل بناتا ہوں، جس سے ان کو بھی کچھ کام کرتا پڑے، اگرچہ وہ کام آسان ہی ہوتا ہے مگر سب فرار ہوجاتے ہیں۔ (صفحہ ۱۳۲)

بزرگوں کی عظمت سے دین میں دسوخ کا پیدا ہونا

فرمایا، بزرگوں کی عظمت قلب موجود ہو تو اس سے نور پیدا ہوتا ہے، ایمان قوی ہوتا ہے اور دین میں دسوخ پیدا ہوتا ہے۔ (صفحہ ۱۳۲)

سلسلہ تشکیک کی ایک خصوصیت

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میں علوم کے سلسلہ میں تشکیک کا عقیدہ ہوں میں بڑے بڑے علماء اور مشائخ میں تشکیک سے نہیں ہوتے۔ لہذا وہ بزرگوں میں زیادہ ہیں یہ بات اسرار میں اس درجہ کی نہیں۔ (صفحہ ۱۳۲)

اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت کی پریشانیوں سے بچائے

فرمایا، اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں پریشانیوں سے بچائے، دنیا کی وہ پریشانی چاہے قلت مال سے ہو یا صحت کی خرابی سے ہو یا اولاد کی نافرمانی سے ہو۔ اور آخرت کی پریشانی تو کچھ ہے کہ صرف عصیت سے ہے، اللہ تعالیٰ سب سے بچائے۔ (صفحہ ۱۳۲)

حضرت مولانا محمود الحسنؒ کی فکر مندی

فرمایا، مجھے یہ حکایت ایک مستر ذریعہ سے معلوم ہوئی کہ حضرت مولانا دین بزدی رمت اللہ علیہ جس وقت مانا میں تشریف فرما تھے، ایک روز بیٹھے ہوئے رو رہے تھے، ساجین نے پوچھا کہ کیا حضرت گھبراتے ہیں۔ یہ وہ کئے کہ حضرت کو گھر بار یاد آ رہا ہوگا یا جان جانے کا خوف ہوگا، فرمایا میں اس وجہ سے نہیں رو رہا ہوں، جو تم سمجھے ہو بلکہ اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں، یہ اللہ ہاں متقبل بھی ہے یا نہیں۔ (صفحہ ۱۳۳)

اللہ کے محبوب ہونے کا مراقبہ

فرمایا، جب بندہ نافرمانی کرتا ہے تو آسان کہتا ہے کہ میں اس پر مگر جاؤں زمین سختی سے کہ میں سلاسل پہاں، فرشتے کہتے ہیں کہ تم اس کو جاکر کہو، حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم نے اس کو پہنچا نہیں، اس وجہ سے ایسا کہتے ہو، میں نے بتایا ہے، اس کی قدر میں جاؤں، اللہ کی کس قدر رحمت ہے، اور اپنے بندوں سے کس قدر محبت ہے، میں نے اس سے استہزاء کر کے ایک بار دوستوں سے کہا تھا کہ خدا اللہ اپنے محبوب ہو کر مراقبہ کیا کرو، اس سے بڑا نفع ہوگا، کیونکہ اس سے تہیہ سے اس میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جاتی، پھر نبی مرقم سے ایک کتاب میں بھی دیکھو، ایک بار گئے بھی ملے لکھا ہے، اس وقت، ناصر دہلوی خوش ہو کر جو چیز قلب میں آتی ہے اللہ اللہ اکی تائبہ بزرگوں سے بھی نکل آتی ہے میں اس میں حتی قیہ اور لگایا کرتا ہوں کہ صاحب مراقبہ شریف طبیعت کا ہو، ورنہ وہ بُرا اثر قبول کرے گا کہ جب باز پیدا ہوگا اور حقل بھی۔ (صفحہ ۱۳۳)

محض بچپنوں سے

مسلمانوں کے حالات میں بھڑکی کی کاوش کا ہونا

فرمایا، آج کل لوگ یہ چاہتے ہیں کہ بچپنوں یا غفلت سے مسلمانوں کی حالت میں بھڑکی پیدا ہو کر پڑے، ایسی بات ہے، مگر عملی کام کے بغیر نہ بھڑکی اور بچپنوں سے بھڑکی کی صورت پیدا نہیں ہو سکتی۔ (صفحہ ۱۳۳ جلد سوم)

دوسری قوموں کے علوم کی حقیقت

فرمایا، علوم میں ساری دنیا مسلمانوں کی محتاج ہے اور ہمیشہ سے رہی ہے، دوسری قوموں کا علوم سے عدم متابعت کے سلسلہ میں ایک واقعہ بیان فرمایا کہ مولوی نور الحسن صاحب کاغذ مطبوعہ سے ایک انگریز نے سوال کیا، مولوی صاحب نے سوال کو ہمیں سمجھ کر جواب میں بطور تجسّر کہ دیا، رنگ، پس قابلیہ، ان میں سب نے مولوی صاحب کی انگریز سے طاقت کرانے کی کوشش کی تھی، ان سے مولوی صاحب نے کہا کہ یہ کیا روایت آدمی سے کیا حرکت کی، وہ کہتے تھے، وہ انگریز

مجھ سے کہتا تھا کہ مولوی صاحب بہت بڑا عالم ہے، ہم نے ان سے پوچھ لیا کہ  
دو پائے ٹنگ کہاں سے لگے ہیں، انہوں نے کہا کہ پہاڑوں سے، انہی سے ہے دوسری  
قوموں کے جسم کی حقیقت اور حریر یہ تو محض سکہ دیکھی، جو حقیقتات ان کے یہاں  
ایسے ناز ہیں، وہ بھی اسلامی علوم کے سامنے گھٹل لیجر ہے۔ (صفحہ ۱۳۳)

ایک ہندو کے پیام کے جواب میں

فرمایا، ایک معزز ہندو نے ایک شخص کے ذریعے کہلا بھیجا تھا کہ میں اپنے  
دعوت کی تعلیم پر پورا پورا کوشش کروں، مگر قلب کو اطمینان نہیں ملتا، مذہب ہی رہتا  
ہے، دعا کیجئے کہ مجھ پر حق واضح ہو جائے اور کوئی چیز مجھ سے کو بھی نہ جھوٹے، میں  
نے کہا، بیچو کہ اھل الصراط المستقیم کھڑے ہو جاؤ، ایک بات اور کہلا  
کر بھیجئے کہ ارادہ ہے، وہ یہ کہ تم نے وہاں تو پورا پورا کوشش کی، اطمینان  
حاصل نہیں ہوتا، اور یہاں بغیر عمل کے محتاج کرنا چاہتے ہو اس پر چاہا پائے  
مجھ نے یہاں تلاوت قرآن، روز وغیرہ کر کے دیکھا، اگر پھر بھی اطمینان نہ ہو تو پھر  
اطلاع کرو اور اللہ تعالیٰ تمہیں کہ اطمینان نہ ہو ہی کو موصوفہ کرتے ہیں۔

پتہ کیجئے ہے دوسرے دام نیست جز غفلت کاو حق آرام نیست  
(دینا کا کوئی گونہ بغیر غفلت کے نہیں ہے۔ غفلت کاو حق میں ہی آرام ہے۔)  
وہاں تو عمل اور یہاں محض ذہنی، اسکا کیا اثر ہو۔ (صفحہ ۱۳۵) (یعنی ہندو مت  
میں عمل کر کے دیکھا اور یہاں محض ذہنی یا تخیل۔ عرب)

اسلامی احکام میں

تکلیفیں اور اسرار معلوم کرنے کا عرض

فرمایا، آج کل ہر قسم کی تکلیفیں اور اسرار معلوم کرنے کا عرض عام ہو گیا ہے اور  
یہ سبق زیادہ تر تجزیوں سے لوگوں نے حاصل کیا ہے، اس سے بچنا چاہئے۔ حضرت  
محمد صاحب کا قول ہے کہ احکام میں شکوں اور اسرار کا تلاش کرنا مرادف ہے انکار  
نہت کا، یہ نبی کا بیان نہیں ہے بلکہ حکمت کا اتباع ہے، جب نبی کو نبی مان لیا، پھر  
لم۔ کیف۔ کیسے؟ کیا؟ تو یہ ہے کہ اسلام کے چاروں حقوق اسی وقت ادا ہوتے ہیں

جب اللہ سے عقل کا حلق قائم ہو۔ جسے بغیر غفلت ہی حلال رہتا ہے، اگرچہ غفلت کا  
مقابلہ اللہ ہی ہے۔ (صفحہ ۱۳۸ جلد سوم)

دراغیوں کا مالداروں سے تعلقات کا ہونا

فرمایا، آج کل دروغوں کی دہشتیں ہیں، ایک حق پر گامزن دوسرے باطل پر۔  
حق پر گامزن ہونے والوں کی بھی دہشتیں ہیں، ایک شخص دوسرے غیر محقق، ہاشنام  
محققین کے کہتا ہوں کہ آج محقق بھی کوشش کرتے ہیں کہ امراء سے ان کا تعلق قائم  
ہو کرچے گی، نیت بُری نہیں ہونا، بلکہ وہ اہل حق ہیں، کاغذ دیکھیں، مگر پھر بھی وہ  
مالداروں سے تعلق کے لئے کوشاں ہیں، اس لئے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب  
رحمت رحمہ اللہ اس سے بہت سختی سے منع کرتے تھے، لوگوں کو معلوم نہیں کہ مالداروں  
سے تعلقات رکھنے میں اگرچہ حجب دنیا دہی ہو، جب بھی بڑی غریبی ہے، جس کا  
کڑا مشاہدہ ہو رہا ہے اور یہ سب بات ہے کہ حق سمیرت کے ساتھ اس کو ہر شخص  
نہیں سمجھ سکتا، ایک صاحب کے اس سوال پر کہ اگر کسی جائز مصیبت کیلئے مالداروں  
سے تعلق رکھنا جائز ہے تو کیا حرج ہے، فرمایا کہ تسلیم فرماؤ کہ ہر پرہیزگار سے بہت  
بہتر ہوتی، مثلاً اگرچہ کھانا چاہئے، مگر حلیف الایمان کو اس سے عقلی طور پر  
براہمت ہے، اکثر دوسرے بھی مالداروں سے تعلق کا رجحان رکھتے ہیں،  
ان کے مقابلہ اور نسبت بُری نہیں، مگر اس کا انجام دیکھ کر مجھے تو اس طریقہ  
کار سے طبع نفرت ہے۔ (صفحہ ۲۲۸)

(عرب عرض کرتا ہے۔ مالداروں میں مال کی بہتات کی وجہ سے اپنی طرف  
متوجہ کرنے کی کشش موجود ہے، جتنی سوائی بھی اگر شعوری طور پر اس سے قرب  
حاصل کرنے کی قہر کرے گا، اور اس کے سے وہاں دیکھا تو اس کے حوسہ سے ہی  
کے بٹری تھانے جو چھوڑوں سے دسپہ اور گروہ ہو جاسکتے ہیں، وہ ابھر کر سامنے  
آئیں گے، اس لئے اس سے مشورہ ہے کہ بروہی کے معصوب پر نافرمانی، مالداروں  
سے قرب کی وجہ سے مال کی فکر سے مطلوب ہو گئے، اگرچہ مالداروں کی طلب کی وجہ  
سے ان کی ذات سے ان کو فیض بھی مل رہا ہے، لیکن ان کا اپنا اغراض اور قرب حق

خبر ہوئی ہے، اس لئے ان معاذ میں انکار بزرگوں کا لگ بھگ جتنا ہے۔ (حزب)  
حضرت عیسیٰ صاحبؑ کا ایک غیر متعلقہ کے ساتھ موصوف

فرمایا، حضرت عیسیٰ صاحب رحمت اللہ علیہ سے ایک غیر متعلقہ نے بیعت کی  
اور خواست کی اور یہ بھی شرط لگائی کہ میں غیر متعلقہ ہی رہوں گا، حضرت نے منظور  
فرمایا اور اللہ کا جام بتایا، حضرت، ذکر کے حاشیہ تھے، یہ چاہتے تھے کہ ساری دنیا  
ذکر اللہ میں لگ جائے، چاہے کوئی غیر متعلقہ ہو، مقلد ہو، وہابی ہو، مطلب یہ تھا کہ  
ذکر نہیں، سب کی حق تعالیٰ سے فطرت دور ہو، اسی وجہ سے حضرت نے اس  
غیر متعلقہ کو بھی بیعت کر کے کچھ تقسیم فرما دیا، ایک دو روز کے بعد کسی نے حضرت کو  
بتایا کہ آپ کی برکت سے اس نے غیر متعلقہ سے توبہ کر لی ہے، آئین ہا انکھر در  
روح یدین سب چھوڑ دیا ہے، حضرت نے اسے بلا کر روایات فرمایا کہ تم نے آئین  
بجھ کر اور روح یدین وغیرہ چھوڑ دیا، عرض کیا، ہاں، حضرت، سب چھوڑ دیا ہے، فرمایا،  
آخر خود تہا ہی تحقیق، ارے دلی ہے تو میں حراست نہیں کرتا، کیونکہ ہم ہر وہ دم  
روح بھی منت سے اور یہ چیزیں میرے تعلق کی وجہ سے چھوڑی ہیں اور منت کی  
مابقی عمل کو سمجھتے ہو تو میں ترک منت کا دوسرا اپنے ذمہ نہیں جتا، بھانہ، کیا شام  
ہے تحقیق کی، ہاں یہ حضرت میں، ہم ان کی گھنٹی میں آئے، عاتق سے، یہ تحقیق ہی کی  
شام ہو گئی ہے اور میری حق تو قیامت تک بھی جی رحمت حق رہیں کر سکتے، حضرت  
نے فرمایا، نہ بد ہوتی تھے، تحقیق کی میں شام ہوتی ہے۔ (صفحہ ۱۳۳)

محققین کی طرف سے

ہونے والی حضرت حق کا عبادت ہوا

فرمایا، محققین نے کئی مسائل میں جتنے دعوے کئے ہیں، ان میں بعض پر  
تخلیص نہیں کرنا چاہئے، مثلاً وہ کہتے ہیں کہ روایت ہے کہ عیسیٰ ہوئی، بے جہت ہوئی،  
اس میں معاذ کا توبہ ہے یہ تھا کہ کیا غیر مسلم ہوئی، واللہ اعلم، ان تفصیلات کی وجہ  
سے بعض حقائق، اس محققین کے پیچھے نہ جا رہے کہ وہ کہتے ہیں، جیسے بدعتی کے  
پیچھے، مگر الحمد للہ، ہماری سمجھ میں اس کا فیصلہ آ گیا ہے، وہ یہ ہے کہ اگر ان تفصیلات کو

بائبل فرقوں کے دعووں کے متصادم شائع کے درجہ میں رکھا جائے، دعویٰ نہ کیا  
جائے، اگر بصورت دعوے ہوں، مگر دعویٰ کا مقصد نہ ہو تو بدعت نہیں اور واقعی دعویٰ  
خطرناک چیز ہے، میں تو اسی توبہ کی بناء پر محققین کا جید متفق ہوں کہ انہوں نے  
حق کی بڑی نصرت کی ہے اور یہ نصرت بڑی عبادت ہے۔ (صفحہ ۱۳۴ جلد سوم)  
شیخ چاہنے والوں کو سب کچھ سمجھنا

فرمایا، بائبل اعتقاد قضا کا بہت غلبہ ہے، شیخ چلائے والوں کو سمجھتے ہیں کہ  
سب کچھ ان کے جہنم میں ہے، جہاں توبہ دیا یا دم کر دیا، اس آرام ہو گیا، عیب  
کے یہاں سے لڑا کر بھی نہیں سمجھتے کہ ایک ہی توبہ جبراً آرام ہو جائے گا، وہاں  
تو کہتے ہیں کہ کوئی نہیں ہے، کم تر کہ میں تو توبہ نہیں، چار صدیوں سے، تک  
صاحب نے عرض کیا کہ حضرت، بزرگوں نے حسن اعتقاد کی وجہ سے ظالم اپنے سمجھتے  
ہوئے، فرمایا کہ یہ حسن اعتقاد ہمیشہ شریعت کے خلاف ہونے کی وجہ سے اعتقادی  
قضا ہے۔ (صفحہ ۱۳۴)

دشمن وقت انش کا مثالی کردار

فرمایا، حضرت نقب الدین غنیہؒ کا کی نے عجیب بات فرمائی تھی، میں اندین  
انش سے چند دہائیوں کا فاصلہ تھا کہ آپ کی خدمت میں بھیجا کہ یہ آپ کی  
خدا ہے حرجات اپنے تئیں کر دیا کہ ہے، اُسکے جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا  
کہ ہمیں تو تم سے محبت ہے، وہ تم سمجھتے تھے کہ ہمیں بھی ہمارے ساتھ محبت ہوگی، مگر  
انہوں نے ہمارا خیال غلط تھا، ہمارے محبت ہوتی تو ہمارے لئے ایک نئے تجربہ  
نہ کرتے، جو اللہ کی مغفوت ہے، یعنی دنیا، آخر یہ تو بدوش تھے، مگر سوت کے  
ملاطین کی حالت سنئے، نقب الدین صاحبؒ کی کا نظارہ کا اقلاد وہ تو آپ نے  
محبت فرمائی کہ یہ ہے ہمارا دل، وہ ہمیں چاہئے، اس پہرے میں شمس موجد  
ہوں، ایک تو یہ کہ ہمیں کسی فیہرم پر نظر نہ کی ہو اور دوسرے مصر کی ما کی مستط  
چار دہائیں تھانہ وہاں تیسری شرط یاد نہیں رہی، اسوقت جہاد پر بڑے بڑے علماء  
اور مثلاً نظام کا مجمع تھا، خادم نے اس وصیت کا اعلان کیا، کوئی بھی آگے نہ آیا،

ہذا فرسطان محسن الدین نے کہا کہ آج حضرت قلب الدینؒ نے مجھے رسوا کیا،  
الہدایۃ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ دولت نصیب کی ہے اور نماز پڑھائی، یہ اسوقت کے  
سراپوں کی حالت تھی۔ پھر فرمایا کہ ان بزرگوں کے انکار کے وقت میری حالت قابو  
میں تکی راقی تھی، ان حضرت کیساتھ عشق کا درجہ ہے درپردہ عشق کا سبب یہ ہے کہ غیب  
محبت کے باوجود وہ حدود شریعت کا پوری طرح لحاظ کرتے تھے۔ (صفحہ ۲۵)

حضرت کلام الدین اولیاء اور وقت کے

قاضی کا عجیب واقعہ

فرمایا، محقق چونکہ بڑا عالم ہوتا ہے، اسکی نظر وسیع ہوتی ہے، اسنے شراری  
مواقع کے علاوہ سب میں تشدد نہیں رہتا، وہ کلمہ سوتیل پر وحید ہوتا ہے، قاضی  
ضیاء الدین نے مئی رحمت اللہ علیہ مصنف صاحب کا ایک واقعہ سنا ہے، وہ  
واقعہ حضرت سعد نظام الدین صاحب کے ساتھ ہو گیا ہے، وہ یہ ہے کہ قاضی ضیاء  
الدین صاحب سلطان کی کو سار سے مع فرماتے تھے، ایک بار سلطان کی نے ظاہر  
حال میں قاضی صاحب کی حاضری کے وقت قواس کو ارشاد کیا کہ سار شروع ہو  
ہو، سار شروع ہوتے ہی سلطان کی نے اپنے ساتھ کھڑے ہو گئے، قاضی صاحب نے  
ہاتھ پکڑ کر بٹھو دیا، سلطان کی دوبارہ کھڑے ہوئے، پھر قاضی صاحب نے بٹھایا،  
سلطان کی نے نہ کھڑے ہوئے قاضی صاحب بٹھو نہ چاہتے تھے، مگر قواسی ہاتھ  
پکڑ کر کھڑے ہوئے، جب وہ کیفیت دور ہوئی تو قاضی صاحب نے فرمایا، پھر  
آکر احتساب کروں گا، کسی نے قاضی صاحب سے اس کا راز پوچھا تو فرمایا، جب پہلی  
بار کھڑے ہوئے تو ان کی روح آسلا دنیا تک پہنچی، میں نے اسے وہاں سے  
وہیں لا کر بٹھایا، دوسری بار، حق العرش تک پہنچے، میں اسے وہاں سے بھی لوٹا  
نایا، تیسری بار فوق العرش پر پہنچے، میں نے چاہا تو پاؤں خاکہ جہاں نے مجھے  
روک دیا کہ میں صرف نظام الدین کے قدم جا سکتے ہیں، تم نہیں جا سکتے، وہاں ار  
جہاں دیکھو کہ میں ہاتھ پکڑ کر کھڑا ہو گیا، میں ہر جہاں کے سامنے تھوڑا لی کھڑا ہو  
دیکھئے، شریعت کا کس قدر اہتمام کیا۔ (صفحہ ۲۵)

کفر اور بدعت والوں کے مقابلہ کے وقت لاکھڑی

فرمایا، جو ملازمیں باپ کر ہیں، ان میں خرابی ضرور ہے، مگر جس شخص کو چاہز  
بدعت نہ ملے، اس کے لئے اسے چھوڑ دینے میں سب بات کا حشر ہے کہ کہیں  
وہ افلاس میں مبتلا نہ ہو جائے، بعض اوقات کفر تکبر کی نوبت آ جاتی ہے تو یہ معصیت  
کفر کی معاذ ہو جاتی، اس معاذ پر ایک چیز یاد آگئی، کان پور کے علاقہ میں ایک  
گاؤں گجھیر کے نام سے ہے، وہاں پر ایک مسلمان رئیس تھا، اس کا نام ادھار گجھ  
تھا، میں نے سنا کہ اس گاؤں کے لوگ آریہ ہوئے اگلے ہیں، چند لوگوں کی جماعت  
لے کر میں وہاں گیا، ادھار گجھ سے ملاقات ہوئی ان سے اسکا ذکر آیا تو اس نے  
جواب میں کہا کہ ہم آریہ کس طرح ہو سکتے ہیں، ہمارے یہاں تو تحریر ہوتا ہے، میں  
نے کہا کہ تو یہ بدعت عامت چھوڑنا، بعد میں بعض لوگوں نے مجھ پر اعتراض کیا کہ میں  
نے اسے تحریر نہ چھوڑنے کا کہا، میں نے کہا، تم نے غور نہیں کیا، یہ شخص جب تک  
تحریر بنایا، کافر ہو گا، تو یہ بیچک معصیت اور بدعت ہے، مگر اس کے سننے کو یہ  
معصیت اور بدعت کفر سے بچاؤ کا ذریعہ ہے۔ (صفحہ ۲۶)

اہل تصحیح اور اہل جنو کی

لڑائی کا اسلام اور کفر کی لڑائی کا ہونا

فرمایا، حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمت اللہ علیہ ایک زمانہ میں امیر  
تحریف رکھتے تھے، اللہ سے شکر و کرم میں ایک مقام پر تقریر، روں اور ہندوؤں  
میں بھڑکا ہو گیا، وہاں کے سنی فاضل نے علماء سے استخفاء کیا کہ ہندوؤں اور تقریر  
داروں کا بھڑکا ہے، ہمیں کیا کرنا چاہئے، اس نے جواب دیا کہ کفر اور بدعت کی  
لڑائی ہے، جنہیں لگ کر رہنا چاہئے، پھر وہ مسلمانانہ محمد یعقوب سے پاس مسئلہ  
در بدعت کرنے کے لئے آئے، حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمت اللہ علیہ نے  
فرمایا کہ یہ بدعت در کفر کی لڑائی نہیں ہے، بلکہ اسلام اور کفر کی لڑائی ہے، کفر  
بدعت کچھ کر توڑا مقصد کر رہے ہیں وہ در اسلام کی شہرت بھگوان مقصد کر رہے ہیں، ان  
ہندوؤں کا مقصد کفر و فحشہ سارے مسلمان تھے ہو کر لڑے، انہیں فتح ہوئی تو ان

جی وہ دیکھتے تھے ہم، اور عقل کی ضرورت ہے، معاد کے صرف یہی پہلو نظر میں کرنا چاہئے۔ (صفحہ ۲۰)

تحریک خلافت کے حوالے سے ایک اہم واقعہ

فرمایا، ایک مولوی صاحب سے گفتگو ہوئی، میں نے کہا کہ دوسری بات تو بعد میں ہوگی، پہلے توبہ کی سخت کو اسلامی سخت تو ثابت کر دیجئے، اس کے بعد دوسروں کو ان کی نصرت کی ترغیب دیجئے گا اور میں نے اسے پوچھا کہ یہ بتائیے کہ مجبور کفر اور اسلام کا کیا ہوگا، کہا کہ کفر، میں نے کہا کہ آپ یہ قاعدہ کہ ترکوں کی حکومت جو اس وقت ہے، وہ شخص ہے یا بھڑی، کہا بھڑی، میں نے کہا اس میں جو پارلیمنٹ ہے، دو کفار اور مسلمانوں سے مرکب ہے یا نہ اس مسلمانوں کی جماعت ہے، کہا کہ مسلم اور کافروں کی مشترک ہے، میں نے کہا کہ اس کا مجموعہ کیا ہوا، پھر نصرت کیسی، کیا ہم سے غیر اسلامی سخت کی نصرت کرتے رہے، وہ نصرت ردودہ کئے، کہنے لگے کہ یہ تو کچھ اور ہی تھا، سارے بتا دیا نصرتی منہم ہوگی، میں نے کہا کہ اگر آپ جواب نہ دے سکیں تو اپنے علم اور لیزروں سے پوچھکر اس کا جواب دو، وہ بچارے خاموش رہے، میں نے کہا کہ چاہے جن کو مخالف سمجھتے ہو اور خشک طاقت کہتے ہو، اس کا جواب بھی انہی کے پاس ہے، ہم کہتے کہ اس کے باوجود ان کی نصرت واجب ہے، اسنے کہ کفار تو اسکو اسلامی سختی سمجھ کر ہی مقابلہ کر رہے ہیں، اسے نصرت ترک کی نصرت کرنا، اسلام اور مسلمانوں کی نصرت کرنا ہے، اس پر وہ بعد خوش ہوئے اور دعا میں دینی اور خوشی میں مجھے کچھ نقد خزانہ بھی دی۔ (صفحہ ۲۱ جلد سوم)

حضرت مولانا محمود الحسن سے میری شکایت اور ان کا جواب

فرمایا، بعض لوگوں نے اس زمانہ تحریک میں میری شکایت حضرت مولانا دین بادی رحمت اللہ علیہ سے کی کہ وہ اس تحریک میں شریک نہیں، حضرت مولانا نے فرمایا، ہمیں اس پر کچھ اثر ہے کہ یہی بات شہیت بھی ہم میں موجود ہے جس سے سارے احمدستان جگہ دنیا کی پرواہ نہ کی، اس کی دماغ میں جو چیز حق ہے، وہ اس پر استغفار سے قائم ہے اس نے کسی کے ہوا یا اثر کو ذرا برابر بھی حق کے مقابلہ

میں قبول نہ کیا، پھر تحریک ختم ہونے کے بعد کثرت سے لوگوں کے معافی کے خطوط آئے، میں نے لکھا یا کہ معافی کے حلق تو خدیں، قبول غالب۔

مفتیہ جگہ کنارہ پہ آگاہ غالب، خدا سے کیا قسم و جور ڈھنڈا کیے

(صفحہ ۲۲)

توبہ قبول ہونے کی بڑی علامت

فرمایا، حضرت سلطان نظام الدین قدس سرہ کا مقود میں نے خود دیکھا ہے، فرماتے ہیں کہ جس گناہ سے فرد نے توبہ کر لی ہو، اس کے باوجود وہ گناہ پھر یاد آئے تو اس صورت میں یہ دیکھو کہ یاد آکر گناہ سے لذت آتی ہے یا نفرت پیدا ہوتی ہے، اگر لذت آتی ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ توبہ قبول نہیں ہوئی اور اگر گناہ سے نفرت معلوم ہو تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ توبہ قبول ہو چکی (مگر غرض ان کے وقت بھی غنیمت یا کمینہ کہ یہ مقولہ حضرت سلطان کی کا ہے یا کسی اور کا۔ (صفحہ ۲۳)

حلقہ کے لئے طلب کا ہونا شرط ہے

فرمایا، حق تعالیٰ کی بڑی رحمت ہے، فرد کا کام صرف یہ ہے کہ وہ کام میں لگا رہے، اس سے جو بھی کر، عمل ہو سکے، کرتا رہے، وہ جب کو دیکھتے ہیں، مگر اور جنب مانو، تو اسے اور غم بھی ہے، قدرت بھی ہے، رحمت بھی، اسنے سب کچھ دیکھ کر رہے گا۔ (صفحہ ۲۴)

دوسروں اور شہادت کا سبب عظمت و محبت کا نہ ہونا

فرمایا، سچ یہ ہیں کہ اس میں پیدا ہو جائیں تو پھر کبھی شہادت پیدا نہیں ہو سکتے، ایک عظمت، دوسری محبت، شہادت کا پیدا ہونا عدم محبت اور عدم عظمت کی اصل ہے، باقی محبت و عظمت کے بغیر محض سببوں یا حقیقت سے شہادت کا بھی راز نہیں ہو سکتا، دوسروں اور شہادت سے پہنچنے کا یہ طریقہ ہی نہیں، یہ سبب پیدا ہوتا ہے کہ پھر اس محبت اور عظمت کے پیدا ہونے کا طریقہ یہ ہے تو میں عرض کرتا ہوں کہ وہ طریقہ اہل محبت کی محبت ہے اور بعد تجربہ کہ اس میں کوئی شہد لکھ ہی نہیں سکتا۔ (صفحہ ۲۵)

وقت نہ ہونے والوں کے لئے اصلاح کا طریقہ

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اگر فرد کے پاس اتنا وقت نہ ہو کہ اہل اللہ کی صحبت میں رہ سکے تو کم از کم ان سے خط و کتابت ہی رکھے اور جب کبھی موقع ملے، چاہے دو چار روز کیسے ہی کیوں نہ ہو، ان کے پاس آ کر رہے اور بزرگوں کے حالات کا مطالعہ کرنا رہے، عرض کوئی کام ایسا نہیں جس کی کوئی راہ نہ ہو مگر کام کرنے والا چاہئے۔ راہیں سب نکل آتی ہیں۔ (صفحہ ۲۵۳)

دنیا کی ترقی کا نتیجہ تزلزل کی صورت میں ظاہر ہوتا

فرمایا دنیا کی ترقی کا نتیجہ تزلزل ہی ہے، اسی طرح دنیا کی راحت بھی تکلیف ہی ہے، یہ تکلیف چاہے دوسروں کی ہو، ایک صاحب کو سرکاری ملازمت ملی اور اس کی تنخواہ پانچ سو روپے ہوئی، اس نے خدا کے ذریعہ گھر کے دواں کو س کی اصلاح کی، مگر میں خدا پر ہے، دانا کوئی نہیں تو، سوئے میاں جی کے، جس کے بچوں کا دستا، تو یہ خط میاں جی کو دیا گیا کہ وہ خط پڑھ کر تھکے، خط پڑھ کر وہ روئے گئے، ان کے بچوں نے پوچھا کہ کیا لکھا ہے، انہوں نے کہا کہ خط میں روئے کی بات ہے، تم سب روؤ تو پھر تباہی ہوگی، مگر کے سب افراد روئے گئے، ان کے روئے کی آواز سن کر محلہ والے جمع ہوئے، انہوں نے پوچھا کہ کیا معاملہ ہے، میاں جی نے کہا کہ تم روؤ تو پھر تباہی ہوگی، وہ روئے گئے، اس کے بعد میاں جی نے تباہی کرنا ان کی پانچ سو روپے تنخواہ ہوگئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ تم بھتہ اس میں روئے کی کیا بات ہے، انہوں نے کہا کہ اتنی بڑی تنخواہ کے بعد اب وہ بچوں کو وہی تنیم دیں گے، تو سب سے پہلے وہ مجھے لکھیں گے، یہ تو میرے روئے کی بات ہے، بیوی کے روئے کا سبب یہ ہے کہ وہ اب ترقی کر رہی ہیں، اس بیوی کو لکھیں گے، پڑوسیوں کے روئے کا سبب یہ ہے کہ وہ گھوڑے کا استعمال کرنے کے لئے ان سے ملے خال کرنا شروع کریں گے۔

حوریت کو شوہر کے مشورے کے بغیر کوئی کام نہیں کرنا چاہئے

فرمایا، حوریت کو شوہر کے مشورے کے بغیر کوئی کام نہیں کرنا چاہئے اور بیٹہ میں

تو یہاں تک آیا ہے کہ اگر حوریت اپنا مال بھی صرف کرے تو وہ بھی شوہر کے مشورے کے بغیر نہ کرے۔ (صفحہ ۲۸۶)

جدید تحریکات سے قلب میں خلعت کا پیدا ہونا

فرمایا، میں دیکھتا ہوں کہ ان نئی چیزوں میں سے اکثر میں نور نہیں ہوتا، بلکہ ظلمت محسوس ہوتی ہے، اب یہ تحریکات حاضر ہیں، ان کے سوچنے سے قلب پر ظلمت اور کدورت معلوم ہوتی ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی بنیاد میں اسلامی اصول اور اسلامی احکام شامل نہیں، اس لئے اس میں خلعت ہے۔ (صفحہ ۲۸۶)

(راقم السطور عرض کرتا ہے کہ اگر جدید تحریکوں میں اللہ کی محبت کا داعیہ شامل ہو تو اس سے باطنی امراض سے بھی کدورت دور ہوگی، اس سے حقیقی محبت دین بھی پیدا ہوگی، اس طرح جدید تحریکوں میں باطنی خیر ثابت ہوگی، جس سے حقیقی محبت کے اجزاء کے بغیر جدید تحریکوں کے افراد کا خلعت سے بچنا مشکل ہے۔ مرتب)

باطنی کیفیات سے عہدہ افراد کی باتوں کا اعتبار نہ ہونا

فرمایا، میں سچ عرض کرتا ہوں کہ جن افراد میں باطنی کیفیت موجود نہیں، ان کی کسی بات کا بھی اعتبار نہیں، غلطی جس کا نام ہے، وہ اہل اللہ کی جراتنا سیدھی کے بغیر پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔ (صفحہ ۲۸۷۔ جلد سوم)

شخص کا کبھی فرشتہ ہونا کبھی شیطان ہونا

فرمایا، میں نہ کہتا ہوں کہ فرشتہ اپنے اوپر چڑھ کر فرشتہ بن کر رہے، مراد یہ ہے کہ شخص کسی وقت میں فرشتہ بن کر دیکھ دیکھ میں شیطان بن کر رہے۔ (صفحہ ۲۸۷)

(راقم عرض کرتا ہے کہ جس کی حالت میں یہ تجربہ عام طور پر ہندی اور متوسطہ طبیب میں رہتا ہے، جب کہ ختمی صوفی کی نفس کی شرارتوں کا زور فوٹ جاتا ہے، تاہم اگر وہ صوفیوں کی طرف درستی کرے گا، یہی دوسرا طریقہ ہنگل ترک کر دے گا یا بالداروں سے تعلقات رکھنے کی فکر میں رہے گا تو اس کے لئے بھی نفس اور شیطان کی مدد سے بچنا مشکل ہوگا۔ یہ ختمی صوفی چاہے ہر کسی سے نئے ہی مقام پر جا

وے، وہ ہزاروں مریدوں کا بڑے کیوں نہ ہو، اگرچہ ہزاروں مریدوں کو اس سے محبت



حقیقت کی بات سے فیصلہ کیوں نہ ملتا ہو، لیکن وہ خود اصولوں کی خلاف ورزی کی وجہ سے محرم عی رہے گا۔ وہ کہتے ہیں جیسے کہنے کی سخت ضرورت ہے۔ اہل اللہ کی چیزوں درست کرنے اور زندگی بھر کے تجربات و مشاہدات سے اس کا ہر پہلو بہت واضح و روشن ہوتا ہے۔

غلام کرام کا باطنی اصلاح کی طرف متوجہ نہ ہونا

فرمایا: "اگر اکثر دہندگان میں بشمول سب سے زیادہ پانی اصلاح کی طرف توجہ دیا جائے، تو اس سے وہ زمینیں بھی پیدا ہوں گی جو اب بھی تھوڑی سی زمینوں کے برابر ہیں۔" (صفحہ ۱۷۱)۔

جدید طرز سے قرآن کی تشریح

آرے آرے ایک مووی صاحب سے "شکوہ" نہیں

ایک نئے خیال کے صوفی صاحب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ یہاں پر آئے تھے، میں نے مہمان کچھ کر اچھا برتاؤ کیا، دو گھنٹے تو مجھ سے کہا کہ مجھے تنہائی میں کچھ کہنا ہے، میں نے ان کو تنہائی کا وقت دیا، تلفظ دہم ہوئی وہیں، میں نے ان سے کہا کہ آپ کو اس بات کی کیا ضرورت پیش ہوئی کہ آپ نے ترجمہ قرآن پڑھانے کا ایک نیا طرز نکالا ہے، جو حقیقت میں سے خوف ہے، کہنے لگے کہ اب جدید لوگوں میں نئے شہادت پیدا ہونے لگے ہیں، ان نئے شہادت کا جواب اس طرز جدید کے بغیر نہیں ہو سکتا، میں نے کہا کہ پرانے طرز کی تحریروں کو کچھ کہ پڑھ لیا جائے تو ان میں سارے شہادت کا جواب موجود ہے اور میں نے یہ بھی کہا کہ اس کا ایک امتحان ہے، وہ یہ ہے کہ اگر کچھ نئے منتخب کئے جائیں، ایک گرو میں پڑانے اصول پر ترجمہ پڑھاؤں اور ایک کو آپ اپنے نئے اصول پر پڑھائیں، پھر کوئی شخص جدید شہادت دونوں کے سامنے پیش کرے اور دونوں اپنے اپنے طرز پر جواب دیں، پھر اس سے پوچھ لیا جائے کہ تاؤ، کس کے جوابوں سے تسلی ہوئی، کہنے لگے کہ پڑانے کے تسلی کر دیجئے آپ کے ساتھ مخصوص دوسرے نہیں کر سکتے، میں نے کہا کہ

میں یا جی ۲، مجھ سے بڑے بڑے اکابر موجود ہیں اور اگر یہی فرض کر لیا جائے کہ آپ کو پڑھاتے ہیں، یہیں بھیج دیا کریں، آپ کیوں پڑھاتے ہیں، اسکا کوئی ثبوتی جواب نہ دے سکے۔ (صفحہ ۳۳۲ جلد ۳م)

(دانش) کہ موجودہ دور میں جدیدیت سے متاثر ہونے والے مفکروں اور انسانی  
ذہنیت کے مذکورہ مولانا صاحب نے قرآن کی جو تشریح کی ہے، اس کا بغض و سطوت  
میں اور طرز ہی جدید نہیں ہے۔ بلکہ قرآن کی نصب افہامی تعلیمات اور اس کے  
بقیادہ اہانتاؤں کو تبدیل کر دیا گیا ہے اور فرض کو نصب افہامی اور نصب افہامی کو  
فرض کی حیثیت دی گئی ہے۔ مذکورہ مولانا صاحب کی فکر کا مرکزی نکتہ یہ ہے کہ قسم  
انبیاء کرام کی پشت کا مقصد سرمدیہ افہامی اور عالمی افہامی سے جنگ جوئی اور جہاد  
ہے۔ ایمان و عقائد، اصلاح نفس، تزکیہ نفس، فکر آخرت اور اخلاق حسنہ وغیرہ ان  
سب کی حیثیت ذیلی نوعیت کی ہے، اس فکر پر سیکڑوں کتابیں تیار ہو کر سامنے آئی  
(ج۔ ۲)

راہ سلوک کی دشواریاں

شیر کی تصویر کرنے والے کی دیکھ کر سب کی مثال

[illegible]

اسی سلسلہ میں مولانا رومی فرماتے ہیں۔

شیر ہے گوش و دروا حکم کہ دیہ  
این چنین شیر سے خدا ہم تا قریہ  
گر بہر تھے تو نہ کیسہ شوی  
میں کیا مصلحت چو آئینہ شوی

چوں ہماری طاقت سوزن زدن  
میں تو آئینہ شیر یاں ہم دم حزن

ہے کان۔ ہے سر اور ہے پیٹ کے شیر کس نے دیکھا ہے۔ ایسا شیر تو خدا نے  
بھی پیدا نہیں کیا۔ (آگے مولانا فرماتے ہیں کہ) اگر تو پرکھ کرے کہ پر ناراض ہوگا۔ تو  
آئینہ کی سی معافی تیرے اندر کہاں سے آئے گی، اگر تو ایک سوئی چھینے کو بھی  
برداشت نہیں کر سکتا تو پھر شیر زری تصویر بنانے کا ارادہ ہی مت کر۔ (صفحہ ۳۷۷  
حصہ سوم)

مسلمانوں کے مستقبل کی فکر مندی

آجہاں کے بھگروں سے فرصت نہیں

فرمایا، مسلمانوں کی موجودہ حالت دیکھ کر کھانا تک اچھا نہیں لگتا، اس قدر غم  
ہے، اس لیے فکر ہے کہ معصوم نہیں مسلمانوں کا مستقبل کیا ہوگا، اسنے کہ میں دیکھتا ہوں  
کہ جب ان کے ہم بھگڑے ہوتے ہیں تو بہت سے احباب اگرچہ دل سے محبت  
کرتے ہیں مگر بعض مقامات پر جا کر میں نے ان کے آجہاں کے بھگڑوں کے حلق  
کچھ سنا سنا کیا، تاکہ ان میں صلح و مفاہمت رہے، ایس کوئی شرمیں ہوا (یعنی صبح کی  
کوششوں کے باوجود صلح نہ ہو سکا) جب ان کے جذبات کو مجلس گفتی ہے تو آنا جانا  
سب بند ہو جاتا ہے، یہ ان کی حالت ہے، جو عاشق کہلاتے ہیں، ان سے اتنا بھی  
کام نہیں ہوتا، اب تاکہ کس کی بل بوتے پر مسلمانوں کو آگ میں دھکا دیں، جب  
ان کی یہ حالت ہے، سوائے اس کے کہ خدا سے بھگڑ اور قدرت کی دعا کی جائے۔  
اس علاج کی تدابیر بتانے کیلئے میں نے ”حیات المسلمین“ کے نام سے ایک کتاب  
لکھی ہے اس کے نصاب میں بھی محمد کو بہت تکلیف ہوئی، پھر اس کے نقاب در سب  
بتانے میں بھی، مگر میں دیکھتا ہوں کہ ان کی طرف بھی مسلمانوں کو اذیت نہیں، نثر۔ سے  
معلوم ہوا ہے کہ بعض نئے ایسے ہیں جو درود بھی نہیں سمجھتے۔ (صفحہ ۳۷۸ حصہ سوم)

اطلاعی اور تواضع کے بغیر محرم رہنا

فرمایا، اللہ کے پاں تو عیوض اور تواضع کی قدر ہے، اگر یہ نہیں تو بھر چا ہے  
کتی ہی بڑی شخصیت ہو، اس کی درہ برابر قدر نہیں ہوں اور کچھ جانا چاہئے کہ میں  
محرم ہوں، اسے نہ کوئی قطع ہوا اور نہ ہو سکتا ہے، یہ دوسری بات ہے کہ اسے اپنے  
عدم قطع کا درگاہ نہ ہو، جیسے بعض علمی اداروں میں شعر و رباعی خود رتی سمجھ جاتا  
ہے، اب اگر کسی کے یہاں عقائد مذہب و معنی نکالت کیجئے جائیں اور باعث فقر ہوں  
تو اس کو کسی کے پاس کیا علاج ہے، اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ مریش چنے  
امراض ہی کو کھل کیجئے اور اس پر فکر کرے تو عیب بچاؤ، کیا تیر لگائے گا، مگر اس کا  
انجام کار ہدایت ہی ہے۔ (صفحہ ۳۷۹ جلد پنجم)

ذہنی حمت کو بیدار کرنا ہی سادہ مسائل کا حل ہے

فرمایا، میں اپنے دوستوں کو بھی مشورہ دیتا ہوں اور خود بھی اس پر عامل ہوں  
کہ حق تعالیٰ سے اپنی بھگڑ اور قدرت کی دعا کریں اور یہ بڑا عمل ہے اور اس سے  
بڑا عمل یہ ہے کہ اللہ کی رضا کی فکر میں لگ جائیں، مگر مسلمان ایسا کریں تو انشاء  
اللہ چند روز میں گناہ چھو جائے، مالک حقیقی حق تعالیٰ ہی میں، ملک اس کی ملک  
ہے، انہیں سے مانگو اور اس کا صحیح طریقہ یہ بھی ہے کہ ان کو راضی کر دو اور راضی  
کرنا یہ طریقہ ہے کہ گزشتہ باتوں میں سے تائب ہو کر آئندہ کے لئے اعمال صالحہ  
کا عزم کیا جائے، کیونکہ ذہن میں تدابیر بھی وہی پیدا فرماتے ہیں اور پھر ان تدابیر  
کو موثر بھی وہی بناتے ہیں تو اس کا راضی کرے سے تدبیریں بھی ذہن میں کجی و  
موثر آتی ہیں کی و در بہت نہیں سے وجہ کی ہے کہ اگر مصیبت ایسا کریں تو ان  
کے سارے مصائب اور آلام ختم ہو جائیں، یہ مصائب اللہ کو ناراض کرنے کی وجہ  
سے آرہے ہیں اور جو تدابیر اس وقت اختیار کی جا رہی ہیں، چانگہ وہ اکثر غیر شرعی  
ہیں، اس لئے کامیابی کے بجائے اپنی ذلت اور ناکامی کا سامنا ہے، لوگ کہتے ہیں  
کہ اگر بڑوں سے شراب سے فیصلہ کیا، ہندوستان کو کنگ بنایا جائے اس کی تدبیر یہ تھی  
کہ ذہنی حمت کو برباد کیا جائے، میں سمجھتا ہوں کہ آپ ذہنی حمت کو بیدار کر دو، پھر

دیکھئے کیا اثر ہوتا ہے، اسوقت کفر سے لوگوں کو جذبہ سے بیگانہ کر دیا گیا ہے یہ نہایت خطرناک حربہ ہے، بس اس کے متجدد میں کرینا کام یہ ہے کہ قلوب میں جذبہ کی اہمیت پیدا کی جائے، مگر مشکل یہ ہے کہ جو کام کرنے کے ہیں، ان کو تو مسماں کرتے نہیں، دوسرے مجتہدوں اور فصول میں پڑ کر اپنا مال، اپنی جان اور اپنا وقت برباد کر رہے ہیں، حقیقتی طور سے ہمارے ہیں، مگر اہل حق اعتقاد سے نہیں کرتے تو آزمائے کی خاطر کر کے دیکھ لو، اسی کو فرماتے ہیں۔

سابقہ تو سنگ بادی دل فرماں آسوں رانیک زمانے خاک ہاں  
(رسول تک تو سخت چتر ہمارا آزمائش کے لئے کچھ روز خاک ہو کر بھی دیکھو۔) (صفحہ ۱۶۰)

فقہاء کی قدر نہ کرنا اور اسی کے متعلق

فرمایا، علماء نے کلمہ کلام کو ایسا مدین کیا کہ ساری دنیا اس پر ہند کر دیا، کوئی آج تک اس کا توڑ نہ کر سکا، اسی طرح فقہاء نے احکام دین کی تدوین کی اور اصول کی جہوں کو ظاہر کیا، مگر ہم انہوں سے شکر کراہی کے بجائے انہوں پر اعتراض کی کر یہ لوگ تاہیں کہتے اصول کو ترک کرتے ہیں، چنانچہ ایک غیر متقدم نے دہلی میں مدعا کیا کہ اس میں بیان کیا کہ قرآن وحدیث سب ظاہر ہیں، لیکن تاہیں چاہئے نہیں، ایک صاحب علم مولوی عداہن تھے فقہ جہاں آباد کے، انہوں نے کہا، کیوں صاحب، لیکن تاہیں نہ کی جائے گی، کہا کہ ہاں، لیکن میں کی جانے گی، انہوں نے کہا کہ بہت اچھا تو میں کہتا ہوں کہ اس قاعدہ کی بناء پر تو کافر ہے، کہتے لگا یہ کیوں، انہوں نے کہا کہ قرآن میں ہے ومن کان فی ہدہ اعنی فہو فی الاخرۃ اعنی (ترجمہ اور جو شخص اس دنیا میں اگلا رہا وہ آخرت میں بھی اگلا ہو کر رہے گا) یہ غیر متقدم مدعا تھا، کہتے لگا، اس کا تو یہ مطلب نہیں، بلکہ بادی حقیقی ٹراوا ہیں، انہوں نے کہا کہ یہ تو تاہیں ہے اور تاہیں جہاں آپ کے باطل ہے، یہ پڑھتے ہو فرمایا کہ واقعی اگر ضرورت دیکھتے ہیں تاہیں نہ کی جائے گی تو یہ ہوگا، جیسے ایک شخص سے شیخ سعدی عید رحمت کے اس شعر کا مطلب سمجھا تھا۔

دوست آں باشد کہ گیر دوست دوست در پریشان حالی اور نامی  
دوست وہ ہے جو دوست کی پریشان حالی اور عاجز ہونے کے وقت را کر۔

واقعہ یہ ہوا کہ اس شخص کا دوست کسی سے ٹکرا تھا اور وہ بھی اچھے آدمی تھا، اس نے ہر جگہ دوست کے دونوں ہاتھ پکڑے، جس سے بچے کے کی اچھی طرح حسرت ہوئی، کسی نے کہا کہ یہ کیا حرکت کی، کہا کہ میں نے تو شیخ سعدی عید رحمت کی تعلیم پر عمل کیا ہے۔ (صفحہ ۱۶۱)

تصرف و سلوک کا اختیاری اور اختیار کی چیزوں سے وابستہ ہونا

فرمایا، راہ سلوک میں کس کو دخل نہیں، جذبہ کی ضرورت ہے، وابستہ خود جذبہ کا انحصار اہل پر ہے، ہاں اس اعتبار سے کس کو بھی عمل دخل کیا جا سکتا ہے کہ وہ اعمال اختیاری ہیں، مگر یہ دخل بھی شخص صورت ہے اور نہ ہمارے افعال ہی کیا ہیں، اسنے میں ہر جگہ کہنا کہ اس میں کس کو دخل نہیں، بلکہ جذبہ ہی پر انحصار ہے، بعض لوگ خیال کرتے ہوئے کہ اختیار کی اور غیر اختیاری کے یہ الفاظ خوب سمجھ گئے ہیں، ہر جگہ جاری کر دیئے جاتے ہیں، مگر معلوم بھی ہے کہ انکی بدولت بہت سے لوگوں سے متعلق ہو گئی یہ تعلیم حدوں سے گزرتی ہوئی ہے، اس سے وہ انت پریشانوں میں مبتلا ہے، اب اگر کوئی کسی حالت کی نسبت پوچھنے پر لگتا ہے کہ غیر اختیاری ہے تو میں سے لگتا ہوں، جب غیر اختیاری ہے تو اس کے روپے کیوں ہو اور اگر کہتا ہے کہ اختیاری ہے تو میں جواب دیتا ہوں کہ ہر کام سے کیا پوچھتے ہو، اختیار سے کام لو، وہیں مجتہد ختم ہو جاتا ہے، اس لئے میں کہتا ہوں کہ یہ اختیاری اور غیر اختیاری کا مسئلہ صرف سلوک ہے، بلکہ اگر نظر حقیقت سے دیکھا جائے تو، کل سلوک کہنا بھی میری فکر میں ہے جانتا ہوگا۔ (صفحہ ۱۶۱)

دینداروں کو کم عمل دیکھنے کی تلقین

فرمایا، جب دنی میں کسی عیدار سے کہتا ہے کہ میں میں میں میں، بہت ہی ناگوار ہوتا ہے، کیونکہ یہ خیال ہی غلط ہے، دین کی وجہ سے عمل نہیں جاتی، بلکہ اس

زمانہ میں دین کی طرف اکثر متوجہ ہی وہ افراد ہوتے ہیں، جن میں عمل کم ہوتا ہے، وہ دنیا کا کوئی کام نہیں کر سکتے۔ کچھ ہیں، وہ دین کی طرف چہرہ دار جو عقل رکھتے ہیں۔ وہ کسی کو دنیا میں صرف کرتے ہیں، لیکن جب ہے اس قدر فحش کی وہ حضرات میں، جس اسلام کی کو دیکھ لیجئے کہ ان حضرات میں کس وجہ عقل فحش کی کہ ان کے سامنے اس طرح اور دعوں سب کی متفکر نہ تھیں، کیا دین اور عقل ہی نہیں ہو سکتی اور انبیاء علیہم السلام تو بڑی جڑ ہیں، ان کے خاصوں اور قدامتوں کی عقلوں کے سامنے بڑے بڑے فاضل اور دفاہر مینا ہیں اور اس زمانہ میں بھی اہل دین میں ایسے افراد موجود ہیں کہ ایسا کام نہ کر سکتے ہیں، ان کا تعلق نہیں کرتا اور عقلی حاشیہ تو وہ ہیں کہ ان کی عقل جتنا اضافہ ہو جاتا ہے، وہ دین میں اتنا زیادہ آگے بڑھتے رہتے ہیں اور حقیقت میں دین کا تو خاصہ ہی یہی ہے کہ اس کے اختیار کرنے سے عقل اور باطنی سے کسی سے کہیں سے دور پیدا ہوتا ہے اور اس دور سے عقل باطنی ہے اور جس طرح ان دین سے عقل بڑھتی ہے، اسی طرح عقل سے دین بڑھتا ہے، ان کا عقل کا کام یہ ہے کہ عقل اور عقل پہنچا کر، ہر ضرورت اور عقل کی رہنمائی ہے، ایک حرکت کا دوسرا دیا کا، تو عقل صحیح کام نہ کرے کہ وہ آیت سے سرور اور عقل کو دین کے نفع اور ضرورت پر غالب رکھنے تو عقل سے دین کا بڑھتا جاوے گی۔ (صفحہ ۵)

ساز سے یہ بیان کا پیدا ہوا تھا

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ طریق میں عقائد ضروری اعمال کی فصیح کے بعد سب سے بڑی چیز محبت ہے، اس کی بڑی سخت ضرورت ہے، مراقبات سے بھی زیادہ تر جی مقصود ہے کہ ان سے نیکوئی پیدا ہو اور نیکوئی سے محبت پیدا ہو، اور نتائج میں بھی یہی ہوتا ہے کہ اس سے نیکوئی پیدا ہوتی ہے اور نیکوئی کے ساتھ ایک بھائی بھی ہوتا ہے، مگر بھائی اسی محبت کا ہوتا ہے، جو پہلے سے سوجھ ہو۔ اگر اللہ کی محبت ہے تو اس کا بھائی ہوتا ہے اور اگر مخلوق کی محبت ہے تو اس کا بھائی۔ اس سے ساری کی ہر شخص کو احسان ہو

(صفحہ ۵)

بعض بزرگوں کے دماغ سے بے نیازی کے  
نہایت گہرے واقعات

فرمایا، بعض بزرگ بھولے معلوم ہوتے ہیں، مگر حقیقت میں وہ نہایت دانشمند ہوتے ہیں اور بھولے کسی حالت کے غلبہ کی وجہ سے معلوم ہوتے ہیں، چنانچہ حضرت مولانا شاہ محمد یعقوب صاحب دہلوی جو کہ مغربی میں مقیم تھے، ان کا واقعہ ہے کہ ان کے پاس ایک جھلی تھی، جس میں پیسے رکھتے تھے اور جب بازار جاتے تو اگر ایک پیر کا بھائی سودا بھنا ہوتا تو یہی پڑتی جھلی ساتھ لے جاتے، ایک بار وہ در سے جھلی ساتھ میں لے داخل مکان کو جا رہے تھے، جب مکان کے قریب ایک گلی میں داخل ہوئے تو ایک بدوی نے جھلی ہاتھ سے چھین لی اور بھاگ گیا، آپ نے پیچھے سر کر بھی نہ دیکھا کہ کیا ہوا، سیدھے مکان پر پہنچ کر اور مکان کا دروازہ بند کر کے اندر سے کڑی لکائی، اب وہ بدوی جھلی لے چلا، مگر جب اس گلی سے نکلنے کا ارادہ کرتا، جب دھت کر پھرا تو گلی میں آجاتا ہے تو یہ راستہ بند ہو گیا، کھڑکیاں یہ وہاں ہے کہ دھت کا دروازہ بند ہو کر جھلی وہاں آجیے، دھت کے مکان پر آیا، وہ دروازہ دیو شاہ یا شاہ، پتہ جھلی سے، اور فحش کوئی جواب ہی نہیں دیتے، یہ ہمارا دروازہ بند ہے، ہمارا دھت موبلہ راستہ ہمارا دروازہ فحش کے مکان پر پہنچ کر پھار کر جواب دے گا۔ آخر اس سے جب ایک کی کو شروع کرنا شروع کیا کہ وہ دروازہ فحش سے کھول دے، فلم کی ہے، سارا محقق ہو گیا، چونکہ یہ معاملہ ہے، کیا کہ صاحب مکان نے کچھ پر ہا، فلم کی ہے، انھیں سامنے لا کر تو بیان کر دیں، لوگ ان کی بزرگی کے معتقد تھے، اس واقعہ کی یہ کہتا ہے، تو وہاں سے اس میں کہ کہ دروازہ رو تو کھولا، میں اچھی برائی عام کے راجا ہوں، میں کھڑے رہتا ہوں، اس سے حشرہ کر کے دروازہ کھولا اور اس بدوی سے دریافت کیا کہ بتاؤ، انھوں نے یہی فلم کی ہے، کہا کہ میں بیویوں کی جھلی سے کہ بھاگتا ہوں، یہ مجھے چاہیے نہیں دیتے، جب جانے کا ارادہ کرتا ہوں، رستہ بند کر دیتا ہے، اور جھلی میں نہیں دیتے، یہاں بزرگ کا حکم تو اس سے بڑھ جاتے دیتے ہیں اور نہ اپنی جھلی وہیں پتے ہیں، یہ فلم نہیں تو اور کیا ہے، لوگوں نے

ان بزرگ سے عرض کیا کہ آپ جیسی شخصیت سے ہمیں اب بھری نہیں رہی، اسی کی ہوتی، اس کی وجہ یہ ہے کہ جس وقت یہ میرے ہاتھ سے لے کر بلا گا تو مجھے اسی وقت جیوں گا۔ ایک مسلمان بھرتہ سے بھرتہ ہو ۔ اور ج میں چائے، اس نے اس وقت وہ فضیلت اس کو سپرد کر دی، اللہ اکبر، ان حضرت کا یہ شرف ہونا ہے یہ بھی بھرتہ نہ ہو کہ ایک مسلمان بھرتہ اور ایک مسلمان کے سے بھی بھرتہ ہے اور یہ مسلمان کا چاہنا اور یہ بنا کر دینا یہ مسلمان کے سپرد ہے، اللہ کے دین میں دوسرے کا قبول شرط ہے، مگر اپنی نیت سے اس کو بڑی الذمہ کر دینے کو سپرد سپرد کرنا، پھر فرما دیا کہ یہ حکایت جان کر نہ میں تو بہت اہل ہے، مگر کوئی ایسا کر بھی سکتا ہے کہ اس کو سنا ہے کہ اس میں کوئی اور چیز موجود ہو، اس چیز کے ہوتے ہوتے دوسرا بھی اس کی نظروں میں نہ کوئی وقت نہیں دیکھتے، حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں شاہ خجستہ نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ ملک خجستہ کا جو حصہ حاکم کے نام کر دوں، تاکہ اہل خجستہ اور ۔ کو کوئی تکلیف نہ رہے، آپ نے اس کے جواب میں یہ لکھ کر بھیجا۔

جس چہ غیری من احسن یاد دار  
دول اگر بوداں ملک خجستہ  
زادہ کہ یا ختم خراج ملک خجستہ  
من ملک خجستہ وزیر جوئی خجستہ  
(اگر میرے دلی میں ملک خجستہ کی ہو تو جس طرح خجستہ کا جز یہ ہے۔  
میرا نصیب بھی یہ ہو۔ اور جس وقت سے ملک خجستہ (یعنی حکومت خجستہ) کی مجھے خبر ہوئی ہے، میں تو ملک خجستہ کو ایک جو کہ بدل میں بھی نہ خریدوں گا۔) (صفحہ ۸۶)  
سفارش کی وجہ سے کسی کو تکلیف نہ پہنچانے کا عمل

فرمایا یہ بزرگ یعنی مولانا شاہ یعقوب صاحب، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے فوا سے تھے اور وہی امور میں اس قدر دقیق نظر تھے کہ اختلاف سفارش کو پسند نہ فرماتے تھے، اس لئے کہ سفارش کی حیثیت یہ ہے کہ ایک مسلمان کو راحت پہنچانی چاہئے، یہ تو مستحب ہے، جب کہ جس سے سفارش کی جائے، انما زہ سے معصوم ہو کہ اس کو گرائی اور تکلیف ہوگی تو اسے تکلیف اور اذیت سے بچانا واجب ہے، سو مستحب

کے لئے وہ جب کو ترک نہیں کیا جاسکتا، دیکھئے، یہی دقیق نظر تھی۔ (صفحہ ۸۶)  
بیعت میں جلدی کرنا خریوں کا حال ہے

فرمایا، وہ بیعت تو بیعت جلدی کرنے میں بہت سے طریقے ہیں، مگر بڑی بات یہ ہے کہ تلخ راستہ سے طبیعت میں بہت ہے، اگر یہ مناسب ہو تو جلدی میں کچھ بھی نہیں اور مناسب کی تحقیق جلدی نہیں ہو سکتی، البتہ تجربہ کی بنا پر جس دو اصول کو بیعت کرنے کیلئے کچھ انتہاء نہیں کرنا، ایک بیار اور دوسری صورت۔ یہ دونوں قابل دم اور قابل رعایت ہیں۔ (صفحہ ۸۶)

حکومت کے بغیر خرداوطن کا طبع مشکل ہے

فرمایا، حکومت کی بڑی سخت ضرورت ہے، حکومت کے بغیر انتظام مشکل ہے، زیادہ گزیر اسلامی حکومت نہ ہونے کی وجہ سے ہماری ہے، ہر شخص آزاد ہے۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں شام میں ایک شخص تھا، وہ قرآن شریف کے متناہات میں شریف کرتا تھا۔ اس حدیث میں جو حال مقرر تھے، آپ نے اس کو اس کی ترقی دینا نہ حکم بھیجا، چنانچہ وہ گرفتار ہو کر آیا۔ آپ نے اس کو حکم دیا کہ اس کے لئے دو ماہ پر دوسرے لگائے جائیں، دو ماہ دوسرے لگے تھے، چنانچہ انہما اور عرض کیا۔ اب یہی طریقہ کرنا چاہئے، خجستہ دو ماہ درست ہوئے، سو حکومت ۔ بغیر اسے خجستہ نہ لے گا۔ (صفحہ ۸۶)

نہایت کے کرنے

یہ صاحب ۔ اب میں کان ۔ طلبہ کا کہنا کہ وہ آردی ہے۔ چھوٹے بڑے کے درمیان کوئی فرق نہیں، استادوں کے ساتھ مساوات کا پتہ ہے۔ فرمایا کہ اب تو چھوٹے بھی بڑوں کا اتنا ادب نہیں کرتے جتنے بڑے چھوٹوں کا ادب کرتے تھے اور آج کل کے استاد کی پرہیز ہے، نہ آپ کی نہ آپ کی، جب تک کہ وہ آپ کے ہیں آپ کے ہیں، یہ بہت فحش بات ہے، یہ بہت جھوٹا ہے، یہ بہت جھوٹا ہے، یہ سب اسی کو غصہ ہے کہ نہ چھوٹے چھوٹے ۔ نہ بڑے بڑے رہے اور اس کے علاوہ یہ جبریت خود مقصود کے اجراء سے بھی ایک

کھیل ہے، جرقوت، شوکت اور ہیبت شخصیت میں ہے، وہ جمہوریت میں کہاں اور ہو بھی کیسے، فکریں سمجھتے ہیں کہ آج ایک پریذیڈنٹ ہے، کل تو بادشاہ بنے گا، یہ انتخاب کی برکت اور صبر، برکت کے کرشمے ہیں، اس میں نہ کوئی ختم نہ کام ہو سکتا ہے، نہ پانیہ راگام ہو سکتا ہے، بخلاف شخصیت کے کہ وہ بڑی برکت کی چیز ہے، مگر عجیب عقلمیں ہیں، اگر یہ سمجھ لیں، کبھی آنکھوں میں بند ہو رہے ہیں، مگر بارشیں آتے، نہ سپہ کسی کا کسی کے پاس کیا علاج اور پھر ان پر بھی کسی نہیں، شخصیت کو نطفہ نکلتے مانتے ہیں، عجیب حماقتا ہے۔ (۱۳۳)

آئین مالا جہر کی میں نہیں

فرمایا، بعض غیر متقدم بھی عجیب چننے ہیں، ان میں سے ایک میں بھی نہیں، کی نیت شامل ہوتی ہے، اللہ کے لئے نہیں ہوتی۔ آئین باجبر، جنگل حوت ہے، مگر اس کا مقصود نہیں دیکھتا ہوتا ہے، بل اصل میں اس قسم سے منع کیا جاتا ہے، ایک مقام پر ایسے ہی خلاف میں ایک گھر تحقیقات کیسے متعین ہوا۔ اور اس سے اپنے فیصلہ میں عجیب بات نکلی کہ آئین کی تحریر نہیں ہیں۔ ایک آئین مالا جہر، یہ تائید کا مذہب ہے، اس کی تائید میں احادیث وارد ہیں، ایک آئین پالسر، یہ حنیف کا مذہب ہے، انہیں بھی حدیثیں وارد ہیں، ایک آئین پالشر، یہ کسی آدم کا مذہب نہیں، اور اس میں کوئی حدیث وارد ہے، اس لئے اس سے منع کیا جانا چاہئے۔ غرض نہیں کو ہدایت میں بھی شر اور فساد ہی مقصود ہوتا ہے۔ (صفحہ ۱۳۴)

دوروں کے اور پہے ہونے کے بجائے اپنی غیر ممانا

(کافین بن جوسف کے حوالے سے ذکر)

فرمایا، کسی کو کوئی کیا کہہ سکتا ہے اور کیا کہہ سکتا ہے۔ کافین بن جوسف، جس کا نظم مشہور ہے، مگر باجوہ اس کے (اس وقت غلاموں کی یہ حالت تھی کہ) ایک شب میں تین سو رکعت نفل پڑھتا اس کا معمول تھا، یہ جس وقت مرنے لگا ہے تو کہتا ہے کہ یا اللہ، لوگ کہتے ہیں کہ کافین بن جوسف نہیں جانتا چاہتا، تم تو جب چاہیں، جب آپ ہمیں بخش دیں، حضروں کو کھل دینا کوئی عجیب بات نہیں، حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ !

کسی دوسرے تابعی سے کسی نے چا کر کہا کہ وہ یہ کہہ سکتا ہے، فرمایا، بڑا چابک ہے، معلوم ہوتا ہے، اللہ سہا سے جنت بھی لے لیگا۔ ایک شخص نے مر جانے کے بعد اسے خواب میں دیکھا، دریافت کیا کہ کیا حال ہے، کہا کہ میں لے جو افراد قتل کے تھے، سب کے بدلے میں ایک ایک دار بجھے قتل کی گیا اور حضرت سعید بن جبیر کے بدلے میں ستر مرتبہ قتل کیا گیا، میں سخت تکلیف میں ہوں، پوچھا کہ اب کیا خیال ہے کہہ کہ وہی خیال ہے، جو اللہ کے ساتھ سب مسلمانوں کا ہے یعنی مغفرت کا اسیدوار ہوں اور ضرور مغفرت ہوگی، یہ خیال اس شخص کا ہے، جو دنیا بھر کے نزدیک مغفوض اور مراد ہے، وہ بھی اللہ کی ذات سے تائید نہیں ہوا اور آجکل کے بڑے بڑے دہلیوں کے پڑے دواں کو بھی نہ کہہ سکتا تھا تو ہی خیال نہیں، اب کوئی کسی کو کیا حقیر کی فکر سے دیکھے، اس فرد کو چاہئے کہ اپنی غیر ممانا، کیا کسی کے ارپے ہوں، اپنی حق کی غیر ممانا کر کیا معاملہ ہوگا۔ (صفحہ ۱۳۳)

لہاں سے دین کی حقیت کے نصرت ہونے کا الیہ

فرمایا، پہلے لوگوں کے عقوب میں دین کی حقیت تھی، اب مفقود ہو گئی ہے، پہلے کہا جا کہ لوں کے عقوب میں بھی دین کی ممانا ہو، جو حق و راستہ وہ رہا ہے کہ بہت سے بڑے بڑے بڑے تھے والے اور بڑے بڑے القاب والے اس دہشت سے ڈرتے ہیں۔ (صفحہ ۳۲)

انہوں میں انگریزیت کا رنج بس چانا

فرمایا، اب تو وہ زمانہ ہے کہ ہر شخص کی رفتار، مختار اور پاس سے انگریزیت جھلکتی ہے۔ سادگی کا نام نہیں رہا، زبان سے ہر امانیت اور انگریزیت کی بُرائی کرتے ہیں اور دل میں وہی دشمنی رہتی ہیں، ان جیسے لباس و ران میں جس معاشرت اختیار کر رہی ہے، سمجھو تو ایک عام ناقوس پیندا، کہ یہ تو نہیں ہے، نہ دعوت میں اور ہر امانیت کے حامی ہیں، بات تو کام کی کہی، واقعی یہی ہو رہا ہے، غضب تو یہ ہے کہ اس قدر سے بعض علماء بھی نہ بچ سکتے ہیں اور انصاف کے خلاف کرتا شرعاً ہے، یہاں ہر ایک کا دل صدمہ سے تھکا ہوا ہے، میں کسی کا عمل تو بہت میں۔

### توبہ اور خیالی قوت کی جن قسمیں

وہ خیالی قوت ہے جس کی ہمیں روایت قوی ثمرات مرتب ہو جاتے ہیں، مگر اس قوت کوئی نہ تابع نہ پایا جاتا ہے، جس کی جس عکس وہی نہ استعمال کرنے کا حکم دیا ہے، وہاں اہل توبہ یا صاحب توبہ توجہ دیتے ہیں، وہ توبہ کی نصیب سے جین قوت کی جن قسمیں ہیں، مخصوص میں یہ امر ہوتا ہے، وہ قوی بھی ہوتی ہے، بعض فرد میں مضری ہوتی ہے، مگر ضعیف ہوتی ہے، وہ مخصوص میں مضری نہیں ہوتی، بلکہ حامل مشق سے پیدا ہوتی ہے اور پہلے دونوں کو اس میں اتنی مشقت نہیں ہوتی اور متعارف توبہ بھی خیالی قوت ہی کا ایک طریقہ ہے، مگر جتنی مشق نہ متعارف توبہ کا احسن نہیں کرتے، بعض سلسلوں میں اس کا خاص اہتمام ہے، جتنی اس کا ایک اور سارے مشق میں مشترک ہے کہ صحت کے ذریعہ اس کی صحت کی جگہ ہے، یہ توبہ، مشق کو حاصل ہے اور اتنی توبہ کافی بھی ہے۔ (صفحہ ۱۳۹)

لوگوں کی دانستگی کا

مقبولیت مردودیت سے تحقیق نہیں

فرمایا، حدیث شریف میں آیا ہے، جناب رسول مقبول ﷺ فرماتے ہیں کہ دنیا میں بعض نبی ایسے آتے ہیں، جن کے ساتھ صرف ایک امتی ہوا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ شیطان کے ساتھ انھوں کو دلوں لوگ ہوں گے تو یہ کوئی مقبولیت اور مردودیت کی دلیل تو نہیں۔ دوسرا جناب اس سے زیادہ عظیم ہے، وہ یہ ہے کہ وہ اس چیز کی دعوت دے رہا ہے، جس کے تم پہلے سے محتاج ہو، سو چونکہ وہ تمہیں تہمیدی مرقوبہ اور صحیحہ دنیا کی طرف مدعو کر رہا ہے، اسلئے تم اس کی طرف بدحواسی ہو کر چلے جا رہے ہو اور چونکہ انبیاء کی دعوت، نفس کی مخالفت کی ہے، اسلئے ان کے متبعین قلیل ہیں، علاوہ یہ کہ انبیاء علیہ السلام کا اصلی منصب اس ناپاک دنیا سے نفرت دلانا ہے، اور شیطان نفس کا کام اس کی طرف بلانا اور اس میں پھنسانا ہے، یعنی بندوں کو خدا سے دور کرنا اور ان کے ساتھ تعلق کو خراب کرنا یہ شیطان و نفس کا

اصل فرض صحیح ہے۔ اپنے ان جہالوں کے ہوش میں کہتا ہوں کہ مسلمان کا کام توبہ ہے کہ وہ اسلامی حکام کی پابندی کرتے ہوئے کامیابی کی کوشش کریں، اگر یہ بات نہیں اور اسلامی حکام کو پامال کر کے، ترقی اور کامیابی حاصل کی تو وہ مسلمانوں کی ترقی تھوڑی ہوگی، اسکی ترقی تو فرعون، شاداد، فرعون، ہادان اور فاروق نے بھی کی ہے، یہ سب ترقی یافتہ تھے، ان کی ترقی کو مذموم کیوں کہتے ہو، اس لئے کہ انہوں نے حدود سے گزر کر ترقی کی تو اس صورت میں جہد میں ترقی اور ان کی ترقی میں ترقی کیا ہوا۔ (صفحہ ۱۶۳)

روح کو دوسرا جسم دینا

فرمایا، اس روح کو بدنارغ میں دوسرا جسم عطا ہوتا ہے اور ساتھ ہی اس کا اس جسم سے بھی تعلق رہتا ہے اور تو قبر کا سوال وجواب اس جہد مثالی کے ساتھ ہوتا ہے، جو وہاں عطا ہوتا ہے اور اس جہد معنوی سے تعلق رہتا ہے، وہاں رہتا ہے، جیسے کوئی رضائی اتار کر رکھ دے اور دوسری اوڑھ لے تو اب چٹا بھرتا تو اس دوسری کے ساتھ ہوتا ہے، مگر ایک جسم ہر شخص اس جہد سے بھی جتنا ہے تو روح اگرچہ وہاں اس جہد مثالی کے ساتھ ہوگی، مگر اس کا تعلق اس جہد معنوی کے ساتھ بھی ہوگا۔ اب اس سے۔ شمس جانا کہ اگر کسی میت کو شیر کھلے یا بھینڑ کھلے یا آگ میں تل چاے یا جہد بھی صاف ہوگا یا نہ ہوگا۔ یہ سب اس جہد مثالی کے ساتھ ہوگا، جو عالم برزخ میں دیتا ہے۔ (صفحہ ۱۸۵)

روح اور جسم کے بارے میں

یہ صاحب نے سوال کیا کہ عالم برزخ میں جس جہد پر مداف ہوگا یا مثالی ہے۔ فرمایا کہ مثالی جہد ہے، جتنی دوزخ میں اس جہد معنوی ہی پر مداف ہوگا۔ عرض کیا کہ صحت میں بھی جہد معنوی ہوگا یا مثالی جہد ہوگا۔ فرمایا۔ یہ سب جہد معنوی ہوگا، عرض کیا کہ تو کیا جنت دوزخ میں مثالی جہد نہ ہوگا، صرف معنوی ہی ہوگا فرمایا۔ مثالی بھی ہوگا، وہ جہد میں بھی ہے۔ چنانچہ جس وقت وہ تعلق ہے تو وہ جہد مثالی جہد کے تعلق ہے، اس کی مثال ایسی ہے، جیسے موتی ایک لپہ میں ہو اور لپہ

مصدق میں ہے تو موتی کو جس وقت نکالا جاتا ہے تو وہ بے اور موتی دونوں ساتھ ہوتے ہیں، اسی طرح روح اور مثال جسد کو اس جسد سے جدا نکالا جاتا ہے۔ (صفحہ ۸۵)

بزرگوں کی صحبت کے زندگی بھر اثرات

فرمایا، بزرگوں کی صحبت کبیر عظیم ہے، اس کے بغیر کچھ نہیں ہوتا، خواہ فرد کیا ہی بن جائے، ہم نے اپنے بزرگوں کو دیکھ ہے کہ ایک مدت ہدی ساری عمر کے لئے قلب پر نقش ہوئی، یہ سچ ہے، بزرگوں میں ہی میرا ہونا ہے تو دور زیادہ بہتر ہے، پھر وہ چوٹی ساری عمر ہے گی۔ ہونا تو کچھ صاحب میرے استاد تھے، مجھے قسمت سے اس کی صحبت مل گئی، اس سے سارا کام بنایا، لکھنا، دل میں کسی وقت کی تربیت و تعلیم کا اثر ہے، دیکھئے میں سوانح محمد صاحب پرست سادہ تھے، کسی کمال باطنی کا شہرہ بھی نہ ہوا تھا، مگر دل، اللہ کی صحبت اور شفیقت سے سب سے زیادہ اس تجربہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ پڑھنے پڑھانے سے کچھ نہیں ہوتا جب تک۔ فرد اہل اللہ اور خصال حق کی صحبت میں نہ رہے اسی کو مولانا فرماتے ہیں اور خوب فرماتے ہیں۔

بے حاشیت حق و خصال حق مگر تک باشد یہ عشق و رقی (میں حق تعالیٰ اور خصال حق کی حمایت کے مگر فرشتہ بھی ہو تو اس کا بھی نامہ اہل بیاد ہے۔) (صفحہ ۸۵)

روزی کی کشمکی کا مدار عقل پر نہیں

فرمایا، روزی کا مدار عقل پر نہیں ہے، عقل عطاء حق پر ہے، ایسے لاکھوں ہزاروں افراد ہیں، جو بیوقوف ہیں، مگر ان کو روزی، عقل وادوں سے ہزاروں درجہ زیادہ مل رہا ہے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں ان اللہ یسطر الوزق لمن یشاء ویقدر اس کا مانا غیر اتقیری ہے، اختیار ہی نہیں، بعض لوگ ساری عمر حالت افلاس میں گزار جاتے ہیں، مگر کسی کو وصیت روزی میرا جائے تو ہی دولت ہے۔ بڑی نعمت ہے، قدر کرنا چاہئے، اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ کفران نعمت نہ ہو جائے۔ (صفحہ ۲۲۳)

دن کا ذلیل ہو کر آئے

فرمایا، حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص اللہ کا ہو جاتا ہے، دنیا ذلیل ہو کر اس کے پاس آتی ہے، اس انسان کو چاہئے کہ وہ آخرت کی فکر میں لگا رہے۔ (صفحہ ۲۵)

بچی قبروں سے رحمت کی کی کا واقع ہوتا

فرمایا، آجکل یہ جو پتہ قبریں نکالتے ہیں، اس سے صیت پر رحمت کے جو اسباب ہوتے، ان میں سے ایک سبب کو کم کر دیتے ہیں، ایک حدیث شریف میں ہے کہ کوئی بچی کسی مقبرہ سے گزرے، بعض اصوات کو خطاب کی حالت میں دیکھا، پھر ایک مدت کے بعد وہیں سے گزرا تو بچہ نہیں منظور پایا، وہ بچہ نہیں تو اورش ہو کر خطاب کی وجہ تو اہل بد تھے، مگر جب ان کے کفن مکمل ہوئے، بڑیاں پسیدہ آئیں، قبریں منہم ہو گئیں، اس حالت پر سب پر رحم آیا، ہم نے نہیں جھنڈا۔ پھر عقلی طور پر سمجھو کہ جب فراخ روی رہا، سب پتہ قبریں کی رکھ ہے اور پتہ قبریں تو محض بیکار ہیں، اہل فناء کی تو شان یہ ہوتی ہے کہ بعض برکات کی غیر ضروری چیزوں سے بھی انہیں نصیب نہیں ہوتا، بلکہ بعض اوقات ظلمہ حال میں بعض ضروری چیزیں ان سے بھی محروم نہیں ہوتی، مولوی نوٹ مل شد صاحب پانی پتی (جو اپنے وقت کے سب سے مرعوب تھے۔ عرب) نے میں جان کی کے وقت جب لوگوں نے اس سے کہا کہ آج کل میں کرب و غم نہ صاحب میں قدرت صاحب میں، جواب میں فرمایا کہ میں نے سب سے کتب سہا ہے، اب مجھے نہ سہارت نہ خود صاحب کی ہے، نہ قدرت صاحب کی مجھے نہ صرف حیرت دہانی ہے، میری ش کو کم، مگر ایک پچھل میدان میں دھندلا، تاکہ میری تلاش کو گوسے تکھیا میں اور ان کا تہہ بھر جائے، شاید اسی سے حق تعالیٰ میری نجات فرمائیں۔ (صفحہ ۲۵)

خواہش کی تعمیر کا مہر ہونا بزرگی کی علامت نہیں

یہ صاحب کے سوال ہے جو میں فرمایا، کہ صبر ہونا ہی نہیں، اس کی تعمیر کرنا بزرگی کے لوازم میں سے نہیں، اب چھل پڑا صبر تھا، جس طرح بزرگ کا صلیب ہونا ضروری نہیں، اسی طرح بزرگ کا صبر ہونا ضروری نہیں۔ (صفحہ ۲۲۳)



میں صاحب معلوم ہوا ہے یہ حقیقت ہے تعبیر کی اور یہ ایک مستقل فن ہے اس کا بزمی سے کوئی تعلق نہیں، ایک بار حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے ایک خواب کی تعبیر فرمائی جس سے اس کو فرمایا تعبیر کچھ بھی ہے اور کچھ نہیں ہے یہ سن کر اس کا حسد بڑھ گیا تو حضرت صدیقؓ سے فرمایا وہ کون بزرگ ہوتا۔ پھر تعبیروں کا ذکر فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت عائشہؓ کو صاحب رحمت سے حدیث میں خواب میں ہے کہ میں فوت ہوں گا یا نہیں کیا۔ فرمایا: موت تحت ہاتھ میں وہی تہجد کی اور وہ چاہی ایک اور شخص نے حضرت عائشہؓ کو صاحب رحمت سے ہے کہ میں فوت ہوں گا یا نہیں کیا کہ میں سے کون بزرگ ہو گا۔ میں نے کہا کہ ہر دو میں حضرت عائشہؓ کا فتح میں ایسا خوب باریک بین کرتے۔ معلوم دونوں نے وہاں میں کہا: ہاں، کچھ سب کے کہ وہ تھوڑے سے ماری تھے۔ کہ خواب میں آیا ہے سے حق کی طرف اشارہ ہے پھر فرمایا کہ مجھے تو اس میں سے بالکل ہی مراد نہیں۔ اور یہی بات تو یہ ہے کہ خواب میں لکھی کیا ہے یہ باری کی باتیں ہی ہوتی ہیں۔ مگر آنکھوں کے اس وقت اہم سمجھتے ہیں۔ (۲۶۵)

### حزب البحر چلنے کی اجازت مانگا

فرمایا، ایک صاحب کا خط آیا ہے، کہا ہے کہ میں آپ سے حزب البحر کی اجازت چاہتا ہوں، محض خوشنودی حق کے لئے۔ میں نے لکھا ہے کہ جس وقت حزب البحر نہی، اس وقت اللہ کی خوشنودی کا کیا طریقہ تھا۔ اس پر فرمایا کہ لوگ قرآن شریف و حدیث کو چھوڑ کر، ان چیزوں کے پیچھے چلے گئے ہیں۔ ہاں، اگر ہر چیز اپنے درجہ پر رہے تو برکات کا کس کو انکار ہے۔ (صفحہ ۲۶۶)

دنیا کی مثال سانپ کی سی ہے

اسے پکڑنے کے لئے ستر کی ضرورت

فرمایا، ہمارے حضرت عائشہؓ صاحب رحمت اللہ علیہ نے دنیا کی عجیب مثال دی ہے کہ دنیا سانپ ہے، اس سانپ کو وہ شخص پکڑے جو ستر پہنا ہو، صحابہ اس کا ستر جانتے تھے، اس لئے وہ ان کے لئے ستر نہیں ہوتی اور ہم ستر جانتے نہیں، اس لئے

ہمیں اس سے بچنے کی ضرورت ہے کہ کہیں اس نہ لے، اس دارالاحقاق اور دارالآخرت میں بہت ہوشیار ہو کر رہنے کی ضرورت ہے، ذرا غفلت ہوئی اور دینے سے ہٹا دیا۔ اس سے ضرور ہر وقت خدا سے مل کر رہنا ہے اور اسے دینا چاہیے اور دین کے کام میں لگا رہنا چاہیے اور عمر بھر ایسا جامہ میں رہے، کیونکہ یہ وہ راہ ہے کہ اس سے زندگی بھر فرصت کی امید کرنا بڑی بڑی عظمیٰ ہے۔ سوچنا اسی کو فرماتے ہیں۔

اند میں روی تراش وئی فراش  
چو دم آخروے قارغ ہوش  
(آخر کی تراش فراش میں گئے دہر آخر وقت تک یعنی آخری سال تک قارغ مت بیجو)۔ (صفحہ ۲۸۰)

نکومت کا لانا، اللہ کی اطاعت سے وابستہ ہے

فرمایا مسلمانوں کو حکومت اور مصلحت تو اللہ کی اطاعت کی بدولت ہی نصیب ہوتی ہے، جسے کسی سے کوئی چیز مانگا ہو اس کا طریقہ یہی ہے کہ وہ اسے مانگیں کیا ہے، حکومت وغیرہ یہ سب چیزیں حق تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں تو اس کو راضی کر کے مانگو۔ مگر لوگوں کی حالت جب ہے کہ ان کے خیال میں شریعت پر عمل کرنے سے تو بے فائدگی ہوتی ہے اور اس کے خلاف کرنے میں کامیابی۔ کیا خرافات ہے ابنت کھار کا معاملہ دوسرا ہے کہ ان کو دھمکی دی جاتی ہے۔ (صفحہ ۲۸۱)

تکبیر میں سے صوفی کے لئے

دن کا سون کا حشر

فرمایا جس کام میں مجھے اللہ کی مدد سے کام کرنا ہو تو اس میں میں پہنچا، اسے کرنا ہے میرے میں کہ وہ ایک عمدہ کار میں نے شریعت میں اور اللہ کی مدد سے ممکن ہے، غفلت کی تو یہ میں میری مدد شریعت کی پیروی میں بھی تھی جس کی وجہ سے میں یہ غفلت میں شرکت کر رہا، مجھے وہاں کی حالت کا اندازہ ہے۔ آخر میں غفلت اور مشابہت کہ میرے فراموشی کرنا میں غفلت میں دینے میں کہ میں سے چھوڑا کام بھی کسی کے سپرد کرتا ہوں تو میں غدار

کرنا رہتا ہوں اور جسکے سپرد کیا گیا ہے۔ اسے اس کام کی پربا بھی نہیں ہوتی۔ لوگوں میں اس قدر یقینی آگئی ہے، جس کے یہ آچار ہیں کہ ایک کام کی ضرورت تو اس وقت ہے، مگر اس کے لئے چار چنگ دن تو مشورہ ہی کیلئے چاہئے، پھر مشورہ ملے ہو جائے کے کچھ بعد دن ۱۱ سول کیلئے چاہئے، سو کام ایسے تھوڑا ہوتا ہے پھر ایک یہ ہوتا ہے کہ ۱۲ بجش ہے بجش ہے بلز شرع کر دیا، مگر جب ہوش آئیے تو ایک فرد بھی غرور نہ آئیے، جن لوگوں نے نذر (جنگ آزادی) کے واقعات اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں، ان سے پوچھو، پتا دے سکتے ہیں کہ خدا وہ دن نہ دکھائے، بہت سے علماء کو ان کے معتقد میں نے آباد کیا، مگر جب وقت آیا، سب غائب، بچارے مولوی صاحبان ہی پر آفت آئی۔ ان بچوں کو ابھی خبر ہی کیا ہے، سب سے پہلے قلب میں دین کو راسخ کرنے کی ضرورت ہے، اسکے بعد آگے قدم رکھنا چاہئے۔ سو ابھی یہاں تو درسوخ کا کام ہی صفر ہے، اسلئے ان کی کوئی بات قابل احوال نہیں۔ (صفحہ ۸، جلد ششم)

یورپین قوموں کا روحانیت اور عقلیت سے محروم ہونا

فرمایا، یورپین اقوام دین کے کاموں میں بڑی ہوشیار ہیں، ان لوگوں کو وحدت سے بہت زیادہ حساسیت ہے، مگر روحانیت اور عقلیات سے انہیں کوئی تعلق نہیں، بس انکیات (کھانے کی چیزوں) سے تعلق ہے ہر وقت اکل پینے دنیا کی فکر ہے ان کے اخلاق کی غایت بھی معاشی اغراض ہیں، اس لئے انکی پرانی سے بات کرتے ہیں کہ فرد فرما سکر ہو جاتا ہے، جس کا مکمل اوقات داران کے دین پر بھی اثر پڑ جاتا ہے، اسی میں ہے تو فوجی دینا ہوں اور یہ محض تجربہ کی بناء پر ہے کہ ان سے ضرورت مٹنا نہ چاہئے۔ (صفحہ ۸)

حقوق، خالق کے احکام کا احاطہ نہیں کر سکتی

فرمایا، تجربہ کی وجہ سے اکثر لوگوں کی دینی حاکمیت برباد ہوتی ہے، ان کے یہاں ہر چیز کا معیار اور مدار محض عقل ہے، لیکن سوئی ہوت ہے کہ حقوق، خالق کے احکام کا حاکم کیسے کر سکتی ہے اور عقل بھی تو حقوق ہی ہے، وہ کیا اس تک پر ادا کرے گی، کہیں

دنہیں جا کر اس کی دوزخ و دوزخ شمع ہو جائے گی۔ (صفحہ ۳)  
عہدہ کی طرف سے علماء گروں کی مدد اور اہتمام کرنا

فرمایا، امرہ سے تعلقات سے دین کا نقصان ہوتا ہے، ہاں، اگر وہ خود تواضع و خضوع کے ساتھ ان کے طالب ہوں تو پھر انہیں منع بھی ہو سکتا ہے اور اگر ان کو تو طلب نہ ہو اور علماء ان کے دواؤں پر جا کر ان کی گواہی اہتمام کریں تو امرہ دیکھتے ہیں کہ جو چیز ہمارے پاس موجود ہے، یہ اسکے طالب ہیں تو پھر اگر وہ اختیار کا برتاؤ کریں تو ان کی کوئی شکایت نہیں، اسلئے کہ دنیا کے طالب کے ساتھ تو ایسا ہی برتاؤ کیا جاتا ہے اور اگر علماء کی اس حالت کے باوجود وہ ان کی تحقیر نہ کریں، جب تو وہ قابل تحریف ہیں اور علماء و مشائخ قابل ملامت۔ (صفحہ ۱۸)

شاہ محمد غوث کے مولوں کی کارروائی

فرمایا، شاہ محمد غوث گوالیاری نے عسکرات کو تالیم کیا تھا، ایک بار ان کو حکم دیا کہ شاہ عبدالقدوس صاحب قدس سرہ انگلوں کو یا اس سلسلہ کے اور کوئی بزرگ تھے، کہ یہاں سے ۱۰۰ مسلح ہوئے، حضرت شیخ مشغول تھے، مولوں پر دست عاری ہوئی، شیخ نے دھڑ دھڑا کر کچھ خلاص نہایت قوی وکیل نکلتے ہیں، دریافت فرما، کہ کون ہو، عرض کیا، ہم مول ہیں، پوچھا، کیسے آئے ہو، عرض کیا کہ شاہ محمد غوث گوالیاری نے بھیجا ہے، وہ زیارت کے مشتاق ہیں، اگر ارشاد ہو تو حضرت کو بہت آرام سے وہاں پہنچا دیں گے، فرمایا کہ انگو بیٹوں لے آؤ، وہ مول واپس گئے اور شاہ محمد غوث گوالیاری کو سنا دیا، اسلئے کہ ابھی کہ تم تو میرے علم بردار ہو، اسے مجھے کہہ دو، اسلئے مقدمہ میں، مت شیخ نے مقدمہ میں ہم نے علم بردار میں عرض کیا، کہ سیکرٹری گنوا حاضر ہو گئے شیخ سے سبیل بہت خدمت کی، کہتے، یہاں کام میں مصروف ہو اسلئے نے اسی مجلس میں توپ کی در حضرت شیخ سے بیت ہو۔

ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک جوان آیا کہ میں نے لڑن و بندہ بخش کا سپاہی ہے، آپ چلے، فرمایا کہ میں حاضر نہیں ہوں، اس نے استعفاء کیا، آپ تحریف سے گئے، اس نے سام کیا اور حضرت کی تحریف آوری پر شرمندگی

خاطر کی اور عرض کی کہ اگر صرف اپنا نام لکھ کر بھیجتے تو میں چلا جاتا اور یہ بھی  
دہرہ کیا کہ آپ کے سلسلہ داول کو بھی نہ سناؤں گا۔ (صفحہ ۵)  
آلات ابو کو تو زنا محام کا کام نہیں

فرمایا: امام ابو حنیفہ رحمت اللہ علیہ کی عجیب نظر ہے، ان کا قوی ہے من گھسور  
لعمروہ برضا و عدا و مراد و کفر و کلبو جس میں وہ انسان کی یہ کلمی ہے کہ  
آلات ابو کو تو زنا و دامن و دامن کسی عادی کو ہر نہیں، اگر کوئی تو زنا و دامن تو جہد  
ہے آگے نیک۔ نام حسن و نام حسن و نام حسن و نام حسن سے تو ہر ہر سنا ہے۔  
سر دے نہ ہے امام صاحب سے اس وقت میں صبر سے کہ قدر تھکا گیا ہے  
ہے، حاصل یہ ہے کہ یہ اختیارات سلطان کے ہیں، وہ اگر عوام کو ایسی گنجائشیں  
دی جائیں تو ہر ہر میں ہر ہر کی صورت میں ہر ہر ہو، یہ گھر ہے۔ نہ ہے کہ  
صحت کی قدر ہو پس چل سکتی، سوائے نقد ملی کے، یہ ایک سیاسی تجربہ کار کا قول  
ہے۔ (صفحہ ۵)

دشوار مسائل میں راہ نکالنے کی صورت

فرمایا بعض باتیں بڑی نازک پیش آجاتی ہے اس وقت عجیب کشش ہوتی  
ہے۔ یہاں تک تک نہیں تھے، جو ہم کسی عادی بھی لک ایک ہندو قانون کو  
سے ایک صاحب تھا، اس پر چار روایت روایت کے تھیں، حضرت سے بچے بچے  
روایت دینا چاہتی ہے، اس کو یہ مسئلہ معلوم تھا، ایسے دہرہ کرنا جب اس کا کام  
نہا تو یہ سے پاس سے کہ کام تو کیا ہے، اب کوں صحت بھی نہیں تو اس  
روایت اس کا۔ اس میں سے ہر ہر اس تو یہ ہے کہ روایت نہ دی جا۔ مگر اس  
کا اثر دیکھا جائے کہ اس میں مصروف کی خصوصیت ایک لوگوں کی بدنامی ہے یہ  
غیر مسلم سمجھیں گے کہ ایسے بزرگ بھی بے ایمانی کر سکتے ہیں، اسنے اگر تم دے کر تو یہ  
کرنا تو یہ مصیبت کے قریب ہے۔ پھر اسوقت نہ دینے میں آئندہ ان مظلوم قریاء کا  
نقصان ہوگا، جن کا کام اُدھر ہے ہوجانا تھا اور ہر وقت غم و غم میں صرف ہوئی، ایک  
دیکھ اور تھیرا دینا پیش آجاتی ہیں، مصطفیٰ کو اور خداوند است کو، اللہ تعالیٰ

صاف فرمائیں۔ (صفحہ ۹۱ جلد ششم)

نگ وناموس کا مرض۔

عشق و محبت کے اور یہ اس کا علاج

فرمایا فرد بہت سے نیک کاموں سے نگ وناموس کی وجہ سے باز رہتا ہے،  
اس میں بڑے لوگ زبردہ مبتلا ہیں، جب کہ چھوٹے لوگ اکثر اس کی پر دا بھی نہیں  
کرتے، اس نگ وناموس کا اگر کوئی علاج ہے تو وہ صرف اللہ سے عشق اور محبت  
ہے، اسے کہ عاشق کی یہ شان ہوتی ہے کہ وہ نگ وناموس کی زد و بار پر وائیں  
کرتا۔ عاشق بھی بدنامی سے نہ ڈرے گا اور ہر ہر جا یہ میرا۔

گرچہ بدنامی مست نزد عاقلانہ نامی خواہیم نگ وناموس

اور اس نگ وناموس نے بہت سوں کا ہڑا کر دیا ہے، غرض دین اور ایمان  
نگ سے غروں کی، یہ نہایت پسے نوٹنے کی چیز ہے کہ اس کی بدست میں اور دین  
دونوں برباد ہو جاتے ہیں، ہاں، عشق اور محبت چٹک ایسی چیز ہے کہ وہ نگ وناموس  
کو فنا کر دیتی ہے۔ اگر حق تعالیٰ سے محبت پیدا ہو جائے تو فرد، ان ساری چیزوں  
سے دستبردار ہو جاتا ہے، اس محبت کے پیدا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اہل محبت کی  
محبت اختیار کی جائے، آگے تقسیم پر عمل کیا جائے، پھر آپس میں انفراد اور اجتماعی  
شروعات ہوگی۔ (صفحہ ۱۳۹)

دوسروں کے کام چھوڑنے کے ساتھ

فرمایا: دوسروں کو کوئی کام چھوڑ کر کے مجھے اطمینان نہیں ملتا، اسنے کہ قریب  
قریب ہر شخص میں اس وقت، اللہ سے قریبی کا نام مرض ہے، اسنے میں کڑا رہا۔  
کام اسنے ہاتھ سے خود ہی کرتا ہوں، اس نے اطمینان سے بھر ہے کہ آدمی اپنے  
کام خود ہی کرے، میں نے ایک رسالہ میں مذکور ہوں کہ اللہ کی تحریروں میں  
لکھنا چاہتا ہوں، مگر چونکہ میں اس کی جہاد کی تقدیر کی ضرورت تھی، وہ وہ میں  
ہیں، اسنے اس رسالہ کو تقریباً پانچ سو سال ہو گیا ہے، اس وقت تک تکمیل کو نہیں پہنچا  
سکا، اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اس کام کا تعلق دوسروں سے ہے۔ ایک صاحب نے

عرض کیا کہ ہندوستان میں علماء مالکیہ نہیں ہیں، اس وجہ سے یہ دشواری پیش آئی، فرمایا، اُن علماء نے مجھ میں ایک دفعہ جواب دیدیا، اگر وہ ہندوستانی ہوتے تو مجھ میں بھی جواب آنا مشکل تھا، اور یہ سب بے فکری کے کرکے ہیں۔ (صفحہ ۱۳۲)  
 غلیات سے باطنی نسبت کا سلب ہو جانا

فرمایا، ایک مرتبہ میں نے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت کوئی ایسا غل نہیں ہے، جس سے جتن سحر ہو جائیں، فرمایا، مگر ایک بات چیتنا ہوں کہ تم بدو سے لے کر پیرا ہوئے ہو یا خدا بننے کو، خدا معلوم، حضرت نے یہ الفاظ دل کی کس گہرائی فرمائے تھے، سالہا سال کا شوق ایک منٹ میں ختم ہو گیا، بلکہ خود اس شخص سے قلب میں جیز میر ہو گئی، اس لئے میں کہا کرتا ہوں کہ اللہ وہاں کی صحبت اختیار کر دے، ان کی صحبت کیسے اثر رکھتی ہے، تاکہ کہ کندہ ہو جاتی ہے، انہوں کو دگر کو صحبت کی برکات معلوم نہیں، اس صحبت کے صحبت رشاد ہے۔

ایک روز نہ صحبت با اولیاء  
 بجز از حد سالہ طاعت بے ریا  
 صحبت نیکان اگر یک ساعت است  
 بجز از حد سالہ زہد و طاعت است  
 آج کل لوگوں کو اس سے وحشت پیدا ہو گئی ہے، حالانکہ صحبت کے بغیر فضول جہنم سے نہایت مٹا صرف دشواری نہیں، بلکہ عادتہً محل ہے، حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب کج نثر، انہی کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوئے، جن کا یہ مکتا تھا کہ مولانا غافل ہیں۔ مولانا کا کشف ہوا ہوا تھا، فرمایا لغو بات۔ استغفر اللہ، کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم غافل ہیں، اور ہے، کچھ خبر بھی ہے کہ غلیات سے باطنی نسبت سب ہو جاتی ہے، یہ مسئلہ مولانا کے ارشاد سے معلوم ہوا۔ سبحان اللہ، یہ حضرات کیسے حکیم تھے۔ (صفحہ ۲۳ جلد ششم)

بزرگ ہونا آسان ہے، انسانیت کا پیدا ہونا دشوار ہے

فرمایا، بزرگی اور ولایت الگ چیز ہے اور ان کا حاصل ہونا بھی آسان ہے، اس لئے کہ اُس کا واسطہ ایک بہت بڑی کریم اور رحم ذات سے ہے، بندہ کی ادنیٰ قوت

سے صل ہو جاتا ہے۔ مثل تو آدمیت اور انسانیت کا پیدا ہونا ہے، کیونکہ اس کا حقوق حقوق سے ہے۔ حقوق انہو اسی سلسلہ میں ہیں، اس لئے اس کا بہت اہتمام ہونا ضروری تھا، مگر آج کل تو اسے دین کی فہرست سے خارج سمجھا جاتا ہے۔ (صفحہ ۱۹)  
 جس قوم کے ذہنی رعب امیر ہوں گے  
 اس قوم کا فساد سے دوچار ہونا

کہ معظمہ میں مولانا رحمۃ اللہ صاحب کے مدرس کے سلطان عبدالحمید خان نے پنجہ رقم مقرر کرنا چاہی، آپ نے منظور نہیں کی اور لوگوں کے پوچھنے پر فرمایا، نہ بھئی، پھر کام نہ ہوگا۔ اب تو کارکنوں کی دھماکے پر چل رہا ہے، اس لئے سب کوشش سے کام کرتے ہیں۔ پھر مشکل طور پر والوں سے آغا چاہے کام ہو یا نہ ہو۔ اب تو مدرس میں سرمایہ نہیں۔ روپیہ نہیں۔ لیکن کام ہے اور جب یہ سب کچھ ہوگا، مگر کام نہ ہوگا اور بے فکری ہو جائے گی۔ اب دیکھ لیجئے، اسوقت جو علماء ریاستوں سے وظائف حاصل کر رہے ہیں وہ کس قدر بے فکر پڑے ہوئے ہیں۔ پھر کام کہاں، میں تو کہہ کرتا ہوں کہ جس قوم کے ذہنی راہبر امیر ہو گئے، وہ مذہب اور قوم پرست ہے، چار ہوگی، اس سے کہ امارت و دولت کی وجہ سے سے انہیں قوم و مذہب سے واسطہ رکھنے کی ضرورت باقی نہ رہے گی اس فساد کا سبب بھی نہیں، بلکہ امارت کی خصوصیت مسکینوں سے دوری ہے۔ (صفحہ ۲۲۵)  
 مختلف فکر کے لوگوں سے بننے کے قصاصات

فرمایا، پیسہ تو بہری کی بات تھی کہ جس بات تھا، دوسرے کے علاوہ درمیشخ سے متا تھا، چاہے اس کی بھی مشرب کا، اور اب تجربہ کے بعد یہ بات سبب رہی اور اب تو میں خود اپنے دوستوں کو مشورہ دیتا ہوں کہ یہ طرزِ خطرناک ہے۔ پہلے لوگوں کی صحبتوں میں سستی تھی، جس کے باعث رت سے، اصل ان طرح بننے سے کسی منع سے بے قصاف طریقہ ہے اور جواب دہ کرتے ہیں ان کو اس شخص میں ہی دیکھنا ہوں۔ بکثرت اس قسم کے غلطوآت آتے ہیں، جس میں نکلا ہوتا ہے کہ لوگوں سے مل کر ان سے مل کر اب قلب میں خدا کی کیفیت ہے۔ سستی و غفلت

لوگوں سے ملنا نہیں چاہتے۔ اس سے انکار پیدا ہوتا ہے۔ طبیعت میں کیسوی نہیں رہتی، جب کہ اس طریقے میں (یعنی راہ سلوک میں) کیسوی اور نکلی طبیعت کی ضرورت ہے، یہ اس صورت میں نہیں رہتی تو پھر نفع کہاں ہوا۔ (صفحہ ۲۳۸)

آج کل بزرگی اور خلافتوں کی تقسیم کی روش کا عام ہونا

فرمایا، آج کل بزرگوں کی کوئی کی نہیں، سب سے بزرگ ہی بزرگ ہیں۔ بزرگ ہونے کے پاس بیٹے ہیں اور وہ سب سے بڑے ہوتے ہیں، جس میں نہ بیٹہ نہ بیٹا نہ نہ، نہ بیٹا نہ بیٹا، اس طرح یہ بیٹوں کے بغیر بزرگی مل جاتی ہے۔ درحقیقت میں موجودہ بزرگوں میں خیر ہی بزرگی اور روایت ان سے ہیں، نہایت درحقیقت جاتی رہی ہے، خیر نہیں کہ یہ بزرگ ہی کرنا چاہتا ہے اس (صفحہ ۲۳۹)

(حضرت مولانا کی یہ بات موجودہ دور کے اکثر بزرگوں پر صدق آتی ہے۔) یہ ایک ایسا بزرگ ہے کہ کسی کو سمجھتی ہیں۔ اس دور کے ایک عاشق صادق نے کئی عجیب بات کہی ہے کہ موجودہ دور میں جس شخص کو سزا دینی ہو اور نیک اور بدامی میں جملہ کرنا ہو، اسے خلافت دے کر بزرگی کے منصب پر فائز کیا جائے، اس لئے کہ چندہ میں سب کے سب عزم و جدت سے اس صورت دینے سے نئے سے نئے جذبات حالت انسان میں رہتے ہیں اور جب اس وجہ ہمارے عقائد کا غائب ہوجاتا ہے۔ (مرحب۔)

لوگوں کی طرف سے فرعون بنانے کی کوشش

ایک نوروز صاحب نے حاضر ہو کر سلام صاف کے بعد دست بوسی کی اور پھر قدم بوسی کی طرف بڑھتے کا ارادہ کیا۔ اس پر حضرت والا نے اسے شہ کیا، وہ اس پر بھی اصرار کرتے رہے، آپ نے ہندو آواز سے فرمایا کہ افسوس، زنی کیا تھ کہنے سے جنہیں کچھ میں نہیں آتا، کی بیری پر سن کر نے آئے ہو، مجھے فرعون بنانا چاہتے ہو، آخر تم لوگوں کے عقیدے کیوں غریب ہو گئے ہیں، آخر تم لوگ اسلام اور مسلمانوں کو کیوں بدنام کرتے ہو، آخر میں کہاں تک صبر کروں اور کہاں تک بغیر نہ ہو، کوئی حد بھی ہے، بدو حد، سلام کرنا اور مصافحہ کیا کافی نہیں، کیوں شرعیات اور بدعات میں جملہ ہو رہے ہو۔ اب دیکھ لیجئے، کیا یہ موقع خاموشی اور روایت خوش

اخلاق کا ہے، گرتے پڑتے تو پائے ہی سے فارغ ہونے کے بعد یہ شخص سجدہ کرتا اور نہ معلوم کہاں تک نوبت پہنچتی، اللہ چاہے چاہیوں سے، یہ ساری خرابی شکست کی ہے۔ مسلمانوں کے ہاں ساری تو رہی ہیں، مقبروں میں دیکھو تو شکست۔ امیروں میں دیکھو شکست، اس کا خیال ہی نہیں کہ یہ بات دین کے خلاف ہے یا موافق ہے، اس کے علاوہ ہر مومن اور ہر مصلح کے وقت اس کا خیال رکھنے کی بھی فتنہ ضرورت ہے کہ بے کسی کو یا فعل سے کسی کو یا نہت سے۔ دوسرے پر بوجھ نہ ہوں، دار نہ ہو، نہ انراں نہ ہو، یہ پائے ہی میرے لئے تخت مراب ہے، اگرچہ جائز بھی ہو اور اگر ناواقف کا عقد ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ فرد کو چاہئے کہ جہاں چاہئے، کسی سے وہاں کے طریقے معلوم کر لے۔ (صفحہ ۲۳۹)

دینی مدارس کو دوا امام کاسوں کی تفتیش

فرمایا، میں سارے اہل مدارس کو دانتے دیتا ہوں کہ ہر مدرسہ کی طرف سے کچھ مبلغ بھی مقرر ہو جسے چائیں، یہ ساری سنت ہے اور پڑھنا چاہنا اس کی ابتداء ہے، جب کہ اصل مقصد تبلیغ ہی ہے اور ایک اور بات تجزیہ کی بناء پر کہتا ہوں کہ معصیوں کو چھوڑ دے کوں نصیب نہ ہونا چاہئے، صرف احکام بیان کرنا، ترمیم اور تفصیل بیان کرنا، اس کا کام نہیں ہے، اس سے انھوں کو بہت شغ ہو جاتا ہے، مگر اہل مدارس اس طرف توجہ ہی میں کرتے، غرض ہمارا غاب ان حقیقت سے چھوڑ دینا جس نکل میں نے مدرسہ پانچ دہائیوں سے منظور کیا تھا کہ ملک کے تمام اطراف میں پانچ دہائیوں میں امت جاتی رہی چاہئے، جس کا کام صرف تبلیغ ہو اور ہر شہر میں اس کی آبادی کی نسبت سے مسلمانوں کا مسئلہ ہونا چاہئے، نہ کوئی خاص نظام نہیں ہوا، ان مدارس کے متعلق ہماری ایک یہ رائے ہے کہ دینی مدارس میں صحت و درست فاضل نظام ہو، خواہ طلبہ بعد میں یہ کام نہ کریں، لیکن شکایہ ضرور جائے جس سے انہیں قابل عام لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان مولویوں کو اس کے سوا اور کچھ نہیں، ۱۰۰ سے دو تین اپنا تخریج سمجھتے ہیں، جس سے ان کی حقیر ہوتی ہے، اگر کوئی دستکاری و دیرہ سکھ میں اس وقت کب معاش کی ضرورت ہو تو اپنے کام میں تو لوگ چاہیں گے اور اس طرح چندہ



لئے ہیں۔ عرض کیا کہ کیا اس لئے ہیں۔ فرمایا کہ اس پر بھی شبہ نہ ہو کہ کیا کروں۔ (صفحہ ۳۲ جلد ہفتم)

اللہ کی نظر میں بندہ کے انفرادی اہمیت

فرمایا ہشامہ اور رسول ہے کہ زیادہ آدم جیزوں پر خود ہماری نظر نہیں پاتی اور ہم سب غفلت کو سمجھتے ہیں تو حق سبحانی کو یہ نظر فرماتے۔ ہونا ہے قریب کی ایک ریاست کے نائب صاحب کے ایک شخص یہاں پر آئے تھے وہ وہاں کے حور پر بہت باغی تھے، آخر میں سے خدا کر آیا کہ اسے نکال کے میرے بیٹی حاکمات میں، میں عدلیوں میں نہرتا۔ یہ میرا معمول ہے، سنے میں نے نہیں لیا، کیونکہ غرض مشغول تھا اور ایک غریب مرد کی لنگر آیا اور کہا کہ ایک پیر رکھو اور باقی حق پیسے واپس کرو وہ بہت اور غلطی کے جذبہ سے لنگر آیا تھا۔ میں نے ہایت قدر دانی کے ساتھ باقی حق قبول کیا اور لنگر پر کیا خرخراتے، وہ صرف صوم اور نیت کو سمجھتے ہیں اسکو ہمارے حضرت نے خوب کہا ہے۔

میں نے اپنا کچھ بڑا اگر بوجھے وہاں گر پڑے ہیں بہت سے ملازمین و خدمتگارانہ جانتے ہیں کہ میرا ایک صحابی ایک مٹی کی گھڑی خریدتا کرے اور فریاد مانی کہ بڑا کے برابر سنا تو وہ اس میں کوئی مٹی بھری ہوئی ہو سکتی۔ یہ صوم اور عدم صوم ہی کا فرق ہے اور چونکہ وہ غرض صحابیت کا خاصہ ہے اسلئے صحابیت کو اس کا دار قرار دیا گیا۔ (صفحہ ۳۳ جلد ہفتم)

دوروں کی اصلاح کے لئے تصوف کے  
لین میں بہارت کا ہونا ضروری ہے

فرمایا اس طریق میں سب سے زیادہ نازک چیز اصلاح کا کام ہے۔ یہ شیخ کمال کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اور شیخ کمال سے مراد بزرگہ دلی، لقب، غوث نہیں، بلکہ اس سے مراد وہی دانا ہے، جو حق جانتا ہو، جس کو اس فن سے مباحث ہو۔ پھر اگر اس کے ساتھ تنہی و صبر نہ ہو تو اس کی تصیم میں اور ہوگا، برکت ہوگی، لیکن خود فی سبب وہ شہ سبب ہے تو بالکل غیب کے فن کی طرح یکساں ہے تو

جیسے جسمانی طبیب کا بزرگہ دلی، لقب، غوث ہونا ضروری نہیں، ایسے ہی یہاں بھی ضروری نہیں، ہاں وہ فن دانا ہونا چاہتا ہو، اصلاح کیلئے یہ کافی ہے اور اگر بزرگہ دلی، لقب، غوث ہو، مگر فن نہ جانتا ہو تو وہ اصلاح نہیں کر سکتا۔ (صفحہ ۳۴)

(واجب ہو کہ حکیم الامت نے یہ اہم نکتہ بیان کیا ہے، جو ان کی مختلف ملحوظات میں موجود ہے ایسا اہم نکتہ ان کے علاوہ کسی بزرگ کی کتاب میں نظر نہیں آتا، حقیقت یہ ہے کہ راجہ سلوک میں عابد صادق کو دھار گڑھ گھانٹوں سے گذرنا پڑتا ہے اور اسے روزمرہ زندگی میں سنے سے غفلتوں سے واسطہ پڑتا ہے اور قیامت خیز منظر کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اگر ان حالات میں طالب کی ذاتی تسکین کا انتظام نہ ہو اور ان کی انجمنوں کو دور کرنے کی صورت نہ ہو تو اس پر باقی کی حالت طاری ہونے لگتی ہے اور اس کی زندگی دردناک بن جاتی ہے، اس کے لئے تصوف اور راجہ سلوک کے فن سے پوری طرح واقفیت ضروری ہے، اس دور میں حکیم الامت نے اس فن کو مدلل کر کے حالہاں پر پڑا احسان فرمایا ہے۔ (مرحب)

کام شروع کرنے سے پہلے

فی سبب کچھ بننے کی حسرت کا ہونا

فرمایا، آج کل طالبوں کی حالت یہ ہو رہی ہے کہ کام شروع کرنے سے قبل ہی سب کچھ مانا چاہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر عمر بھر کے عبادت و ریاضات پر مٹی فصل ہو جائے تو اپنی ذی حجب ہے اور کیا یہ توفیق حجت ہے کہ انہوں نے طالب کو ذکر و خیر و عبادت کی توفیق نہ دی ہے اور پڑھا ہے یا نہ پڑھا ہے جب تک قلب میں سکون نہیں ہے کہ کم کچھ ہو جائے اس کچھ کو کہ یہ شخص عوام ہے۔ ہوس وغیرہ کا کردار اور خدمت میں مشغول رہو اور فضل کا حیدر دار رہو اور مایوس نہ ہو اور جی بھر کا قیامت پر نہ کر کے سب سے نہ سو اچھو رہو، پھر دیکھو کہ جی بھر کا نظر آ رہی ہے، اس کے فضل سے کس قدر مکمل ہو جاتی ہے۔ (صفحہ ۳۶)

مختلف بزرگوں سے ملا سفر ہے

فرمایا، میں مختلف بزرگوں کی خدمت میں چلنے سے منع کیا کرتا ہوں، اس

سے میری مراد جتنی رہے گی میں بلکہ اہل حق ہی مراد ہیں، جس کی وجہ یہ ہے کہ مزاج کا اختلاف، مزاج کا اختلاف، وجوہ تربیت کا اختلاف یہ تو سب میں موجود ہوتا ہے، حتیٰ کہ اہل حق میں بھی۔ اسنے مختلف برائیوں سے بڑے سے غالب تشویش میں مبتلا ہو جاتا ہے، اسنے میں سب سے بڑے سے منع کرتا ہوں۔ (صفحہ ۵۸)

(راقم السطور کی نظر میں راہ سلوک میں چلنے والے مبتدی اور متوسط طالب کے لئے تو اپنے شیخ کے علاوہ دوسرے بزرگوں سے بڑے رہتا معزز ہے جب کہ کتنی کے لئے معزز نہیں۔)

ہادس میں چندوں میں عدم

اعتیاد اور اس کے نتائج

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت، اگر حدیث کی طرف سے کبھی پر راتنی آدہ کا ایک حصہ بہت سے) سفیر رہنے چاہیں تو کیا یہ چاہئے۔ فرمایا کہ یہ شرعاً ناجائز ہے، مگر کمزور ہادس والے اس بات میں جھٹکتے ہیں۔ آج کل چاکر ناچار کو کوئی نہیں دیکھتا۔ اسی نے ہادس خیرات و برکات بھی دینے ہی پیدا ہوئے ہیں۔ نہ اسناد کو حلیہ پر شفقت اور محبت ہے، نہ طلبہ کو اسناد کا ادب و احترام ہے، نہ حاضران پر علم کی شان معلوم ہوتی ہے، نہ حاضران میں اس کا اثر ہے۔ یہ سب غیر مشروح آدمی کے نتائج ہیں۔ اسی طرح چندوں میں قطعاً اعتیاد نہیں کرنا چاہئے کسی رقم وصول کر کے لائے۔ نہ تحقیق نہ تفتیش، بس وصول کر کے لے آئے اور دوسرے والوں نے اسے داخل کر لیا، کوئی پرچہ ہی نہیں، مگر اللہ کے فضل بندے اب بھی محتاج ہیں۔ میں تو اس سلسلہ میں ہادس کے ذمہ داروں کو ہر طرح اور ہر صورت سے آگاہ کر چکا، مگر کون سنتا ہے۔ (صفحہ ۵۸)

دعوت کے کام کا حکیمانہ ہونا

فرمایا، تبلیغ کا کام بھی ایک حکیمانہ کام ہے، ہر شخص اسے انجام نہیں دے سکتا۔ جس میں بڑی فہم اور عقل کی ضرورت ہے کہ کسی موقعہ میں کیا اور کس عنوان سے

بات کہنا چاہئے۔ ایک صاحب سرکاری عہدہ دار ہیں، وہ اکثر میرے پاس آتے جاتے تھے، سوئے کی گنجی پٹے ہوتے تھے میں سے انہیں کبھی نہیں لگا، یہ دور انہوں نے مجھ سے بیعت کی درخواست کی، اس روز مجھے خیال ہوا کہ آج مجھے حق حاصل ہے، انکو اپنا مصحف کر دیا، میں نے بیعت کر لیا۔ بیعت کے بعد ارادہ ہی تھا کہ گنجی کے متعلق ان سے کہوں، مگر سب سے بیعت ہوتے ہی گنجی اتار کر مجھے دی کہ اسکو کسی صاحب مصرف میں صرف کر دیا جائے۔ میں نے کہا کہ اگر اس کو بچے مگر دلوں کو دھیر تو کوئی حرج نہیں، آپ کو تو پتہ چاہتا ہے کہ نہیں، مگر مگر کی فوریس کہیں سختی ہیں، کہا کہ نہیں، بہت دلوں تک مصیبت میں مبتلا رہا، اب اسکا کفارہ دینی ہے، دیکھئے، کسی کے قلب کی حالت کی کسی کو کیا حرج، کیا حاصل مل گیا۔ مجھے بڑی مسرت ہوئی کہ، بچے بچے کو سے بنا تعلق ہو کہ جن کی روک دے میں دین کی عظمت و رحمت ہو، اگرچہ خبر میں اس کا گمان نہ ہو، جس نے میں کیا کرتا ہوں کہ کسی کو کوئی حقیر کی نظر سے۔ دیکھئے، نہ معصوم نہ گناہگار کا کیا تعلق اور کیا معاملہ ہے، اسنے عالمی سے غفلت نہ ہونا چاہئے، البتہ معاصی (یعنی گناہوں سے غفلت) نہ ہونا چاہئے۔ بعض اوقات یہ سنت اور یکہ مس میں باج پٹ ہر وقت ہے۔ حدیث کا کفر اور بات پرست چلک چھپنے میں مومن صادق اور مومن کمال ہو جاتا ہے۔ (صفحہ ۶۵ جلد اول)

مسلمانوں کی بنیادی کمزوریوں کی نشاندہی

فرمایا، مسلمانوں کی غفلت شہادی کی کوئی الجھا نہیں دے۔ کسی طرح بیداری کی صورت پیدا نہیں ہوتی۔ مسلمانوں کو تو ہر وقت فکر کرنا چاہئے۔ یہ ان کی عظمت کا وقت نہیں۔ آخرت کیلئے اعمال کی تیاری و اصلاح اور دنیا کیلئے اپنی قوت کا استخراج ہر قسم میں خود واقف و یہ ساری چیزیں حکم ہیں، ان سے غفلت دے باری کا دشا جتنے خطبہ ہیں۔ ایک تو غلط توکل کا استعمال ہے۔ سو توکل تو ذم سے ہر مسلمان و بزرگ و راستہ خدا تعالیٰ سے ایسا ہی تعلق رکھنا چاہئے کہ وہ ان چیز کی پرہیز کرے۔ یہی اعتقاد رکھنے کہ جو اللہ کو منحور ہوگا، وہی ہوگا، کوئی کچھ نہیں کر سکتا، بین



(دو اکثر) توکل کا استہلال خلاف عمل کرتے ہیں۔ دوسری غلطی یہ ہے کہ جو کام کرتے ہیں، جوش کے تحت کرتے ہیں۔ اگر کام ہوئی کے ساتھ ہو تو بہت جلد کامیابی حاصل ہو۔ ایک غلطی یہ ہے کہ ہر کام کرنے سے قبل یہ معلوم کر لینا واجب تھا کہ اس معاملہ میں شریعت مقدسہ کا حکم کیا ہے۔ پھر اللہ ورسوں کی بتائی ہوئی تدبیر پر عمل کرتے۔ حاصل یہ کہ جوش کے تحت کوئی کام نہ کیا کریں، ہوئی کے ساتھ کریں۔ اپنی قوت کو ایک سر پر حق نہیں۔ جس میں خود وحق اور احکام کی پابندی کریں، اگر ایسا کریں تو میں اللہ کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے دوسرے کے ساتھ کہتا ہوں کہ چند روز میں کام چلتا ہو جائے۔ مسئلوں کے مصائب اور آلام کا خاتمہ ہو جائے۔ نیز جو کام کریں، اس میں کامیابی کیلئے خدا سے دعا کریں۔ پھر دیکھیں، کیا ہوتا ہے، مگر اس وقت کام کی ایک بات بھی نہیں، محض جڑ بگڑا ہے۔ (صفحہ ۷۷)

تجربہ کے بعد کھانے سے تکلیف کا ہوتا۔ اس کا جواب

فرمایا، ایک صاحب کا خط آیا ہے، لکھا ہے کہ تجھ قدر ہو جاتا ہے، جس سے سخت تکلیف ہوتی ہے۔ نہ کوئی بدن تحریر فرمیں۔ میں نے لکھ دیا ہے کہ بدن مصیبت کا ہوتا ہے یا غیر مصیبت کا بھی۔ کیا تجھ تھا ہوتا، یہ مصیبت ہے اس پر فرمایا کہ اب دیکھئے، کیا جواب آتا ہے، لوگ خواہ مخواہ اپنے لئے خود سختیں پیدا کر لیتے ہیں۔ یہ سب بے خبری کی باتیں ہیں۔ (صفحہ ۸۸)

دنیا کے بارے میں سلف کی روش

ایک مولوی صاحب کی لکھنؤ کے سلسلہ میں فرمایا کہ آپ نے ہانگ بیج قربان کر سلف میں بزرگان دین نے بڑی بڑی مشقیں اور تکلیفیں اٹھا کر دین کی خدمت کی ہے۔ ایک بزرگ عالم تھے، جس کا نام اس وقت فراموش، "انعام" میں ان کا واقعہ چلا ہے، ان پر کئی کئی روز کے قاتلے ہو جاتے تھے۔ ایک دوسری، ان بزرگ کا مسئلہ تھا، وہ کھانے کی دکان کیا کرتا تھا۔ جب اسے بزرگ کی یہ حالت معلوم ہوئی تو اس نے ان بزرگ سے کھانے کے انتظام کی اجازت چاہی، بزرگ نے

فرمایا اگر اجازت کرنا چاہتے ہو تو اس کی ایک صورت ہو چکی ہے، وہ یہ کہ مسافروں کے سامنے کا پچ کھپا کھانا دینا کرو۔ اُسے قبول کر لیا۔ اس یہ بزرگ ان کے پاس کبھی کبھار جاتے، اور مسافروں سے سامنے دیا، پچ کھپا کھانا ہوتا، "سمن" اور بیج سے نکرتا تھا۔ ایک روز شریف تھے تو اس روز پچ کھپا بھی نہ دیا، تھا تو یہ بات پڑھتے ہوئے ہشاش بشاش واپس شریف لے آئے تنگ ادا کروا محاسنہ۔ بات یہ ہے کہ یہ حضرات اس ناپاکار اور غائی دنیا کی حقیقت سے واقف ہو چکے تھے اور یہ واقعیت ہوتی ہے، انکی حقیقت میں غور کرنے سے اسی نے حق تعالیٰ فرماتے ہیں معلوم تکفیروں علی العبد والاخرہ میں دیا کبھی سوچو۔ آخرت کو بھی سوچو۔ پھر بطور لینڈ کے فرمایا کہ تاہمین حضرات تو یہ فرماتے ہیں کہ دنیا کی طرف اہتمام مت کرو۔ اور میں کہتا ہوں کہ خوب اہتمام کرو، کیونکہ جب دنیا کی حقیقت کو خوب غور کر گئے اور آخرت کے ساتھ اس کا موازنہ کر دے تو دین کو دین پر ترجیح دو گئے۔ (صفحہ ۸۹)

ذہاب (مسکوں) کی ترویج کے خطرناک مرض کا ہوتا

فرمایا، آج کل بعض اہل حق میں بھی یہ مرض عام ہو گیا ہے کہ جھپٹ دین کے بہت (بہت فتنی مسکوں) میں ایک ذہاب سے دوسرے ذہاب کا طرح ہمارا کرتے ہیں کہ اس سے دوسرے ذہاب کے ساتھ ہونے کا دم ہوتا ہے۔ مثلاً فتنی مسک کے کسی مسک کو اس طرح ترجیح دیں گے کہ اس سے شافی مسک کے باطل ہونے کا شبہ پیدا ہوگا، میں اس طرح کو بداندیشی کرتا ہے۔ طریقہ بہت خطرناک اور مہم ہے۔ اصل جڑ قویہ اور رسالت وامت کا ہیں، ان پر غلطی دیا گیا، اس میں سب شریک ہیں۔ آگے فرما دیں، میں نے دیکھ لیا فتنی ہیں، ان میں کسی پاسبان نرم کرنا یہ قانونی الدین ہے۔ (صفحہ ۸۹)

مسکوں کے مختلف طبقات کی حالت زار

فرمایا، اسی طرح دوسری حالت ہے کہ اگر ان کو شرعی اصول سے تحت خصص چند کا طریقہ بتا دیا کیجئے ہیں کہ چند اصول کرنے سے منع کرتے ہیں۔ غرض کہ ہر طبقہ اس مرض میں مبتلا ہے، اسی طرح تحریک خلافت کے زمانہ میں میں نے تصریح

کہہ دے گا کہ میں مقامات مقدسہ کی حفاظت اور اسلامی حکومت کے خلاف نہیں ہوں۔ صرف طریق کار سے اختلاف ہے، اس پر کہا گیا کہ یہ اسلام اور مسلمانوں کا دشمن۔ اور کسی۔ آئی۔ ڈی۔ سے تنخواہ چاہتا ہے۔ یہ لوگوں کا دین ہے۔ قلب میں ذرہ برابر غم کا غلبہ نہیں۔ بھلا ایسے گروہ اور قوم کی اصلاح کی کیا امید ہو سکتی ہے۔ اس سے کہیں اور اس کے بدلہ کرنے کی مثال پائل میں ہے کہ ایک شخص عیسائی قبلہ رخ ہونے کے نماز میں چاروں گوشہ کر کے کھڑا ہو اور اسکو کوئی آگاہ کرے اور کچھ نماز دا کرے کہ طریقہ تائید سے اس پر ضرور دل کرے کہ جوگو، بخود یہ شخص مجھے نماز پڑھنے سے منع کرتا ہے۔ (صفحہ ۴۳)

مدرسہ پر قبضہ کی سازش اور میرا طرز عمل

فرمایا، یہاں پر ایک مرتبہ ایک جماعت نے سازش کی کہ اس مدرسہ کے مقابلہ میں دوسرا مدرسہ کھولنا چاہئے۔ پھر سازش ہوئی کہ اسی مدرسے پر قبضہ کر دو۔ مجھے معلوم ہوا کہ یہ قصد ہے۔ رات کے وقت مجھ سے ملنے ایک مکان میں میٹنگ ملے ہوئی، وہ مکان میرے مکان سے قریب تھا، میں میٹنگ کے موقع جبکہ ایک مقرر تشریف فرما رہے تھے، میں دلچسپی چاہی لی اور یہ کہ اسلامیت تنہا کر کے میں نے کہا کہ میں نے آپ حضرات کو بڑی تکلیف دی، آپ کا بڑا حرج کیا، اسوقت سارے لوگوں پر غصہ چھایا ہوا تھا، سب دم بخود تھے۔ میں نے کہا کہ میں نے ایک ضرورت سے یہ اجازت کی ہے اور ایک ضروری اور مفصل بات کہہ کر ابھی واپس جاتا ہوں اور آپ کے پروگرام اور جلسہ میں مل جاؤں گا اور وہ بات یہ ہے کہ جس وقت آپ کا فیصلہ چاہیے، مدرسہ پر قبضہ کر لیں (تمام اراکان سازش کرنے والے جمع تھے) صبح کے وقت آپ حضرات مدرسہ میں تشریف لاکر مدرسہ کی ساری چیزیں وصول کر لیں۔ صرف وہ کتابیں جو میرے اثر سے آئی ہیں، وہ میں دوسرا مکان میں لے دوں گا، لیکن اگر ضرورت ہوگی، عاریتہ دی دوں گا، کیونکہ میرے اثر سے جمع ہوئی ہیں اور میرے احکام پر آئی ہیں، دوسال کے بعد جب میں دیکھوں گا کہ مدرسہ کا کام اچھا ہو رہا ہے تو وہ کتابیں بھی مدرسہ میں داخل کر دوں گا اور یہ کچھ میں نے کہا کہ میں جانتا ہوں،

صرف یہی کہنے آیا تھا، السلام علیکم۔ میں پھر تو وہ جلسہ دہا اور نہ مقرر نے تقریر کی، وہ مقرر ہی فتح ہو گیا۔ اصل کڑ بو تو مخالفت کرنے سے ہوتی ہے، سو مخالفت کی ضرورت ہی کیا ہے، میں یہ کہہنا چاہتا تھا کہ لو، بھائی، تم ہی کام کرو، ہم دین کے کسی اور کام میں مصروف ہو جائیں گے۔ باقی مخالفت کا اصل راز یہ ہے کہ لوگوں کے سامنے مقصود نام ہوتا ہے، کام مقصود نہیں ہوتا، اسلئے ایک ہی چیز کے دوپے ہو جاتے ہیں۔ پھر اس میں طغیان سے کشمکش ہوتی ہے۔ مجھ سے اور فساد ہوتے ہیں۔ (صفحہ ۱۰۱ جلد ۱۰)

افخاص وجہ نالی کے ساتھ ہونے والے کام کے اثرات

(ایک واقعہ کے حوالہ سے)

فرمایا، جب قلب میں کسی چیز کی گھن موجود ہوتی ہے تو انکی نشان ہی جدا ہوتی ہے۔ ریاست راجپوت کے ایک ریاستی خاندان کے ایک صاحب نے ایک قاری صاحب کا قصہ یہ بیان کیا تھا، اس کے پاس کئی ایک روپیہ پارٹنر تھے جو روح کا بارود کریں۔ ایک روپیہ کے لئے ہونے پھٹنے کے در پارٹنر میں ایک تھیلہ بنایا اور انہیں پتے پھر کر کہہ دیے کہ ڈال کر بھیج دو، پتے جہاں کی روایتی کے وقت جہاں کے ایک گھر پر آئے کہ میرا درودج کا ہے۔ آپ بھیجے چیز میں کوئی غلامت اور چیز، اس نے صورت اور سن، بالکل کچھ کہہ سارا لائق کوئی خدمت نہیں، اس نے کہا، میری صورت کو۔ لیکن، کوئی بھی خدمت ہو، دیدو، اس نے بعد کہہ کہ یہ بھٹی کی دھڑکی ہے۔ قاری صاحب نے اس کے لئے منظور ہے، میرا نام ملازموں میں لکھ بیٹھا، اس نے عاجز کرنے کے لئے لکھے کہ اس میں ہوا بھی اٹھا دے گا۔ انہوں نے کہا کہ اٹھاں گا، وہاں ایک ہوا پڑا تھا کس کا ہے کہ چھ یہ وہاں دھڑک رہا ان کی قوت سے جا رہا تھا، اس کو بھی دس ٹھانے کا خالق نہ ہوا تھا، پھر درود بھی اتارنا۔ اسوقت انہوں نے اس ہی دس میں دیا کہ اس کے سے بد، یہاں تک کہ میرا کام تھا، آپ کی نفرت اور دھڑکی ضرورت ہے، آپ اتنی قوت خط فرما دیں کہ میں اس دن کو اٹھ سکوں، یہ ستر اور کھانا نام لکھیں، اس سے کوسرے کو بھی

اللہ کر دور پھینک دیا، اگرچہ بہت خوش ہوا، وہی لوگری دیکھی۔ انہوں نے بڑی خوشی سے تقویٰ کر لی۔ وہاں دو شخص اور کھڑے تھے، انہوں نے کہا کہ ہم بھی چٹا چاہتے ہیں اور ہیں غریب آدمی، ہمارا نام بھی کسی خالی لوگری میں لکھ لیجئے۔ اس نے کہا کہ سنگی کی ایک اور ملازمت بھی ہے۔ دو نام سن کر وہاں سے بھاگے۔ ان دونوں میں کچھ فرق معلوم ہے، وہ یہ ہے کہ ایک کے دل میں بے تابانی تھی اور عشق تھا، جب کہ دوسرے اس سے عالی تھے۔ قادی صاحب نے فرمایا، بھوکومت، تیار کام بھی میں ہی رہا۔ یہ نام بھی ملے۔ فرس، قادی صاحب سے پہلے کا کام شروع کر دیا، اپنا بھی اور ان دو کا بھی۔

قادی صاحب کا شب کو معمول تھا کہ فجر کے وقت قرآن پاک کی انھوں میں تلاوت فرماتے، ایک دور دو تحریر میں لے، جلد کے وقت نہی عرب پہنچ گیا، جب تک یہ نماز سے فارغ نہیں ہوئے، کھڑے ہو کر قرآن شریف سنتا رہا۔ قادی صاحب نہایت خوش آدمی تھے، ہمارے میں درود تھا، قلب میں اللہ کی محبت تھی، اس تلاوت قرآن نے اس انگریز پر وہ اثر کیا کہ قادی صاحب سے دریافت کیا کہ تم یہ کیا پڑھتے رہے، انہوں نے کہا کہ یہ کلام اللہ ہے، یعنی خدا کا کلام، اسنے کہا یہ ہم کو بھی سکھادو، انہوں نے کہا کہ یہ میں سکھاتا ہوں، اسنے لے پاکی شروع ہے، اسے کہا کہ ہم فعل کر لیا، انہوں نے کہا کہ کھل کھل سے کہی ہوتا ہے، ہمارے پاکی ہونا چاہئے، اس نے کہا کہ وہ کہی ہے۔ فرمایا، کھ پڑو۔ اسے کہا کہ اچھا، ہم کو سکھادو۔ اسی وقت اسے کلمہ پڑھا، مگر جہوز اسے یہ خبر نہ تھی کہ اس کلمہ سے فرد مسلمان ہوتا ہے اس نے قادی صاحب سے قرآن شریف پڑھنا شروع کیا اور ہر وقت کلمہ پڑھتا رہتا تھا۔ دوسرے انگریزوں نے کہا، کیا تم مسلمان ہو گئے ہو، اس نے کہا نہیں، جب اُس سے بار بار کہا گیا تو وہ قادی صاحب کے پاس چلو گیا اور اس کا ذکر کیا، انہوں نے فرمایا، آج بھی تم تو وہ قادی صاحب کے پاس چلو گیا اور تو وہ بہت دور تھا، مگر سب سے کہا کہ مسلمان ہی ہو، اسی حالت میں جب وہ جہ پھونچا تو کہا کہ ہم بھی حج کریں گے اور ملازمت بھی چھوڑ دی، وہ قادی صاحب کی خدمت میں اپنی عمر گزار دی۔ دیکھا، قادی صاحب کے صوم اور صدق کی برکت

کے آثار و ثمرات کہاں تک پہنچے۔ آج کل مسلمان صرف جہنم جانتے ہیں، ہر کام نام کے واسطے کرتے ہیں، اللہ کے واسطے کوئی کام نہیں ہوتا۔ ہر وقت جہنم اور عزت سے متدانی ہیں تو اسنے ہمارے ثمرات بھی ایسے ہی سن لیے۔ اسنے اللہ کے ہوجا۔ صحت چاہو، تو ہوجا، مگر دیکھو، کیا ہوتا ہے۔ (صفحہ ۱۰۳)

دکی مشائخ اور دکاندار بیروں کی پیدا کردہ خریدائیں

فرمایا، خدا بھلا کرے، ان دکی مشائخ اور دکاندار بیروں کا، انہوں نے حقوق کو گمراہ کر دیا ہے، اس کی حدوت حقوق کے علاوہ انقدر غریب اور بیمار ہونے کے جس کا کوئی حد و حساب نہیں، ہانگ گمراہی کے طہر دار سمجھتے ہوئے ہیں۔ حیدر آباد ابکن کا ایک قصبہ ہے، وہاں پر ان عامل مشائخ اور بیروں کی بدعت لوگوں کے عقائد کی یہ حالت ہے کہ جس وقت عیسیٰ پڑھی اور تپاس ہوتی تو یہ غیرت کا وقت تھا، مگر اس سے یہ غیرت حاصل کی کہ کہا گیا کہ دیا، اللہ کا ادب کم ہو گیا تھا، اسنے یہ دیکھا۔ یہ توجہ کر کے دیکھا، تیر پتی شروع کر دی گئی۔ سن فیم اور کھو کا حد فرمایا کہ اُنکے دلم میں بدعتی الشک (شک سے دوری) چکا نام انہوں نے نکت ادب اولیاد رکھا، وہ سب ہو گیا، تیر خداوندی کا۔ انشاء دانا الہ راہمون۔

مرید بنانے کے لئے اپنے آگے کھڑے کرنے کی روش

فرمایا، مجھے تو اس سے غیرت آتی ہے کہ لوگوں کو مستند بنانے کی تدبیر یا تزیین دینی چاہئے، یہ نہایت ہی ناپسندیدہ طریقہ ہے، اپنے دوستوں کو میری تائید ہے کہ وہ بھی ایسا نہ کریں، وہاں ایسا صورت ہے جس میں ایک مسلمان کی بدعتی ہے تو قراب بھی وہ یہ کہ طالب کو چند بھجوں کے نام تادیبے کا بھیجیں اور یہ مشورہ دیا جائے کہ اپنے حالات سب چھ لکھو، جہاں کے جوابات سے سکون اور تسلی ہو، وہاں سے حلق پھا کر دو۔ ہاتی یہ ایکناس کی صورت اختیار کرنا، نہایت برا طریقہ ہے، اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے پھانسنے کے لئے لوگ بھڑکے ہیں۔ بڑی غیرت معلوم ہوتی ہے۔ (صفحہ ۱۰۴) (راج کل محل عبور پر بیروں نے ماں مرید بنانے کی جو بڑا شروع ہوئی ہے اس سے یہ بدعتی سے نفور کو دکھا رہی کی

صورت دیدی ہے۔ مرتب)

بیت سے محبت کا پیدا ہونا

فرمایا، بیت ہونے سے اکثر یہ قائلہ ضرور ہوتا ہے کہ اسے بزرگوار سے محبت نہ جاتی ہے اور حدیث الصدوق مع من احب میں محبت کے ساتھ معیت کا وعدہ ہے، یہ بات بھی کہ طریقیت کے منکر افراد کہیں گے کہ محبت کا زیادہ ہونا، یہ محض دلیل بات اور اہم ہے، نہ کہ کچھ جس سے تصور حاصل ہو، وہ وہم ہی کی، جیسے کسی کو سگی روٹی کھانے میں اڑھائی ماں کا ۱۶ آتا ہو تو اسکو ضرورت نہیں کہ وہ اس روٹی کو شیریں ثابت کرے، یہ طرح حاب سے محبت کرنے کی ضرورت نہیں کہ یہ محبت کا ذریعہ ہے مگر یہ بات بھی قابل حیرت ہے کہ کسی چیز کے سبب ہونے سے اسکا شہد ہونا لازم نہیں آتا، اسی محبت مقبولین (یعنی اہل اللہ) سے بیت کے بغیر بھی پیدا ہو سکتی ہے۔ (صفحہ ۱۱۱)

ظہر کو دریا بنانے والی ہستی

(حاب کی حوصلہ افزائی کے حوالے سے)

فرمایا، اصطلاح کا باب نہایت ہی نازک ہے، اس میں طالب کی ہمت افزائی کے لئے عنوانات، حقیقہ کئے جاتے ہیں اور اس کی طرف ضرورت ہے، اسی راہ میں دیکھی اور ہراس آئے ہی نہ دیا جائے مگر یہ اسوقت ہوتا ہے، جبکہ تصوف، اہل فن کے ساتھ میں ہو، ایسے صاحب فن کو اصطلاح میں شیخ کال بھی کہتے ہیں، اس سے مراد ماہر فن ہی ہے کہ طالب کی کوئی بھی حالت ہو، اس کو کام میں لگائے رکھے، اسکو کچھ دے کہ وہ بہ صورت میں اوجہ ادھر نہ دیکھے، مثلاً اگر کوئی غیر اختیاری حادثہ پیش آئے، جیسے بیماری وغیرہ ہے تو اسوقت اس کو کہیں کھانے کی قلت، عیب کی وجہ سے وہ عاجز نہ ہو، وہ دوسری نظر میں اس کے ہے مگر چونکہ خدا کی مرضی کے موافق ہے، اسلئے آگے نزدیک کال ہے، سنیے، اپر ایک صاف دیکھ پاؤ آئی، حق تعالیٰ فرماتے ہیں فمن یعمل مثقال ذرۃ خیر، ہوہ کوئی خیر ارہ سے کم تو نہیں ہوگی، اپر بھی اجر کا وعدہ ہے، اجر کا اور یہ وہ میں ایک لطیف اشارہ ہے کہ اجرت عمل سے

زیادہ ملے گی، کیونکہ اگر ارہ کے برابر ہوئی تو عارۃً نظر بھی نہ آجلی، اسلئے وہ اس ذرہ ہی کو پہاڑ بنادیں گے، وہ ظہر کو دریا بنادیں گے۔ (صفحہ ۱۱۱)

گناہگار مومن کے لئے دوزخ کا تہذیب کا ذریعہ ہونا

فرمایا، اللہ کی ذات الہی ایمان کبھی ایسی رحم اور کرم ہے کہ اگر کوئی مومن دوزخ میں جائے گا بھی تو اس کے لئے دوزخ بھی دوسری قسم کی ہوگی، کیونکہ دوزخ کی دو قسمیں ہیں، دوزخ کی ایک شہیت مسلمانوں کیسے ہوگی، دوسری گناہ کے لئے بنی گناہ کہیں وہ جیل نہ۔ ہے اور مسلمان کیسے حرام ہے وہ بعض مومنوں کا وہ ہیں تو عاقبتی ہوگا کہ بیل مراد پر اس کے گذرنے کے وقت جہنم کی آگ کیسے کی کہ اسے مومن، جلدی گلوں جا، حیرتہ اور ایمان کی وجہ سے میں غلطی ہوئی ہیں ہوں اور تو دروغ فیر کی تو میری تک بچھ جائے گی، اور مصیب لایاں افراد جو دوزخ میں جائیں گے تو اس کا چاہا ترکیہ و تعمیر کیسے ہوگا، چاہیہ گناہ کی امید میں رشد سے حق حالی فرماتے ہیں لاہر کہیم اور امید میں کاف مفہوم مستر ہوتا ہے، پس اس سے ثابت ہو گیا کہ مومن کیلئے دوزخ ترکیہ کا ذریعہ ہوگا، حاصل یہ کہ گناہ دوزخ میں مذاب کیسے کیسے جائیں گے اور مسلمان تہذیب کیلئے یعنی مومن دوزخ میں پاک صاف ہونے کے لئے چاہیں گے، جو ان کے لئے حرام کے مثل ہوگا۔ جب یہ صورت سے قائلہ فرمائیے کہیں ہو کر کیوں جاتے ہو پاک صاف ہو کر چاہا، بھر ہی م کی صورت بھی پیدا نہ ہوگی، نیز دوزخ میں مومن اور کافر کے درمیان ایک فرق یعنی کجیت کا ہے، یہ کھٹ شی کرنا ہے، مومن دوزخ میں سب سے بھی اور وہ خوب میں دیکھیں گے کہ علت سے، حیرت میں، تصور میں اور مسلوب کاحہ میں یہ سونا ایسا ہوگا کہ جیسے گھورا قارم سنگی کر پڑھائی کیا جاتا ہے، اسلئے مومنوں کو دوزخ میں موت کی حالت دی جاتی۔ امت حسہ میں نیند۔ ارگ، کیونکہ یہ نیند موت کے مشابہ ہے اور جہنم میں موت نہیں، بھر حال دوزخ میں مومن کیسے پاک صاف کرنے کے ہے، اگرچہ جس وقت خیر موم بھی ہوتی ہے۔ دیکھتے، مومن میں تو ایسا ہوتا ہے کہ غلطی سے پانی سے دور ہوجاتا ہے اور بعض گرم پانی سے اور بعض

صاحب کے بغیر دور نہیں ہوتا اور بعض جگہ پر چڑھائے بغیر نہیں جاسکتا۔ ٹھٹھے سے پانی سے مراد تو یہ ہے۔ گرم پانی سے مراد بیماری و حادثہ ہیں۔ صابن سے مراد صحت سے آسانی کا یہ مراد درج ہے، جس صابن کا درجہ میں صابن، میل نکلیں اور صابن سے صابن صاف ہوتا ہے۔ یہاں کی "ک" میں ضمیر کی وجہ سے آتی تھی ہے۔ دیکھو جیسے کہ "چاک" سے مراد "کھانا" پاک ہو جاتا ہے، اسی طرح تم بھی خدا کی رحمت اور بخشش میں چل کر خدا کو صاف کرنا، صحت و عافیت حاصل کرنا کی رحمت اور ہمارے پاک صاف ہو کر رہو گے۔ (صفحہ ۱۳۸)

حقانی نسبت کا اظہار نہیں

دوام اور کثرت ذکر سے حاصل ہوتا

ایک صاحب نے عرض کیا کہ کچھ عرصے کو دل مٹا سکتا ہے۔ فرمایا وہی مقبول کو کہتے ہیں، یہ کسی کے اس میں ضمیر کہ کوئی کسی کو متاثر نہ کرے، مگر اس کو کیفیت باطنی اور نسبت بھی کہتے ہیں، وہ حاصل ہو جاتی ہے، مگر وہ حقانی نسبت کہ بندہ کو خدا کیساتھ عشق کا ماحقق ہو جائے اور حق تعالیٰ کو بندہ کے ساتھ رفا کا حقیق ہو جائے، اس کا انحصار دوام اظہار اور کثرت ذکر پر ہے۔ یہ نسبت اس کے بغیر نصیب نہیں ہو سکتی اور یہی نسبت مطلوب ہے، پانی جو نسبت کیفیت کی بہتری صورت میں حاصل ہوتی ہے، وہ مطلوب نہیں۔ (صفحہ ۱۶۹ جلد ہفتم)

(یہاں یہ نتائج مردوں کے کثرت ذکر اور دوام حالت سے تینہ میں پایہ نامی کیفیت انفرادہ حاصل ہو جاتی ہے، جو ان دونوں چیزوں میں دوام کا ثمر ہے۔ مرتبہ) مسلمانوں کی فلاح کی صورت

فرمایا، مسلمانوں کی فلاح اور بھلائی کی صورت یہی ہے کہ ہر جگہ انجمن قائم ہوں تاکہ ایک دوسرے کی تفریح کریں ہو سکے، اس کی ایک صورت یہی کہ جس طرح یہاں کے کاموں کیلئے ہوجاتے کام کرتے ہیں، اسی طرح ان کیلئے اور اپنے کاموں کی حفاظت کیلئے بھی چاہئیں قائم کریں، مگر مشکل تو یہ ہے کہ لوگ دنیا کی باتوں کو تو ضروری سمجھتے ہیں اور ان سے غافل ہو کر ضروری نہیں سمجھتے، خدا کی یہ بھلائی ضروری ہیں۔ (صفحہ ۷)

ایک مجلس کی عادت سے عبادت کی حقانیت صورت کا ہونا

فرمایا، جس مجلس میں غلوں اور محبت نہ ہو وہ بے فائدہ ہوتا ہے۔ بے راسخ ہے، غلوں پیدا کرنے کی کوشش کرنا چاہئے اور جب تک غلوں پیدا نہ ہوں، اسوقت تک اس قحطی کو بھی بیکار نہیں بکھنا چاہئے، اسنے کہ صورت بھی فرو کرنا ہے، یہاں پر دینی ہے، خاصہ اور باطن دونوں کی تعمیر کی ضرورت ہے، اگر انکسار نہ ہو تو حق ہی سکنا۔ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر عمل یہاں سے بھی ہو تو اسے ٹھیک چھڑنا چاہئے، مسلسل کرتے رہنا چاہئے، اسنے کہ یہاں سے ایک مجلس کی عادت ہو جاتی ہے، اور عادت سے عبادت کی صورت ہو جاتی ہے۔ (صفحہ ۱۸۷)

محبت شے کے بغیر

کمال بصیرت کا پیدا نہ ہونا

فرمایا، فرد کتنا ہی بڑا صاحب استعداد ہو، محبت شے کے بغیر کمال بصیرت پیدا نہیں ہو سکتی، ہاں بصیرت کے بعد پھر خواہ وہ شے سے بھی بڑھ جائے، یہ ممکن ہے۔ (صفحہ ۱۸۸)

اللہ کے لئے بغض کا ہونا

ساتھ ساتھ حقیر کا نہ ہونا

فرمایا، میں نے لکھا ہے کہ حق تعالیٰ ہے، جو حاجت میں انفرادہ ہو (یعنی جو مسئلہ کے سارے پہلوؤں پر نگاہ رکھتا ہو۔ مرتبہ) ایک صاحب نے جو چڑھے گئے تھے مجھے سے مجھ سے چاہا کہ کسی سے اللہ کی خاطر میں نہیں ہوں، پھر میں نے اس کی تحقیر بھی نہ ہو، یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میں نے ایک مثال دیکھ بکھائی کہ ایک بادشاہ نے اپنے شہنشاہ کو کسی نرم کی بنا پر جانے کا حکم دیا، وہاں کے وہاں سے تو کیا میں یہ نہ گاتے، وقت بکلی ہو گیا، میں نے ایک ہنگامہ میں شہنشاہ کو اس کے سامنے یا حیثیت رکھنا ہوں تو شہنشاہ کو اپنے سے لاکھوں درجہ افضل اور اپنے کو اس سے کم تر اور اس سزا کے کام کو قبیح و مبغض سمجھتا ہے، سب دامن ایک وقت میں جمع ہو سکتے

ہیں، یہ مٹان کر وہ صاحب بہت خوش ہوئے اور کہا کہ بہت عرصہ کا شہ آج حل ہو گیا۔ پھر فرمایا کہ ایسے علوم تعمیر کرونا تو آسان ہے، مگر عمل کے وقت اُن کا دھیان رکھنا بڑا مشکل ہے، وہ جامعیت کے ساتھ ہی ہو سکتا ہے اور جامعیت سے اس چیز کی ضرورت ہے کہ کیا تو اس سے پیدا ہو سکیں گے (میں ذکر و فکر کے غیر معمولی پیدا ہونے لگے۔ ہو۔ عرب)۔ یا اسے کسی کائنات کی سمجھ حاصل ہوتی ہو اور برہا میں اس کی حیثیت میں سمجھتی ہو۔ بلکہ اس میں زیادہ تو دل محبت کو حاصل ہے، حتیٰ کہ گریز وہ پیدا بھی نہ کیا ہو۔ جب بھی انحصار کامل ہو سکتا ہے بشریک اسے سمجھتے کامل مل جاتی ہو اور طبیعت میں سلامتی ہو۔ (صفحہ چہد ہشتم)

(سمجھتے کامل سے مراد حویل عرصہ تک ملی ندرت کی محبت ہے، چند دنوں یا چند ماہ کی محبت سے کام نہیں چلا، کم از کم دس، پندرہ سال تک محبت کا ہونا ضروری ہے۔ اس کے بعد ہی طبیعت میں سلامتی کی صورت پیدا ہو سکتی ہے۔ عرب)۔  
مردوں کا بیکوں کے پاس تابع بن کر آنے کے اثرات

فرمایا، ایک صاحب مجھ سے کہنے لگے، ٹیکہ کاروں کو تو حکم ہے کہ مردوں کی محبت سے بچ اور مردوں کو حکم ہے کہ بیکوں کی محبت اختیار کرو تو اس صورت میں بیک اپنی محبت میں مردوں کو آنے کیوں دینے لگے، جبکہ اُن کو حکم ہے کہ مردوں کی محبت سے بچے، پھر مردوں کو بیکوں کی محبت کیسے بھروسہ ہوگی۔ فرمایا کہ جو بھروسے کے بعد تو کچھ بھی بھروسے میں رہتی، مگر انداز میں، ممکن ضرور ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے اس وقت مدد فرمائی اور قلب میں جواب القاء فرمایا، یہ سب اُن کی رحمت ہے۔

میں نے کہا کہ اللہ کی یہ سنت ہے کہ تابع کا اثر متبوع (میں) کا اظہار کیا جائے۔ عرب) پر نہیں ہوتا۔ متبوع کا اثر تابع پر ہوتا ہے، اسلئے بیکوں کو حکم ہے کہ مردوں کی محبت سے بچے، مطلب یہ ہے کہ ان کے تابع بن کر اُن کی محبت اختیار نہ کرو، لیکن اگر وہ تمہارے پاس آئیں گے تو وہ تابع ہو کر آئیں گے، ان کو اپنے پاس آنے دو۔ اسی طرح مردوں کو جو حکم ہے کہ بیکوں کی محبت اختیار کرو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم ان کے پاس تابع بن کر جاؤ۔ یہ جواب سن کر وہ صاحب بہت

خوش ہوئے، شروع ہوئی کسی کو عقل سلیم، درمیان کامل عطا فرما، تو یہ ان کی بڑی رحمت اور نعمت ہے۔ (صفحہ چہد ہشتم)

معالماور سے ان کی دیدار کی وجہ سے تعقل کا ہونا

فرمایا، ہمارے حضرات کا ہمیشہ یہ مسلک طریقہ رہا ہے کہ وہ فرمایا اور دیداروں سے محبت رکھتے تھے اور اہل دنیا بالخصوص بالمعادوں سے، جو امرانہ کھڑے ہیں، ان سے خاص تعقل نہ رکھتے تھے اور امراء سے فرماؤ لوگ ہیں، جو معاد ہونے کے ساتھ ساتھ دنیا دہ بھی ہیں، لیکن اگر ان میں سے کوئی دیدار ہو تو اس سے نہ کی دیدار کی وجہ سے خاص تعقل رکھتے تھے ورنہ نہیں۔ یہ بات ہماری اس جماعت ہی کے ساتھ عام تھی، ورنہ دوسرے انکڑے کو دیکھ گیا ہے کہ وہ امر و کو پلٹے ہیں، انکی چال چلایاں کرتے ہیں اور یہ سب کچھ کرنے کا سبب شخص دنیاوی غرض ہیں، ہمارے حضرات میں استقامت کی شہ موجود تھی ان میں توکل اصل وجہ کا تھا، وہ کسی سے دنیا کی مدد پر تعقل نہ رکھتے تھے۔ (صفحہ چہد ہشتم)

موجودات سے کم تر کھنے کی نصیحت

فرمایا، ہضم کیا ہوں کہ میں اپنے کو تمام موجودات سے کمتر سمجھتا ہوں تو فرمایا کرتا، مصل اللہ کا فعل ہے کہ اس نے یہ دولت نصیب فرمائی ہے اور دعویٰ اور فقر تو بہت دور کی بات ہے، میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اگر کوئی دنیا سے ایمان کے ساتھ چلا جائے تو میں بڑا فقیہ ہے، دینی رحمت کا تو قلب میں کبھی دوسرے کچھ نہیں ہوتا اور ہم درجات کی کیا بحث کریں۔ ہماری ہستی حق کیا ہے، سب اُن کی مدد ہے اور عطا پر کوئی دعویٰ اور فقر کر سکتا ہے، دعویٰ تو حق کر سکتا ہے جو عطا کر دیا گیا ہے، صرف اور یہاں تو اللہ کا لاکھ لاکھ شہر اور احسان ہے کہ کبھی اعتقاد ہے کہ جو کچھ ہے، صرف اپنے بزرگوں کی دعوتوں کی برکت سے ہے۔ اور دعا بھی میں نے ہر مسلک کے بزرگوں سے لی ہیں، حتیٰ کہ ایسوں سے بھی، جو صوری دعوتی کہلاتے تھے، کیونکہ پہلے میرے لوگ بھی اللہ اللہ کرنے والے ہوتے تھے، اُن میں دین و حق، عباد اور شرارت نہ



لیکن آخر میں سادگی سے شروع ہونے والے اس فن کی قیمت حب دنیا کے جذبات کی تکمیل کی صورت میں ادا کرنی پڑتی ہے اچھے خاصے بزرگ اس سادگی کی وجہ سے تھر تھری کی راہ سے بہت کر دینے داری کی راہ پر گامزن ہو گئے، اللہ تعالیٰ ہمیں حب دنیا کی اس راہ سے بچائے۔ (آئین مرتبہ)

دریغ و درگم ذات کی ہے پڑاں رحمت

(ایک واقعہ کے حوالے سے)

فرمایا، اللہ تعالیٰ کی رحمت، سب پر ہے، اگر مخلوق پر حق تعالیٰ کی رحمت مفت کا دھیان غالب ہو جائے تو اس سے مشق کی وجہ پیدا ہو جائے، اس لئے کہ یہ بات نفی ہے کہ حق کی طرف کشش ہوتی ہے، لیکن یہ بات وہاں میں رہی نہیں، کس طرح کسی کے دل میں ڈال دوں۔ پھر اس رحمت کے متعلق حدیث کا ایک واقعہ بیان فرماؤ کہ ایک باپ نے مرتے وقت اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو میری لاش کو چھانا، اس کی راکھ کو خوب پاریکھ پیتا اور جس روز بخیر آجی آئے تو کچھ راکھ تو ہوا میں اڑا دینا اور کچھ روڑا میں پھینک دینا اور کہا کہ یہ ایک تدبیر ہے، غلاب سے بچنے کی، اس لئے کہ میں گنہگار ہوں، سیاہ کار اور بدکار ہوں، غلاب کا متعلق ہوں، چنانچہ مرنے کے بعد اس کے لڑکوں نے ایسا ہی کیا، حق تعالیٰ کی قدرت سے فرما کہ ان کو نہ سکتا ہے فرشتوں کو اس کی مٹی بن کر نہ ہر حکم ہوا اور سامنے کھڑا کر دیا گیا۔ سوال ہوا کہ تم نے ایسا کیوں کیا، عرض کیا کہ یہ سب منہ شکاک (اے رب آپ سے خوف کی وجہ سے) فرمایا جاؤ، نہایت ہے۔ اس پر علماء نے اظہار کیا ہے کہ اس واقعہ سے تو اس کا کمال قدرت کے متقاہ میں شک ثابت ہوتا ہے، پھر اس کا ایمان کہاں رہا اور فیروہا من کی مسخرت کیسے ہوئی۔ علماء نے اس کے مختلف جواب دیئے ہیں، مگر حقیقت نے جواب دیا ہے کہ اس شخص کی عقل ہی جتنی تھی۔ آخر بخیر کو بھی تو غیر تکلف کہتے ہیں، جس سے معلوم ہوا کہ جواب دینے کا انصاف عقل پر ہے تو عقل میں جتنی کی ہوگی، فرد ای قدر

مقدور شہر ہوگا۔ میرا حال اس وقت سے حق تعالیٰ کی رحمت کی سبے پناہ رحمت خیر ہوتی ہے۔ (صفحہ ۱۸۰ ہجرت)

روانے کی کلیات تو کاروں کو بھی حاصل ہیں

فرمایا، یہ لوگ بیروں کے پائوسے ہوئے ہیں۔ آج کل کے مشرک بھی ان چیزوں کی تعلیم نہیں کرتے صرف دعا و دعاور کی تعلیم کی جاتی ہے۔ کلیت پانچوں حاتی ہیں کہ کچھ کھڑا رہا نہیں، قلب میں کچھ عرش و سرشت پیدا ہوئی یا نہیں، حالانکہ یہ سب نفسانی کلیات ہیں، بعض حالات میں اگرچہ یہ بہتر ہیں، مگر یہ مقصود ہرگز نہیں اور یہ سب حائض غیر مہرہ ہیں، جو بعض کاروں کو بھی میسر ہو جاتی ہیں، جس کو ہوگی، میرا یہ حصہ کر کے حاصل کر لیتے ہیں ایک دافع ہے، اور انی حرکت سے رو پڑتا ہے۔ اور ایک مصداق ہے، جس کو ساری عمر بھی روٹا نہیں آتا، لیکن فرق ظاہر ہے کہ مسلمان کا ایمان پھاڑ کے برابر ہے اور کار کا رکی کے دانہ کے برابر بھی نہیں۔ (صفحہ ۳۳)

دنوی و دنیوی دہشتی حسن کا برادر ہوتا

فرمایا، دنیا کی غرمدی اور مشغولیت سے فرد کا ظاہری حسن بھی ٹٹا اور برادر ہو جاتا ہے۔ پھر جس چیز کا اثر ظاہر پر ہے وہ وہ باطنی حسن کو کتنا کچھ برادر کر سکتی ہے، مگر جب کسی کی وجہ سے لوگ اسے محسوس نہیں کر سکتے۔ (صفحہ ۳۵)

فرمایا، جس فرد کا دنیا سے جتنا کمال متعلق ہوتا ہے، اس کے قلب پر اسی قدر مسرت ظاہری ہوتی ہے۔ مسرت کی یہ دولت ملتی دنیا کو کہاں نصیب اور اگر کچھ حاصل بھی ہو مگر وہ خالص اور کامل نہیں ہوتی، اس میں ٹھنڈ شامل ہوتا ہے، اس کو اس مثال سے کچھ لپٹے کہ ایک شخص ہے، جس کے پاس بہت سا پیسہ ہے، جس سے اسے مسرت حاصل دیتی، مگر ساتھ ہی اس کی طبیعت کی غمگینی بھی ہوتی ہے، اس سے مسرت تو ہوتی، مگر خالص اور کامل نہیں ہوتی، اور ایک بچہ ہے اس کو اگر کسی بات پر مسرت ہوگی تو اس میں تشویش شامل نہ ہوگی، خالص اور کامل مسرت ہوگی، بلکہ مسرت ہی



یا نئی مہارت خاص اور کامل ہوگی، اسلئے کہ وہاں مصلحت پیش نظر نہیں،  
مست سے تہ کامل، غ سے تہ کامل، غصہ سے تہ کامل، غرض ہر چیز کامل، اس طرح  
اس شخص کا دل پرانی غلطی تلافی سے صاف ہو جائے گا۔ (صفحہ ۱۳۹)

لوگوں کے قلب کو صاف کر کے، ان سے مال بخورنے کی روش

فرمایا، تھوے اور طہارت کا تو سنتے ہیں لیکن ہونگا ہے، خواہ علماء ہوں یا  
وہش، وہاں دھرم کا نام ہے یہی قریب ترین سبب ہے کہ وہی سے اختیار دیا  
کے۔ ہوا وہی دیکھتے کہ اس سے چنداں نہیں ملتا ہے۔ ہاں  
نہ سبب بات دونوں اور مصلحتوں کی ہے یہ مصلحت سے اس سبب قلب کی تہ  
کرتے ہیں اور اس کے ذریعہ ان کا دل بڑھتا ہے اور یہ ایسا ہے، جیسا کسی کو لکھ  
دار کر یا چوری اور ڈاکہ زنی سے مال حاصل کیا جائے، کیونکہ دل کی رضا مندی کے  
بغیر کسی سے مال مالی لینا، خواہ وہ تحفہ کے ذریعہ سے ہو یا کسی ظاہری اثر اور دباؤ  
سے ہو، قصداً جائز ہے۔ ہمارے حضرت حافظ صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کے  
صاحبزادے حافظ صاحب یوسف صاحب بھوپال میں تحصیلدار تھے، صاحب بہت  
تھے، ایکہ فقیر بھورت روڈ میں بھوپال میں آیا، صاحب تعریف تھا، کسی تحفہ کے عمل کا  
عالم تھا، اس کے ذریعہ وہ لوگوں کے قلب کی تعمیر کرتا اور ان سے مال بڑھتا۔  
حافظ صاحب کا بھی چند معلوم ہوا کہ وہ بھی تحصیلدار ہیں، ان کے پاس بھی آیا اور  
ایک گھنٹے میں کھڑا ہو کر حافظ صاحب کی طرف توجہ کرنے لگا، حافظ صاحب کو محسوس  
ہو گیا اور اسلئے نے یہ شعر پڑھا۔

سنبھل کے رکنا قدم و بخت خدائے مجنوں کہ اس فرخ میں سوار ہونے پہلے ہے  
اس شعر کا پڑھنا تھا کہ وہ فقیر دھڑ سے زمین پر گر پڑا، لنگر ہاتھ جوڑ کر کیا  
کہ میں تو حضور ہی کا مستند ہوں۔ گستاخی معاف فرمائیے۔ حافظ صاحب نے فرمایا  
کہ میں صاحب، ان دھڑ میں کیا رکھا ہے، یہ سب خرافات ہیں، ان سے توجہ کر

اور اجتماع سنت اللہ کر دو۔ میں وہاں سے بھاگے، آج کل کے صوفیوں اور درویشوں  
نہ بات سنیں، یہ حال ہے کہ ہر طبقے میں تھوے اور طہارت کا فقدان  
ہو گیا ہے، میں وہاں سے کہ نہ اب کے کاسوں میں برکت ہے اور نہ دنیا کے کاموں  
میں، اس کا وجہ سے محسوس ہوا ہے اور غیر دلچسپی جاتی رہی۔ حفاظت تھوے  
اور طہارت سے ہی چلتے ہیں، اس کے بغیر کچھ نہیں ہوتا۔ (صفحہ ۱۴۰ جلد ہفتم)

دین میں بھی نفسی مذاق کو پیش نظر رکھنا

فرمایا، آجکل لوگوں کی یہ عادت ہے کہ دین میں بھی نفسی مذاق کو پیش نظر  
رکھتے ہیں، چنانچہ اگر قبضہ تھا ہو جائے تو ریخ ہوتا ہے اور اگر حجر کی قریش نہ تھا  
ہو جائے تو ریخ نہیں ہوتا، کیا یہ دین ہے۔ نفس نفس کی لذت ہے، اور اس وقت  
ہو کہ دینداروں سے دیکھ کر یہاں اس قبضہ کی کمی لگتی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے  
لئے اس کے اسٹ ہے، لوگ اس طرح کی بہت سی غلطیاں میں مبتلا ہیں۔ (صفحہ ۱۴۱)

AF-1552

# بیداری

1

موت و جدت سے

سزا کی صورت

2

یا حرام

مردانہ حالت میں مقانی و جدت

3

تھیں نے مفر سے توبہ

ایک ربانی ہیں

4

آپ نے بہت

بہت اور سامعہ میں

5

معدی سامعہ نے بہت

معدی سامعہ نے بہت

معدی

حافظ محمد موسیٰ جیسو

# بیداری

1

خود احتسابی کی تحریک

وقت کا سے اہم تقاضا

نئے دور میں

اسلام کو نئے خون کی ضرورت

2

ہدایت پسند زندگی کی دوڑ

اور اس کے نتائج

3

دو اہم شخصیتیں

حضرت قاری احمد خان فتحی

اور

مولانا محمد سلیمان طہر کی جدائی

معدی

حافظ محمد موسیٰ جیسو

مکاشفات۔ تصرفات اور خیالی قوت  
کے کرشمے۔ دور جدید کے مظاہر بزرگی پر مصلحانہ  
تنقیدی نظر

(ماخوذ: الاضافة الیومیہ)

ملفوظات: حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی  
تھانویؒ

انتخاب + مقدمہ و تسہیل: حافظ موسیٰ بھٹو صاحب  
مدیر: ماہنامہ بیداری اردو، سندھ حیدر آباد

نئی صفت

صفت نو : شرب علی قلوب  
تخلص السبل، عمر موی بھو

مکاشفات - تصرفات و خیراتی قوت کے کرشمے  
اور جدید کے معجزہ بزرگی پر مصلحت ترقیدی علم  
(مخول: الاقاضاء الیومیہ)

نئی صفت : شرب علی قلوب، تصوف و خیرات سے فائز ہونا اور موی بھو  
سے تخلص و تخلص کے لیے شوق و میلہ و میلہ سے مکاشفات و تصرفات  
و خیرات و مشورہ و مشورہ میں و مشورہ کا معنی اور حاصل کچھ ہوتا ہے

بزرگوں اور دانشوروں کے ہاتھ کا معیار بھی انگریزی ہوتا ہے۔  
بھگت بزرگوں کے ہاتھ میں ہوتا ہے بھگت میں کی چیز اور بھگت میں  
ہوتا ہے۔ ہر عمل و مشورہ میں بزرگوں سے مشورہ و مشورہ ہی کو معیار بنا۔  
میرے ہاتھ کی انگریزی کی ہوتی ہے۔

بزرگوں اور دانشوروں کے ہاتھ سے ہوتے ہیں انگریزی اور موی بھو سے  
بھگت اور موی بھو کی مشورہ اور مشورہ کا وہ بھگت بزرگوں کا مشورہ ہوتا ہے۔  
انگریزی اور مشورہ سے ہوتی ہے۔ انگریزی کی انگریزی اور موی بھو  
بھگت بھگت میں ہوتے ہیں اور مشورہ کا معنی اور حاصل کچھ ہوتا ہے۔  
بھگت میں ہوتے ہیں اور مشورہ کا معنی اور حاصل کچھ ہوتا ہے۔  
بھگت میں ہوتے ہیں اور مشورہ کا معنی اور حاصل کچھ ہوتا ہے۔  
بھگت میں ہوتے ہیں اور مشورہ کا معنی اور حاصل کچھ ہوتا ہے۔

بھگت میں ہوتے ہیں اور مشورہ کا معنی اور حاصل کچھ ہوتا ہے۔  
بھگت میں ہوتے ہیں اور مشورہ کا معنی اور حاصل کچھ ہوتا ہے۔

بھگت میں ہوتے ہیں اور مشورہ کا معنی اور حاصل کچھ ہوتا ہے۔  
بھگت میں ہوتے ہیں اور مشورہ کا معنی اور حاصل کچھ ہوتا ہے۔

انوں کو وہ وقت میں سے کہ ان میں سے کسی ایک نے یہ نہیں سمجھا تھا کہ  
 یہ ان کی حیثیت کو ختم کر دے اور ان سے یہ کہہ سکے۔ یہ ہے کہ یہ  
 صفت سے روایت میں بھی شامل ہیں۔ یہ ہے کہ یہ ان کے لئے ہے۔  
 میں جس میں مکاشفات اور ان میں سے ان کے پاس ہیں وہی ہے۔ یہ ہے  
 میں ان میں سے ان کے لئے ہے۔ یہ ہے کہ ان کے لئے ہے۔ یہ ہے کہ ان کے لئے ہے۔

تو ان کو چاہا کہ ان کے لئے یہ ہو جائے۔ اگرچہ ان کے لئے یہ وقت کے  
 ارتکاز کے لئے ہے۔ ان میں سے مکاشفات ہونے لگیں تو ان مکاشفات میں تحت بشعر  
 میں موجود نفسی خواہشات اور اس کی آوازوں کے اثر کے غالب ہونے کے  
 امکانات موجود رہتے ہیں۔ اس لئے بعض عداوتوں کا یہ کیا بجا نظر آتا ہے کہ کثرت  
 اور کے لئے ان کے اندر کسی خواہشات کے لئے۔ کو توڑنے۔ یہ ہے کہ یہ وقت سے  
 تحت بشعر میں غیر کے جو نفسی منہمک ہیں۔ وہ ارتکاز قوت میں مرقع جلت سے  
 رنگ ہوا اور مشاہدات کی صورت میں مشکل ہو سکتے ہیں۔ جو عداوت کی توجہ کو غیر اللہ  
 کی طرف منتقل کرنے اور دینی اور شہرت کی راہ پر گامزن کرنے کا ذریعہ بن سکتے  
 ہیں۔ اس طرح طالب نے ان کو دینی جیسے دلائل سے نیچے اور باطنی سے حفاظت  
 کے جس مقصد کی خاطر وہ سلوک اختیار کیا تھا۔ اس طریقہ سے وہ غیر شعوری طور پر  
 اس شعور کی زد میں آنے لگا ہے۔

چونکہ مثنوی و متوسط صوفی کی نفس کی تہہ سے تہہ کی روشنی میں  
 لی ہوئی ہے۔ اس لئے اس میں ہے۔ یہ ہے کہ یہ ہے۔ یہ ہے کہ یہ ہے۔  
 وہ مانی مشاہدات کی تشہیر ہے۔ یہ ہے کہ یہ ہے۔ یہ ہے کہ یہ ہے۔  
 یہ ہے کہ یہ ہے۔ یہ ہے کہ یہ ہے۔ یہ ہے کہ یہ ہے۔ یہ ہے کہ یہ ہے۔  
 یہ ہے کہ یہ ہے۔ یہ ہے کہ یہ ہے۔ یہ ہے کہ یہ ہے۔ یہ ہے کہ یہ ہے۔  
 یہ ہے کہ یہ ہے۔ یہ ہے کہ یہ ہے۔ یہ ہے کہ یہ ہے۔ یہ ہے کہ یہ ہے۔  
 یہ ہے کہ یہ ہے۔ یہ ہے کہ یہ ہے۔ یہ ہے کہ یہ ہے۔ یہ ہے کہ یہ ہے۔  
 یہ ہے کہ یہ ہے۔ یہ ہے کہ یہ ہے۔ یہ ہے کہ یہ ہے۔ یہ ہے کہ یہ ہے۔  
 یہ ہے کہ یہ ہے۔ یہ ہے کہ یہ ہے۔ یہ ہے کہ یہ ہے۔ یہ ہے کہ یہ ہے۔

معاذ اللہ ہیں۔ بلکہ اگرچہ جاتی ہیں۔ مثنوی و متوسط صوفی کو اگر مراقبہ چلت  
 اور اوروں تک اور قوت ارتکاز کے ذریعہ تصرفات و مشاہدات ہونے لگیں تو اہل تو  
 سے اپنے لئے آزمائش سمجھنا چاہئے۔ اس لئے کہ یہ مشاہدات اس کے لئے سلوک  
 کی جھلک کی راہ میں گامزن بن سکتے ہیں۔ البتہ مثنوی صوفی چونکہ نفسی قوتوں کا ہائیہ  
 پڑا ہے کہ چکا ہوتا ہے اس لئے وہ اگر عالمی کی حوصلہ افزائی اور اس راہ میں غرضی  
 طور پر حاصل ہونے والی سعادتوں کی خوشخبری کے طور پر بھی سمجھا اپنے روحانی  
 مشاہدات میں کرتا ہے تو اس میں کوئی غلط فہمی نہیں۔

انکار بزرگوں نے عام طور پر اپنے مکاشفات کو نہ تو مدین کیا ہے نہ ہی  
 انہوں نے اسے جہت کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔ بلکہ بعض جیسے بزرگوں نے  
 تصرفات کی ہے نہ عجیب کے رازوں کو افشاء کرنا گناہ ہے۔

یہاں ایک اہم نکتہ کی طرف توجہ دانا ضروری ہے کہ کم تقدیرت کے شعبہ  
 جو اس پیکار کوئی ہے۔ اور ان اور اہل باطن جو رنگ ہوا کے کاموں کی غیر معمولی مشقیں  
 کرتے ہیں۔ انہیں اس ارتکاز کے نتیجہ میں بہت سارے مکاشفات اور تصرفات  
 حاصل ہوتے ہیں۔ اس سلسلہ میں جو اس پیکار کوئی کے موضوع پر شائع ہونے والی  
 کتابوں کو دیکھا ہے۔ جو جہت میں حلقہ شائق اہل اولیٰ کی طرف سے توجہ  
 دیتی ہیں۔ اکثر جیسے تھوڑی سی کتابوں میں اس کے مریدوں کے یہ حالات موجود  
 ہیں کہ کم نے آپ کو آج کل کے زمانہ میں پر دیکھ اور آپ کو انویسٹ کے سفر میں  
 میں ان کے بیویں مریدوں کو ہوا ہے۔ یہ ہے کہ یہ ہے۔ یہ ہے کہ یہ ہے۔  
 یہ ہے کہ یہ ہے۔ یہ ہے کہ یہ ہے۔ یہ ہے کہ یہ ہے۔ یہ ہے کہ یہ ہے۔  
 یہ ہے کہ یہ ہے۔ یہ ہے کہ یہ ہے۔ یہ ہے کہ یہ ہے۔ یہ ہے کہ یہ ہے۔  
 یہ ہے کہ یہ ہے۔ یہ ہے کہ یہ ہے۔ یہ ہے کہ یہ ہے۔ یہ ہے کہ یہ ہے۔  
 یہ ہے کہ یہ ہے۔ یہ ہے کہ یہ ہے۔ یہ ہے کہ یہ ہے۔ یہ ہے کہ یہ ہے۔

دب کہ حقیقت میں ان انوں کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اہل  
 باطن کے کاموں کا حاکم مکاشفات و تصرفات ہیں۔ جب کہ اہل اللہ کے ذکر کے



سے ملاقات کرتے۔

ایک بار انہوں نے سنا کہ فلاں جگہ ایک درویش رہتا ہے، وہ ان سے ملاقات سے اسے وہاں تشریف لے گئے تو جب وہ اس درویش کے پاس پہنچے تو دیکھ کر اسے پاس ایک بڑا بچہ مہجوا ہے اور بہت سے لوگ اس کے حلقہ میں ہیں، اس درویش نے حضرت شیخ سے ملاقات کر حضرت شیخ کی خاطر وہ رات کی اور اسی سلسلہ میں شیخ کی خدمت میں خراب کا پتہ بتا دیا، شیخ نے یہ بھی کوشش کی کہ اس کو معلوم ہو کہ یہ درویش شراب نوش ہے، تو حضرت شیخ نے شراب پیسے سے انکار کیا اور فرمایا: - تو حرم سے، میں کہیں ہی نہ سکتا، اس درویش سے کہ، کچھ بھی ہو یہ تو جتنی بات کی، حضرت شیخ سے بار بار فرمایا تو کہنے لگا کہ امر تو مجھے تو پہنچا دے، شیخ نے جواب دیا کہ ہر شخص، اہم شخص شریعت پر عمل کرے گا، وہ کسی نہیں پہنچنے کا، یہ ہے کہ آپ اس درویش کے پاس سے چلے آئے۔

شب کو حسب معمول حضرت شیخ کی دربار نبوی میں جب حاضری ہوئی تو انہوں نے دیکھا کہ جس مکان میں ہر ایک میں حضور تشریف فرما ہیں، اس مکان کے دروازہ پر وہ درویش کھڑا ہے اور پھر اسے رہا ہے، جب شیخ نے اندر دربار نبوی میں حاضر ہونا چاہا تو اس درویش نے آپ کو روک دیا اور کہا کہ جب تک میرا کھانا نہ ملو گے، اس وقت تک ہر نہ جائے اس کا۔ خیر، یہ بخیر ہو گئے۔ صبح کو شیخ پھر ان کے پاس آئے تو وہ درویش حاضر، حسب تکلف بھی اس دن کا تھا کہ شیخ کے پیچھے بیٹھ گئے، شیخ ان سے شب کا واقعہ بیان کریں، وہ شیخ سے کہنے لگا کہ کیوں ایسا کرتا ہوں کہ میں نے کچھ نہیں دیا کہ حاضری سے محروم رہے۔

اندر کار کھانا پینے اور شراب کا پینا، یہی پینے تو کیوں محروم رہے، حضرت شیخ نے جواب دیا کہ اگر حاضری سے محروم رہا تو کیا مطالعہ ہے، حضور مجھ سے راضی تو ہیں اور میں شرم کا پتہ ہی نہ دیتا تو آپ مجھے حاضری نصیب ہو جاتی مگر حضور تو مجھ

سے ناراض ہو جاتے، اس لیے کہ حاضری فرض ہے حتیٰ اور شرم کا۔ چنانچہ فرض تھا، یہاں شراب حرام ہے، یہی اگر میں ثابت ہی دیتا تو فرض ترک ہوتا، درویش کے ترک پا حضور کی ناراضی یعنی حتیٰ اور حضرت شیخ نے اس سے یہ بھی کہا کہ تم پہلے تعذبات کے ذریعہ مجھے غریب میں بڑھ چکے ہیں، اب اس تعذبات سے رہا، تعذبات بھی دکھانے کے تو بھی میں شریعت کے حکام کو نہیں چھوڑ سکتا، ان کے بعد دوسری شب پھر یہی قصہ ہوا کہ شیخ سے دوبارہ نبوی میں جب حاضر ہونا چاہا تو دروازہ پر اس درویش کو دیکھا۔ تو جب شیخ نے اندر چاہا، تو اس درویش سے مل کر شیخ کی طرح حضرت شیخ کو اندر جانے سے روک دیا، شیخ کو شرم ہوا، اس درویش کے پاس سے تو شیخ نے یہ بھی کہہ دیا کہ تم، اہم سے کہتے تھے کہ شراب پی کر، اور نہ چھانڈو گے تو شیخ نے پھر وہی جواب دیا جو کل دیا تھا۔

تیسرے دن بھی شب کے وقت جب شیخ نے دربار نبوی میں حاضر ہونا چاہا تو دروازہ پر اس درویش نے حضرت شیخ کو روک دیا، اب شیخ نے یہ سوچا کہ یا تدبیر اقدار کی جانے کہ حاضری نصیب ہو تو اسی وقت شیخ نے سنا کہ جناب رسول حضور ﷺ، حاضری سے رشاد فرمادے ہیں کہ کیا بات ہے، اس سے حدائق میں آئے، وہی حضرت شیخ سے یہ سنا تو فوراً زور سے کہ عرض کیا کہ حضور، یہ شخص مجھے اندر نہیں لے دیتا، میں حضور نے اس درویش کی طرف جواب دیا کہ حسب تعذبات، یعنی زور ہوا اسے کہے اور آپ نے صحت ہی پر کوئی غصہ کیا، میں غصہ نہیں کرتا، وہ سنا کہ وہ چاہی اس کو کھانا دیا گیا۔ اور شیخ اندر حاضر ہو گئے۔

صبح کو پھر شیخ اس درویش کے پاس تشریف لے گئے تو وہاں اس درویش کے یہاں بڑا بچہ رہتا تھا، اس وقت وہاں دروازہ بند تھا، شیخ نے دروازہ پر دھک دیا تو آپ نے داخل سے دریافت کیا کہ تمہارے مرشد کہاں ہیں، غاصبوں نے کہہ کر جھوٹا میں ہیں، دریافت کیا، اس کا نام کیا نہیں آتا، کہا کہ معلوم میں یہ بات وہ میں

سب اس کے ساتھ ہیں۔ شیخ محمد چنے اور چاکر آزدی، مگر وہی جواب نہ آیا۔ جب شیخ خرو نے گھر پہنچے تو ایسا کہ وہاں کوئی نہیں تھا تو خاموش سے گھر دیفت کیا تو خاموشی سے گھر میں آکر دیکھا، تب بھی نہ پوچھا تو اب وہ خاموش بڑے حیران ہوئے کہ آخر وہ کہیں گھر حضرت شیخ سے نہ خاموش سے دریافت کیا کہ چھاپا یہ تو خلاؤ کر۔ اس مکان میں نہ آتے دیکھا تو خاموشی کہہ کہ ہاں، آج ایک کتے کو لٹکتے دیکھا تھا۔ تم کہنے کا سہارہ تمہیں آیا ہوگا تب حضرت شیخ نے ہاں میں ہاں کہا کہ یہ کتا وہی درویش تھا، اس کی صورت کو دیکھ کر صورت میں سنا کر دیکھا ہے اور وہ درویش نے حوالے سے رات کا پتہ نہ دیا، یہاں فرمایا اس قدر کہ کوئی پرہیز اور اس درویش کو اس درویش کے سامنے خاموشی نے جواب کی اور حضرت شیخ سے بیعت ہو گئے۔

حضرت حکیم ادریس نے فرمایا کہ یہاں ایک بات قابل غور ہے کہ درویش کے خدام اس کے مریہ تو اس درویش کے دھوکے میں آ گئے، جب کہ حضرت شیخ اس درویش کے دھوکے میں نہ آئے تو اس کی وجہ یہ تھی کہ اس درویش کے خدام تو کیفیت، مکاشفات، تصرفات اور اذیت کو محسوس سمجھتے تھے اور وہ ان چیزوں کے حامی تھے اور یہ چیزیں اس درویش میں موجود تھیں اور اہل ایمان جو کہ اصل ہیں، ان کو یہ کوئی محسوس نہیں ہوتے تھے بہرہ سب کو اس نے یہ مکاشفات اس درویش کے اندر دیکھے تو انہوں نے اس کو فانی سمجھ کر اسے معتقد ہو گئے، چونکہ شیخ، وہاں کو محسوس سمجھتے تھے، اس لئے شیخ سے جب اس کا خلاف شریعت کچھ تو چھرا ائے مکاشفات اور تصرفات کو کوئی اہمیت نہیں دی، اور اسے معتقد نہ ہوئے۔

حاضرین میں سے ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت، فضل و تجدد کے باوجود اس درویش کی صداقت پر راز تک رسائی ریگر ہوگی تو ارشاد فرمایا کہ وہ درویش تو دربار کے باہر نہ آتا تھا، یہاں سمجھنے کی خدمت میں تو کفار اور مشرکین تک حاضر ہو کر ملتے تھے۔ میں نے عرض کی کہ یہ بھی وہ کفار اور مشرکین، یہی ہی معنی

رہتے تھے جیسے عصری سے نکلتے تھے، اسی حضرات اور رسائی جو مصیبت کے ساتھ ہو، اس کی مثال میں ہے کہ جیسے ایک چور جب وہ دہشتا سے یہاں چوری کرے کی عرض سے لٹکا ہے تو ایسا واقعات ایسا شکی اس کی رسائی ہو جاتی ہے مگر سچا قیاس یہ ہوتا ہے کہ جب علاج ہوتی ہے تو اس پتہ کے حیران لگتی ہیں تو اس رسائی جو کہ مہوشیت (اور عذاب) کے ساتھ ہو، اسی درویش کے کیا کام آ سکتی تھی اور یہ رسائی اس درویش کی مہوشیت کی دلیل کیسے ہو سکتی تھی اس اصل بات یہ ہے، شیخ نہایت کام کی بات ہے کہ ہاں مقصود میں بلکہ قیادت مقصود سے درویش کے بغیر قیادت ممکن ہوں، ہندو اصل پیر میں ہونے، اس اس سے علی کی فکر میں لگ چاہئے۔

خبر ارشاد فرمایا کہ جو لوگ واردات اور کیفیت کو محسوس سمجھتے ہیں، وہ جلد ہی جہاں درویش کے معتقد ہو جاتے ہیں مگر انہیں ایک انداز کی بات یہ ہے کہ تحقیق نے فرمایا ہے کہ ایسے لوگ وہاں کے دھوکے میں بھی آ جاتے ہیں، ان وجہ سے میں اسے کامیاب ہے کہ وہاں پر ایک قسم کی حالت سرکھیت ہے، غریبی اور مہوشی کی کی نسبت حادی ہوگی، جیسا کہ بعض حالات باطنی کی وجہ سے پھندوں پر نگر اور قیمت طاری ہو جاتی ہے تو اس اعتبار سے وہاں کی حالت الجھڑیوں کے مشابہ ہو چکی تھی تو ایسے لوگ یہ بات ہی کو محسوس سمجھتے ہیں، وہ جہاں کو تہذیب سمجھ کر، اس کے معتقد نہ ہوئے، اس کی خلاف شریعتوں کی حامل رہتے پڑے اور اس کی باتوں سے متاثر ہو کر اس کا تاراج کر کے لگتے گئے، اس طرح وہ گمراہ ہو چکے تھے۔

وہاں پر جو یہ حالات سرکھیت اور بے خودی جیسے حادی ہو گئے، ان کے خیال کوئی صاحب باطن نہ ہوگا، بلکہ کافر ہوگا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ حالت سب کو بھی تو کسی باطنی سبب سے حادی ہوتے ہیں، اسی طرح جن لوگوں کے پاس شیاطین کی آمدورفت ہوتی ہے تو ان شیاطین کے اثر کے غلبہ سے لگی یہ حالت طاری ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ جہاں عرب نے بارے میں کہاں میں ہے کہ اس پر یہ قسم کی مہوش قائم رہتی تھی تو اسی مدد بھی وہی شیاطین نے اثر کا عہدہ اور خاموشی تو شیاطین سے











خوابوں کو دینی کی حیثیت دینے کی روش

میں کا ذکر تھا کہ آجکل خواب کو اس قدر بڑی جگہ پہنچ گئے ہیں کہ لوگوں کے  
نوں باقی وقت تو دینی کی بھی نہیں، حالانکہ اول تو انہیں خواب ہی کیا ہے، اور  
دوسرے کی حقیقت تو آخر یہ ہوتی ہے کہ دن بھر کے جو خیالات انہیں دماغ میں رہتے  
ہیں، وہی خیالات رات کو سوئے میں اسی صورت میں یا کسی دوسری صورت میں (بدل  
راکھ کر) جاتے ہیں اور اگر کوئی خواب عسلی تصرف یا شیعہ کی تصفہ ہے یا نہ بھی  
ہو، واقعی وہ خواب روئے صادقہ کا ہی وہن بھی شریعت میں ہے خواب کا بد  
صرف اتنا ہے کہ حدیث میں اس کو مہملات فرمایا جائے کہ اس خواب نے حد  
دن بھی بات نظر آئے تو وہ خواب ایک سوشل چیز ہے کہ وہ دینی شری  
حجرت سے اس کا دور حکام شریعہ کے برابر ہے، اور دینی سوشل چیز کو نہ  
عمل کرنے سے کسی شرعی حکم کی مخالفت ہوتی ہو تو ایسے خواب پر عمل کیا  
جائز نہ ہوگا۔

حریہ ارشاد فرمایا کہ مصر میں ایک دارمسی سلطان نے خواب دیکھا تھا کہ  
مفسرین نے اس شخص سے ارشاد فرمایا ہے کہ تیرے خواب میں تو اس شخص  
نے عداوت سے تحقیق کیا تو علماء مصر نے اتفاقاً جواب دیا کہ ہرگز چار نہیں، بلکہ تم کو  
صد ہا شہادتیں دیں اور شریعت میں جہاد واجب ہے۔ کچھ صحابہ  
ہوئے، تب بھی شرب سے یہ دینی شراب مرد نہیں، بلکہ اس سے عداوت بے شق ہوتی  
ہے، یہی صورت کا مطلب یہ ہے کہ تم خدا و رسول کی محبت سے انکار پیدا کرو۔ اسی  
خبر پر وہ عداوت سمجھنے کا پتہ لگا کر ایک واقعہ ہے کہ وہاں ایک شخص درویش تھے، جو  
دراپا کرتے تھے، مگر انہوں نے بیان کیا کہ میں نے خواب میں یہ سنا ہے کہ  
مفسرین نے سامنے کو رکھا ہوا ہے، اس خواب سے وہ یہ سمجھ کر مفسرین کے سامنے  
جائزت دے رہے ہیں کہ تم حق پر مگر شرعاً گدازد، انہوں نے مجھے اپنا یہ خواب  
میں سنا ہے کہ اس خواب کی بناء پر ہرگز یہ نہ کہنا، یہ تو قرعہ حرام  
ہے یہ صورت کا نہیں کہیں بلکہ تہذیباً فعل سے، جو صورت کی صورت کے

آئینہ میں طار ہو، وہ تو خواب محبت نہیں دوسرے یہ کہ یہ خواب اپنی طابری  
صورت پر نہیں، بلکہ صورت مثالی پر ہے، لہذا یہ قائل عمل نہیں، اسی طرح دوسرے دوسرے  
کا ایک قصہ ہے کہ دارالعلوم میں ایک مرتبہ ایک طالب علم آئے، جو دوسرے داخل  
ہوتا جاتے تھے، چنانچہ اس کو داخل کیا گیا، مگر وہ اس بات مصرعے کہ میں شرح چاہی  
پڑھوں گا، حالانکہ جب اس کا حال ہی گئی تو معلوم ہوا کہ ابھی ان کے اندر اسی  
استعداد ہرگز نہیں کہ شرح ہی پڑھ سکیں، بلکہ وہ ان کا کوئی کوئی ابتدائی کتاب پڑھنا  
شروری ہے تو جب ان کے کہنا کہ یہ کتاب دوسرے اندر بھی تھی، مستعد مساجد نہیں کہ تم  
شرح ہی پڑھ لو، بعد ہی اس تم و شرح چاہی میں شریک نہیں کیا جا سکا، وہ اس  
وقت خاموش ہو گئے، اگلے روز انہوں نے بیان کیا کہ میں نے جناب رسول مقبول علیہ السلام  
کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں کہ تم شرح چاہی پڑھو۔ لہذا مجھے شرح  
چاہی پڑھنے کی جرات ملی ہے تو میں ان محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو یہ  
جواب دیا کہ حضور کے اس ارشاد کے متعلق تو ہم حضور سے خواہ عرض ضروری کر میں  
گئے، مگر تم کو تو قیاساً علم شریعت چاہی کے پاس کوئی کوئی ابتدائی کتاب ہی پڑھی ہوگی۔  
اس خواب کا حاصل بھی یہی ہے کہ ہم دینی روایت کی تکذیب نہیں کرتے، لیکن اس  
کا انہیں سے کہ انہوں سے رشتہ کو سمجھا دو اور بھی بھی۔

خوابوں کو غیر معمولی اہمیت دینے کی تعلیمات

چنانچہ بحث

ایک صاحب نے اپنا ایک خواب لکھا، اسے حسب معمول یہ جواب تحریر فرمایا  
مجھے خوابوں کی تفسیر سے سبب نہیں پڑا، یہ خواب کا کیا اعتبار ہے۔ اول تو خواب  
جواب کا بحث ہونا بات نہیں پڑا، لیکن مفسر کا حکم میں حاکمہ داری نہیں، اور پھر  
اس کا خواب اس کی تفسیر سے قیاسی قائل تو ہو سکتا ہے کہ اس نے کچھ خواب کو  
حدیث شریف میں بہت فراموش کیا ہے تو میں متاثر ہوں کہ یہ وجہ ہم قائل نہ ہو  
ہاں یہ یہ مسئلہ کے جواب کا یہ تو یہ فرق ہے۔ مگر حضرت صحابہؓ ہر چیز کو اپنے دماغ  
اور اپنے مقام پر دیکھتے تھے، اس نے خواب کی تفسیر دینے میں عقیدہ کی غلامی کا حال ہے

تھو اور بہ عقیدہ کی حرج کا مدعی ہے۔ اسوقت اگر خوں کو میت دی جائے تو اس وقت خوں پر ہی قناعت کر کے بیٹھ جائیں اور زبان اصلاح سے بھر جائیں۔ اور مندر (دشوائی) دوج ہے کہ ترغل میں بھی قرانی ہو تو سونگی تراب نہ لایا جاتا ہے۔ چہ جائے کہ خواب، بوسق تو کیا کسی وجہ میں مرگت نہیں، کیونکہ خواب کامل اقلی دی نہیں۔ اب اس میں نہ پنے کی ضرورت ہے، وہ یہ ہے کہ جب خوں کو میت دینے میں عقیدہ کی غریبی کا احتمال ہے تو اسکو بالکل ہی ترک کر دینا چاہئے۔

یہ بات بھی قابل نظر ہے کہ کبھی کسی شخص کے بارے میں دو شخص مختلف خواب دیکھتے ہیں تو آخر کس کے خواب کا اعتبار یا جانے گا، کسی کا بھی نہیں، کیونکہ یہ منطقی اور عملی مسئلہ ہے کہ جب ہر کی قوت کی داغ بیل ایک اور سے ملے متصادم ہوں تو دونوں کو چھوڑنا واجب ہے تو یہی حاصل ہو کہ خواب جنت میں، یا جہنم کی تعمیر بھی دیکھتی ہوتی ہے، کبھی کسی کے نزدیک کچھ ہوتی ہے، کسی کے نزدیک کچھ نہیں، کبھی کبھی ہے۔ اس پر ایک خواب یاد آیا، اگاسے حضرت ہمیشہ عہدہ کے خدق رہے ہیں۔ یہ خدق عہدہ والوں کو معلوم تھا، انہوں نے اس اختلاف کے جواب کیلئے ایک خواب چیل کیا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ انہوں نے وہ خواب گھڑا ہوگا، بلکہ ضرور دیکھا ہوگا۔ وہ خواب یہ تھا کہ گویا عہدہ کا صدر ہے۔ صدر چھٹی ہوئی ہے۔ الی عہدہ صدر پر بیٹھے کھانے پانی کی کارروائی کر رہے ہیں۔ باجم مشورہ ہو رہا ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر ایک طرف کو آپ بھی بیٹھے کھانے پینے کی یہ خواب تھا۔ اس لوگوں نے اس کی یہ تعبیر دی کہ جس مجلس میں حضور موجود ہوں، وہ مجلس بیٹھے حضور خداوند کے ہے۔ کسی نے اس خواب اور اس تعبیر کا ذکر حضرت مولانا مشکوٰی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے کیا۔ مولانا نے فرمایا کہ ان لوگوں نے اس خواب کا صحیح مطلب نہیں سمجھا کوئی ان سے کہے کہ حضور کے ہوتے ہوئے کسی کا صدر یا بیٹھا، صاف دلیل ہے خدق علی ابروں کی میتی ان لوگوں میں خودائی موجود ہے ۱۰۰ پتی دانی کو صبر کسی نے بہرہ رک سے زیادہ اہم سمجھتے ہیں۔

(داخ) کہ عہدہ کے علماء کے طرف سے تصوف و سلوک کے خصوصی احترام کے بعد عہدہ کے بارے میں ملنے والے چند کی رائے اس کی تھی۔ (مرقب)۔

پھر حضرت اقدس مدظلہ عجل نے فرمایا کہ، ایسے اس تعبیر کا کچھ بہرہ پیدا نہ ہو گا تو کام نہیں، حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ایک شخص نے یہ شکایت کی کہ وہ خواب دیکھ کر خود ہلاک ہو گیا، دو قرآن شریف کو ناپ کر۔ یہ کی حرکت کر رہا ہے، آپ نے فرمایا کہ یہ بہت مبارک خواب ہے۔ اس کی تعبیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تعالیٰ تعالیٰ نے تم کو پیدا کر دیا اور وہ عطا ہوگا۔ چنانچہ یہی ہو گیا کہ اسے "کا پیدا ہو" اور وہ عطا ہو گیا۔ اب دیکھئے کہ خواب طاری میں تو مبارک تھا، مگر حقیقت میں بہرہ رک تھا اور نہ وہ والوں کا خواب بظاہر بہرہ رک تھا، مگر دراصل باصراۃ تھا۔ یہ تعبیر تو ایک مستقل فی ہے۔ اس میں ہر دیکھ کو بھی کوئی دل نہیں، بلکہ اس فی سے مناسبت دیکھنے تو ایسوں کی بھی شرط نہیں، چنانچہ باہر اس کی تعبیر سے بہت مناسبت تھی اور وہ باصراۃ تھا۔ اس فی کا درختی مناسبت پر ہے اور وہ کسی کو حاصل ہے، کسی کو نہیں چنانچہ مجھے حاصل نہیں ہے، سننے میں نے یہ مستانہ کال رکھا ہے کہ جو شخص خواب نہ کر کر مجھ سے تعبیر پا چکا ہے، میں اکثر یہ شعر لکھتا ہوں۔

نہ طبع نہ شب پر کم کہ حدیث خواب گویم چہ ظلم از آفتاب گویم  
اگر خواب میں فرد یہ بھی دیکھے کہ میں سور کا گوشت کھا ہوں یا جہنم میں مل رہا ہوں، مگر خبر بیاد ہو، پتے خدا کوئی کام قصد خلاف شرع نہیں چاہتا تو وہ خواب مطلق نظر اور فی کی خدمت نہیں۔ اور اگر خواب میں یہ دیکھے کہ میں صحت میں ہوں خواب سے مشغول ہوں، نہ کہ دیدار ہو رہا ہے، مگر تاکہ عمل تو ایسا کہ صحت کے خلاف معاظمت میں مشغول ہو یا مصیبت میں مبتلا ہے تو وہ مبارک خواب بھی قابل تہا نہیں، کیونکہ اعتبار دیدار کی حالت کا ہے، جو اقلی دی چیز ہے، نہ کہ خواب کی حالت کا جو ہمیشہ عبادی چیز ہے، حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کی توضیح یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو اکثر اسے خواب نظر آتے ہیں، کیونکہ ان کے یہ عیب بہ وقت احوال میں رہتے ہیں، اگر خواب میں کچھ وہی باقی رہتا ہے، دیکھنے والے میں کچھ موجود ہوں تو غرض خواب کی حالت کی خدمت میں وہ عبادی چیزیں نہ ہوں، بلکہ فی حالت کی خدمت میں کچھ بھی نہ ہوتی ہے، کبھی عہدہ اسے کبھی کی اور حالت سے اس کی حقیقت دیکھی جا سکتی ہے۔ (صبر ۲۲۵، ۲۲۶ جلد دوم)



ڈیڑ کروڑ خاکی کو تو ہوں مجھے جی کہ یہ مہین ہے، لطیف ہے، آج کل  
تھوڑے گوشریٹ کے مقابلہ میں ایک مستقل جہاز کا ہے۔ (صفحہ ۳۲۶ سے ۳۲۸ جلد نمبر)  
خواب اور کہرتوں کی حیثیت

[illegible][illegible]

نہ جہنم نہ شہ پرستم کہ گدھت خواب گویم  
چہ ظلام آلام ہر د آفتاب گویم

میں نہ رات ہوں اور نہ رات کا پستار ہوں کہ خواب کی بات کروں۔  
مگر آج کل خواب کو قی گنتے ہیں، بلکہ اسے وحی ہے مگر بڑھاپا رکھا ہے اور جو  
خواب سے آگے جاتے، وہ کیفیت پر آگئے، وہ کیفیت ہی کو سب کچھ گنتے جیتے  
میں اور اصل چر ہے جیتی قلب، جس سے بے وقوف ہاں ہوئی۔ اور خیال کہ مصداق  
آگے، ان کی کیفیت ہی ہوتی رہی۔ ان کی اپنی مثال ہے جیسے کوئی بے ہوش ہوا ہو  
جس میں حشر سے بچاں بھی ہیں، چوں بھی ہیں، ان میں کوئی شخص اپنی طرف سے  
کچھ نہ کرے اور جس میں سب کو کچھ نہ کرے، کس کھانے میں لگ جائے اور ہر  
کھانے کا کھانا اور ان سے تو میں چوں کے پیچھے لوگ پڑے ہیں۔ ان کی مثال سے  
ساتھ انکی نسبت ہے، جیسے گھاس کی نسبت گھاس پھول کے مقابلہ میں اور میں ان  
چوں کی کی ہیں۔ اور وہ لوگ میں یہ جہنم بھی ہیں، لیکن ہے وجہ میں نہیں  
وہیں۔ ان وقت اور ہر جگہ کہ کچھ ہے۔ چنانچہ جہنم کو کھلی کو کھلی کو کھلی  
گویا حشر کے مقابلہ میں ایک مشن ہالیو۔ اور ہمیں یہ سب کچھ میں کہ وہ حشر  
کو کوئی حیثیت ہی نہیں دیتے۔ غرض کہ دونوں طرف جہنم ہے، ایک طرف زیادہ دوسری  
طرف کم۔ اختصار فرما دیا کہ جہنم زیادہ جہنم میں ہیں، نہ نسبت دہانوں کے، کیونکہ  
دہانوں کے یہاں حشر کم تو ہے، اور اصل جہنم ہے اگر چہ ان کے ہاں دوسری چوں  
کی کمی ہے اور ہر جہنم میں تو دہانوں کی تعداد ہے، صرف ایک ہی جگہ ہے، ان



یہاں چاروں پہنی رانی تو کھڑے رہے، چہ اچھی مہلی سے مبادی میں نہ  
تھ تو جہت میں کچھ رہی ہے، اور چاروں ہاتھیں سب سے صحت و عافیت  
ہے اور یہیں تو نرا ملک ہی ملک ہے، جس سے اپنے دست لگیں گے کہ قوت برحق تو  
درکنار وہی کسی قوت بھی نکل جائے گی۔ (صفحہ ۱۱، جلد دوم)  
حالات اور صوم کا فیض توجہ کا نتیجہ ہونا

فرمایا، ایک چالاک مولوی صاحب تھے، جن کی اصلاح کا مجھ سے تعلق تھا اور وہ  
ذکر شافعی تھے، ان کا ابتداء ہی میں حالات و وجوہ تشریح شروع ہو گئے۔ انہوں نے  
ان حالات کا دوسرا سے ذکر کرنا شروع کر دیا تو چونکہ مبتدی کو ایسے حالات کا ذکر  
اپنے عمری کے سوا دوسروں سے کرنا صغر ہوتا ہے، کیونکہ اس کا انہماک ہوا کرتا ہے  
اس لیے میں ان سے ناراض ہوا اور کہہ کر دیکھ لیا، اب تمہارے یہ حالات دینی درجے  
جہاں چنانچہ یہی ہوا کہ ان سے اسی وقت سب حالات طلب ہو گئے۔ بات یہ ہے کہ  
فیض و صوم و اعطائے سے حاصل ہوتا ہے، جب کہ یہ فیض نہ ہو کہ وہ نہ  
کس گھٹتا ہے، نتیجہ وہ اس کے دہلی میں ہوتا ہوا تھا ہے، اس پر ایک واعظ صاحب  
کا قصہ بیان کیا کہ وہ واعظ کبہ رہے تھے۔ ایک بزرگ اس مجلس میں ان کا دعوت سن  
رہے تھے اور وہ بزرگ، ان واعظ صاحب کی طرف متوجہ تھے۔ ان کی توجہ کے نتیجہ میں  
ان سے اس وقت واعظ میں بہت عمدہ عمدہ مضامین بیان میں آ رہے تھے کہ واعظ  
صاحب کو یہاں ہوا کہ تو آج تو میں کیسے جان مصائب میں نہ کر رہا ہوں، دعا و یہ حیل  
آتے ہی وہ بزرگ دوسری طرف متوجہ ہو گئے۔ ان بزرگ کی توجہ کا ہٹا تھا کہ اس  
مضامین حیات کی آمد پانچ بند ہوئی، عالی وحشی کی عمدہ مضمون، اس میں سے کچھ  
آئے۔ بات یہ تھی کہ وہ ان بزرگ کی توجہ کی برکت تھی، جب توجہ ہٹائی تو آمد بند ہو گئی۔  
یہ وجہ سے محققین نے لکھا ہے کہ صوم و اعطائے فیض نہیں آتا کہ چہ  
مرئی کی برکت سمجھے۔ یہ کہانے تھے اور میں تو سن رہی تھی کہ کچھ فیض ہے، حقیقت اور  
مرئی کو بھی اپنے صوم و نکالت و انویں میں، مگر میں کو بھی یہ بتانے کہ کس کے قلب  
میں صوم و اعطائے لگا ہوں، ان کا سبب طاعت ہے، کچھ چمنہ طاعت کی تربیت کا

کام اس کے سپرد ہے، اس لیے ان کو نفع پہنچانے کے لیے اس کے قلب میں ان علوم  
کا تقاریر ہے، اگر یہ عمری، تربیت ترک کر دے تو پھر وہ فیضان، جو اس کے  
قلب میں ہوا ہے، بند ہو جائے گا۔ اس کی مثال دالک اسکا ہے کہ کبھی یہ پتہ  
وہاں کے ۱۱۱۱ سے پردہس پر ہاں سے آسراں کو ہاں کا ۱۱۱۱۔ مے تو اس کی مدنی  
مضامین سے یہ ہے تو اس کے اندر ہے کہ ان کا احساس صوم، مگر ساتھ ہی ان کی  
ہاں کا ۱۱۱۱ سے، وہ بھی بچے کی ضرورت کا نتیجہ ہے، اگر وہ بچے کو ۱۱۱۱ نہ پھون  
تو پھر اس کا ۱۱۱۱ خشک ہوتا ہے۔ اس سے پتہ کو چاہیے۔ اولیٰ حیات و صوم  
بہت سمجھے، وہاں کو چاہیے کہ وہ اپنے ۱۱۱۱ کو اپنے پاس کا سب کچھ (صوم و اعطائے) صوم  
کشف اور وکالت کے درمیان فرق کی نوعیت

ایک مشہور مدرسہ کے فاضل نے عرض کیا کہ کشف وکالت میں کیا فرق ہے؟  
جواب میں رشتہ دار کا کشف سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ استدلال نہیں ہوتا، بلکہ  
صورتی ہوتا ہے، جس سے قوت اوجہائی ہے، بخلاف فرست کے کہ اس میں ایک  
دراستہ نہاں کا بھی ہوتا ہے، اگرچہ اس میں غائب مگر ضروری ہوتا ہے، غرض فرست  
سے جو علم حاصل ہوتا ہے، وہ مرکب ہوتا ہے علم ضروری اور علم استدلال سے جس کا  
دراستہ ضروری ہوتا ہے، درصوبہ علم استدلال، اس کے بعد فرست اور  
کشف سے فرق یہ ہے، ثابت ہوا کہ فرماؤں کی سبب سے کشف ہی جہت سمجھتا ہوں، اور  
مگر کشف سے استدلال کے اندر عبد الرحمن خان صاحب کے پاس گئے تھے، ان  
کی نے یہاں تھے، انہوں نے اپنے دہلی کے قیام سے روایت کیا کہ کشف فیض کا  
میں سے یہ شب غفلت میں چند کشف وکالت میں آتی تھی کہ باہر صوم میں صوم کشف  
ایک کا کشف تو یہ کہیں درجہ دار میں حاضر ہوئے، وہ اپنے مقرر میں کاتوں کو  
میں سے صاحب کے سامنے پیش کرواں گا۔ چنانچہ یہی ان کا کشف انہوں نے جیسے  
سے کا کشف کیا۔ پیش کرواں مگر جب یہ راہ کرتے تھے یہ صاحب کی دہلی سے  
میں مشغول ہوا تھے مگر امیر صاحب نے دہلی میں جو کشف فیض انہوں سے  
دراستہ کشف کی اور یہودی کے لیے باہر صوم میں کشف کی میں سے یہ



۱۰ ہے۔ ورنہ اگر انکشاف مقدم ہو گیا، پانی اتر کا واقعہ مؤخر ہی ہوگا۔ چنانچہ شریعت میں اس کی تفسیر صوم عرق سے شغل سال گذشتہ کے ایک سال آئندہ کے بھی گناہ معاف ہو چکا ہے کہ صوفی جو گناہ سے مؤخر ہوتی ہے، گناہ سے ایک سال قبل ہوگی، یہاں معافی کا واقعہ ہونا مؤخر ہوگا، مگر اس کا انکشاف یعنی خبر پہلے دیے گی۔

(ادھر باقی طوطہ مریں کرتا ہے کہ یہاں تک میں فرمانے کے بعد حضرت دام غلام حق بنی برہمہ نے تھوڑی سی مدت بعد میں رہا، رات بیدار کیا کہ بیکہ میں نے پھر ایک خواب دیکھا ہے۔ خواب کے غیر ختم پاشان ہونے پر جو مشکل ہوا تھا، اس خواب کے اندر اس کا ایک دوسرا جواب بلا واسطہ قلب پر وارد ہوا تھا، وہ یہ ہے کہ جو خواب بہت کا چھپا لیواں حصہ ہے، اس کا حقیقی صداقت صرف وہ خواب ہے، جس کو نہ توئی ہو، نہیں اور اس کی ایک قوی تائید ہے، جس کو کلمہ نے اس حصہ کی تائید میں بیان کیا ہے، جس سے اس حدیث کی تفسیر ایک دوسری حدیث ہے کہ کہ "صوم عرق سے پانی پینے سے بچو"۔ خواب دیکھنے کے تھے اور وہ نبوت کا کل تیس سال تھا اور تیس دوئی چھپا لیں تو تیس سال میں چھپا لیں ششماہیاں ہوئیں۔ تو ایک ششماہی کا زمانہ نبوت کے کل زمانہ کو چھپا لیوے حصہ کے برابر ہوا اور دوسرے خوابوں میں یہ حسب واقعہ نہیں، اس لیے ہر خواب کو اس کا صداقت نہیں کہا جا سکتا۔

حزب ارشد و فرمایا کہ اگر یوں کہ جائے کہ جس حدیث میں ہے کہ خواب، نبوت کا چھپا لیواں حصہ ہے، اس کا تو جو ب ہوگا، لیکن دوسری حدیث تو خواب کے تضاد میں وارد ہیں، ان کا کیا جواب ہوگا۔ مظلای فرمایا ہے "السم یصح من السوءة الا البعشرات" اور مظلای فرمایا ہے کہ "المرؤبة الصالحة من الہ اور رؤیا المؤمن صومہ من سمۃ وازیمص صومہ من السوءة" اس میں روایت کی خصوصیت نہیں، صومہ اس کا جواب یہ ہے کہ کھانا کا انکار نہیں، جب کہ خواب کے حجت ہونے اور اس کے رتبہ سے بڑھانے کا انکار ہے تو ان حدیثوں میں اس کا اثبات نہیں اور تضاد واردہ کا راز یہ ہے کہ روایت صدیقہ کے خواب کے مشابہ ہوتا ہے، اس لیے اس میں غنیمت تھی اور اس تفسیر پر حدیث "رؤیا المؤمن حوالہ الیہ" کو قبول کیا جا سکتا ہے جیسے،

لیدر اسل۔ (مسئلہ ۳۰۵-۳۰۶ جلد دوم)

کشف الہام کے موقع پر طالب کے لئے بھی راہ عمل

ایک صاحب، جو جون صدق اور دوسرے عربیہ دایہ کے فارغ التحصیل ہیں، "حق" یہ مقام پر تدریس عربی میں مشابہت میں امتحان کیا کہ وہ سب میں کے زمانہ کا واقعہ ارشد و فرمایا کہ جب وہ صاحب، خاصگی میں مشغول تھے تو ایک مرتبہ ان کی حالت ایسی ہو گئی تھی کہ ان کو کشف ہونے لگا تھا، الہام ہونے لگا تھا۔ یہ حالت ان کے کتب کے شراب و خرقہ کے، جس سے مدت ہوئی، بعض صاحب، حتی کہ ایک بار ان کو الہام ہوا اور ایک آواز آنا شروع ہوئی کہ تمہیں اہل خدمت بنانا چاہئے، اب وہ حیران ہونے کے گھٹے کیا کرتا چاہئے اور میں اس کا کیا جواب دوں، مگر اس نے نہیں، چنانچہ ۱۰۰۰ سے بڑھ کر اس نے انہوں نے مجھ سے اپنا سارا وقت جان کیا اور دریافت کیا کہ مجھے اس موقع پر کیا کرنا چاہئے، اگر جناب کے نزدیک یہ کام میرے لئے مناسب نہ ہو تو ارشد و فرمایا جائے۔

اسی طرحی رائے شروع سے سبھی تھی کہ یہ اس خدمت سے باز رہیں، کیونکہ ان کے لئے اس خدمت کا قبول کر لینا خطرناک تھا اور اس سے دریافت کرنے کی یہ صورت ہے، اور ان کے لئے یہ اظہار ہے، مگر گھٹے شروع میں بہت نہ ہوئی کہ میرا سے دانے دانے، بلکہ اس صومہ، وہ ان کے کہ کہ کہ یہ نہیں، اس میں اس وقت سے روکتا ہوں، مگر جب میں نے شرعی اصول پر نظر کی اور حضرت لقمان علیہ السلام کا وہ قصہ دیکھا، جو میری کتابوں میں لکھا ہوا ہے تو پھر میں نے رات کو دو تھپ سے کہ حضرت لقمان علیہ السلام کو بڑھ کر الہام وہ چیزیں پیش کی گئی تھیں۔ ایک نبوت دوسرے نکتہ اور سہارہ، اس میں وہی نہ ہونے کی صورت میں الہام انت قہ ارشد و فرمایا کہ ان دونوں میں سے جو چاہئے، وہ مشورہ اور ہدایت ہے۔ ذمہ داری پوری تھی، جس کا انہاں حضرت لقمان نے اپنی قدرت سے دہر دیکھا تو انہیں سے قبول کرنے میں غور و محنت ہوا، چنانچہ انہوں نے نبوت کو منظور نہیں کیا، بلکہ حکمت



ہوتے ہو تو اس کی طرف توجہ ہی نہ کیا جائے اور اگر خلاف شریعت نہ ہو، مگر وہی قواعد سے اپنے لئے مناسب نہ ہو تو غلط کر دینا چاہئے مگر ادب کے ساتھ غلط کرے۔  
 پہلے اولیٰ کا لفظ نہایت سے نہ لگائے، مثل عرض کرے کہ حضور! میں اپنے آپ کو اس خدمت کے قائل نہیں پاتا، اس وارد پر عمل کرے جس کو شریعت جائز و راجح کرے، تاکہ اصل پر شریعت ہی سے اثر نہ پڑے، لیکن میں ان حد و میں خود ثابت وہ چیز ہے جو جناب رسول متول مسئلہ کی مسرت تمام تک پہنچتی ہے اور آپ کی شان وہ ہے کہ آپ کے متعلق دشوار ہے وہاں الوسطانک الا دھمۃ للعالمین یہی جو چیز آپ اور میں سے ہیں، وہی اگر سرسری نہ ہو، جاتی اور سے علوم جو وہ حضور سے ادا ہے۔ عداوت تک پہنچتی ہے، اور اختلاف کے، پر یہ نہیں بلکہ ہم در خوب سے، اور اس میں سے اپنی مرضی سے جان نہیں۔ چنانچہ اس کے لئے کہ ہے کہ اپنی خواہش میں مسئلہ سے ادا ہے کہ باقی سے وہی نہیں سمجھتے، اور ان میں سے اس میں خیر ہے اور جو غم غمی کے واسطے کے عداوت پہنچتی، خواہ وہ کثرت ہو یا الہام، وہ معتبر نہیں اور نہ وہ خطرہ سے خالی ہے، بلکہ اس میں وہ خطرے پیدا ہیں ایک خطرہ تو یہ ہے کہ اس شخص کو بھی اس سے شبہ ہو، سوچا ہے کہ یہی یہ شخص ہے آپ کو برگہ کیجئے لگتا ہے، دوسرا یہ اندیشہ ہے کہ اس غم کی وجہ سے کہیں وہ اپنے نبی یا اپنے شیخ سے اپنے آپ کو بے پرواہ نہ سمجھنے لگے اور اگر یہ دونوں خطرے نہ بھی ہوں تو بھی وہی کے عداوت حاصل ہونے والا علم معتبر نہیں، کیونکہ ان علوم میں دونوں احتمال موجود ہیں، یہ بھی احتمال ہے کہ یہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ شیطانی تصرف ہو۔

چنانچہ شیخ اکبر نے لکھا ہے کہ بعض مرتبہ سالک کو شیطانی اس طرح دھوکہ دینا ہے کہ اپنی تین وقت سے اس شخص سے یہ آواز آتی ہے کہ اے سالک! میں نے تو ان صفتیں حاصل کیں ہیں اور ان میں سے وہ جس میں عبادت شریعت سنتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ مجھ پر کچھ عجیب عالم ملکوت کشف ہوا ہے اور نظر آئے والی یہ صورتیں، حالانکہ ہیں اور ان کی زبان سے جو کچھ نکل رہا ہے یہ الہام ہے حالانکہ یہ چیزیں خلاف شرع ہوتی ہیں، پس اگر سالک نے وہی کو جو کچھ علم واسطے ہے اصل قرار

دین و دھرم شریعت سے صرف عمل سے، یا دھرم سے، یا شریعت سے، جس کی وجہ سے وہ کو معتبر سمجھتا ہے تو وہ ان خلاف شرع چیزوں پر عمل کرنے لگتا ہے، جس کی وجہ سے وہ درگاہ حق سے ہٹا ہوتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ شیطانی جذبہ کسی کو یہ نہیں دے کہ وہ حد و میں سے اس کے واسطے پر چلنے کا ارادہ رکھتا ہے تو وہ ہاتھ دھو کر اس کے پیچھے پڑ جاتا ہے اور اسے قدرہ قدم پر کانٹے کی کوشش کرتا ہے جس سے اس کی ہڈیاں پھٹ جاتی ہیں اس سے محفوظ رہنا چاہئے، ہوتو اس کا ہر جذبہ صرف یہ ہے کہ وہ اپنا دھرم و شریعت کی طرف لگے۔ دھرم و شریعت جو حکم اس پر عمل روتو فرماں سنو، میں ہادی ہاں سے دور کر دو، پھر آگے۔ (صحیح ۵۶۶ سے ۵۶۹ حدیث)

فرمایا، ایک اور دلیل میرے یہ ہے کہ حد و میں سے وہ نہیں دیتا کہ میں صاحب خدمت ہوں، چنانچہ انہوں نے مجھے دیکھا جس میں میں بیعت و حد و میں کی کہ میری نہیں ہے کہ میں صاحب خدمت ہوں اور صاحب خدمت اس سے صاحب خدمت ہونے کے کچھ دلائل بھی کیجئے تھے، میں نے ان کو جواب دیا کہ تم نے جو اپنے صاحب خدمت ہونے سے انہیں مجھے نہیں دیا، میں نے یہ فرمایا ہے کہ صاحب خدمت سمجھ رہے ہو تو یہی دلائل اس بات کی علامت ہیں کہ تم صاحب خدمت نہیں ہو، اس لئے کہ صاحب خدمت کو اپنے صاحب خدمت سے کام سرانہ ہی ہوتا ہے، اور اگر کام ہے اور نہیں ہے صاحب خدمت سے اسے اب تک جو علم حاصل ہے، وہ علم ضروری نہیں، بلکہ علم استدلالی ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ تم صاحب خدمت نہیں۔ (صحیح ۶۰)

حضرت عثمان علیہ السلام کی نبوت و وصیت کے بارے میں استدلال اور اس حوالے سے عقلم

فرمایا، اصل چیز شریعت ہے، لوگوں نے جب سے شریعت پر دوسری چیزوں کو ترجیح دینا شروع کیا ہے، اس وقت سے ان میں تباہی ہو رہی ہے، ان لوگوں میں سے جو اپنی بات نہیں دیتی، ان کے بعد باقی طائفہ نے عرض کیا کہ حضرت عثمان علیہ السلام اور جو





بھی زیارت نصیب نہ ہو تو شکایت نہ کریں، بس اپنا یہ خالق رکھیں۔

فراق وصل چہ ہاشد رضانے دوست طلب کہ حیف ہاشد از وغیرہ اور تنانے  
(صفحہ ۹۱ سے ۹۲ جلد ۱)

شیطان پر ہزار عباد

سے ایک لقیہ کا بھاری ہوتا

فرمایا: شیطان کا عمر تو اس درجہ کا نہیں، جیسا کہ لوگوں نے سمجھ رکھا ہے۔ خود حق تعالیٰ فرماتے ہیں، "ان کید الشیطان کان ضعیفا"۔ اہل اہل اور خاصان حق سے تو شیطان خود ہی ڈرتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ شیطان پر ہزار عباد سے ایک لقیہ زیادہ گراں اور بھاری ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس کے عمر و ضرب سے خود بھی واقف ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی آگاہ کرتا رہتا ہے۔ حضرت شاہ مجدد القادری جناباں رحمت اللہ علیہ کو ایک روز شیطان نے دھکا دیا چاہا، آپ کو ایک روشنی نظر آئی، آپ نے لا حول پر بھی وہ روشنی علم ہوئی اور شیطان یہ بکھر بھاگ کہ چاہا، مجدد القادری، تجھے تیرے علم نے بچا لیا۔ اس پر حضرت نے فرمایا کہ چاہا، یہ تیرا دوسرا دھکا ہے کہ مجھے علم نے بچا لیا، علم بچا رہا کیا چیز ہے، جو بچا لے۔ مجھے تو اللہ نے بچا لیا۔ (صفحہ ۲۸)

(اس واقعہ میں بعض کتابوں میں یہ تصریح بھی موجود ہے کہ شیطان نے کہا کہ میں نے اس طرح کی روشنی کے ذریعہ بیٹھکوں عابدوں اور ڈاکروں کو گمراہ کیا ہے (اس لئے کہ کشف اور صحیح دینی اور ادب نہ ہونے کی وجہ سے روشنی ہی کو کمال سمجھ لیا گیا۔ مہرب)

الہام کے ذریعہ پیش ہونے والے

ہے کہ قبول نہ کرنا اور جتنی مٹا دیا جائے

آج کی مجلس خاص میں حضرت والا نے ایک نواز صاحب سے جا ملا کہ چاہیے قبول فرماتے سے انکار فرما دیا تھا، اُن صاحب پر چاہیے قبول نہ ہونے کی وجہ سے اس قدر رنج اور افسان کا ظہر ہوا کہ گیارہ بجے دن سے نماز خیر تک ان پر گرے طاری رہا، حتیٰ

کہ میں نماز خیر کی جماعت میں بھی وہ روتے رہے۔ حضرت والا نے نماز خیر کے بعد ان صاحب کو اپنے پاس بلا کر فرمایا کہ آپ اس طرز کو چھوڑ دیں اور سکون و اہول میں آکر دل کی بات کہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپ کو تو میرے دل کے حالات بتانے بغیر ہی معلوم ہیں۔ فرمایا، تو یہ کہیں، مجھے علم نصیب تو ہوا ہی ہے، بتائے بغیر مجھے کیسے معلوم ہو سکتا ہے۔ عرض کیا کہ آپ قہقہہ ہیں، غوث ہیں، مجدد ہیں، مفتی ہیں، مجسم الامت ہیں، آپ کو معلوم نہ ہوگا تو دوسروں کو معلوم ہوگا۔ فرمایا کہ دوسروں کے دل کی تو حالت معلوم نہیں اور نہ میں اس درجہ کا ہوں، ہاں اپنی حالت معلوم ہے، وہ یہ ہے کہ خدا کا ایک بندہ ہوں اور گنہگار ہوں، رومیہ ہوں، بیکار ہوں، مگر ان باتوں سے کیا لینا، ان کو چھوڑ دیتے، اپنی حالت بیان کیجئے، انشاء اللہ تعالیٰ اطمینان سے سن کر، اُس کا پنجاب دوں گا اور زبان سے کہے بغیر یا شتاہ بعض حالات کے حق تعالیٰ بھی بندے کے ایمان کو دہر نام میں قبول نہیں فرماتے تو جب زبان سے کہے بغیر خدا تعالیٰ سے بھی اپنا کام نہیں مانگ سکتے تو میں تو ایک بندہ اور وہ بھی گنہگار ہوں، مجھ سے کیسے کام چلے گا۔

عرض کیا کہ میں کہہ نہیں پاتا۔ فرمایا دیکھو، اتنا بڑا سفر کر کے آئے ہو، وہاں پر وقت صرف کیا ہے تو جس عرض سے آئی بڑی تکلیف اٹھائی ہے، اس کے انکار میں آخر کیا چیز رکھوت ہے۔ اب تو محض زبان بولنا باقی ہے، جو بہت آسان کام ہے، اس پر وہ صاحب خاموش رہے۔ حضرت والا نے ایک کنوڑے میں پانی منگا کر، اُس پر دم فرما کر اُن صاحب کو چلایا، پانی پیتے ہی اس کے حواس درست ہو گئے اور عرض کیا کہ مجھے خواب میں یہ الہام ہوا کہ ایک جا نماز خرید کر لینا، وہ دروہا پر قبول نہ ہوئی۔ فرمایا، نہ خواب کوئی اعتبار ہی چیز ہے اور نہ الہام، صرف دینی کا اتباع ضروری ہے، مگر یہ کہ آپ کا الہام آپ پر بہت ہے، مجھ پر بہت نہیں۔ نہ میں اپنے الہام پر آپ کو مجبور کر سکتا ہوں اور نہ تم اپنے الہام پر مجھے مجبور کر سکتے ہو۔ اور آپ کو جو الہام ہوا تھا کہ جا نماز خرید کر لینا، تم نے اس پر عمل کر لیا، تم اللہ ہی کے اندر دار تھے، باقی اُس الہام یا خواب میں یہ تو نہیں کہ کیا تھا کہ قبول بھی ہو جائے گی۔ عرض کیا کہ نہیں۔

فرمایا، چلو بس چینی ہوئی، تم اپنا کام کر چکے۔ اس پر مصر ہونے کی ضرورت نہیں۔ دوسرے یہ کہ جیسا اللہ کے ساتھ آپ کا معاملہ ہے، میرا بھی تو اللہ کے ساتھ



مسائل سے تو آپ کی جگہ سے یہ نہیں سمجھتے تھے کہ اپنا معاملہ تو اُس حد تک مانا جانتے ہو، جہاں تک آپ بجا ہوں وہ بھی نہیں اور میرے معاملہ کو پاگل ہی نظر انداز کر رہے ہو تم تو اسے ہی سے دوسرا وار ہو کر الہام ہوا، فریہ کر لائے گا اور پیش کرنے کا حکم کی بجا آوری ہوگی۔ باقی قبولیت عدم قبولیت کا نہ آپ کو الہام ہوا، نہ علم، پھر اُس کے درپے ہو جائیے سرست تہاؤں کرتا ہے، اسے کیسے صحیح مانا جاسکتا ہے، اس انگلیتھ سے وہ صاحب متاثر ہوئے اور عرض کیا کہ اب میں حضرت والا کے کسی امر کے خلاف نہ کروں گا، جو ارشاد ہوگا، دینے ہی کروں گا اور حکم پہلاؤں گا۔ فرمایا کہ اب رہا پر آئے، یہ آپ نے کام کی بات کہی، اس سے میرا دل خوش ہوا ہے۔ اب یہ بتاؤ کہ یہ جو ایسی کچھ تم نے کہا ہے، کیا یہ سوجا سمجھ کر اور دل سے کہا ہے؟ عرض کیا کہ جی، سوجا سمجھ کر ہوش حواس سے عرض کر رہا ہوں فرمایا کہ جب ہوش درست ہیں تو اب بخود بخود اس میں خیر خواہی سے مشورہ دیتا ہوں کہ راہ مستحکم میں حال، حال، خواب، الہام، کیفیات اور لذات کوئی چیز نہیں حاصل چلی اسلامی احکام ہیں، ان کا اتباع کرنا چاہئے اور اس کی بہت آسان تدبیر یہ ہے کہ کسی کو اپنا دینا مگر اس کا اتباع کر دے، یہ مشورہ خیر خواہی کی بناء پر عرض کر رہا ہوں اور تم جو اپنی آزاد مرضی سے کام کرتے ہو، یہ سب اس کی قربانی ہے اور اس سے اتحدہ زیادہ قربانی کا اندیشہ ہے، کسی کی اتباع کے بغیر اور کسی کو بڑا ماننے بغیر، اس راہ میں بڑے خطرے پر مشید ہیں، آپ کو خبر نہیں، اس راہ میں اس قدر مابین ہیں، جس کی کوئی انتہا نہیں، دوسرے کامل کے بغیر اس راہ میں قدم رکھنا نادانی ہے، یہ بہت بڑا دھواں گندار راستہ ہے، اسی کو سلاوا فرماتے ہیں۔

یار باہو راہ دلتھا مرد  
اور فرماتے ہیں۔

قال را بگذارد مرد حال شو

اسی طرح اس راہ میں قدم رکھنے سے پہلے اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ اپنی رائے کو فنا کر دیا جائے۔ بندگی بخدا کی ہے، محبوب، جس حال میں بھی رہیں، اس حال میں رہنا چاہئے، اپنی رائے کو مٹا دینا، نشان مہدیت کے پاگل خلاف ہے، ہمیں کیا خبر کہ ہمارے لئے کچھ چیز میں شر پر مشید ہے اور کس میں خیر، وہ جو کچھ بھی کرتے ہیں اسی میں خیر ہے۔ پھر فرمایا کہ میں کا نماز قبول بھی کر لیتا، مگر اپنے غلبہ کے وقت تھا، کا فتوہ ہے کہ مستطوب الحال کا اپنے مال میں تصرف جائز نہیں اور آپ کی

مطلوبت آپ کی حالت سے معلوم ہوگئی ہے تو ایسی حالت میں لینا کب جائز ہے۔ خود جواز ہی میں شبہ ہے۔ اگر یہ صاحب کہیں اور جاتے تو نماز تو بخدا کی کچھ ہے، یہاں تک فکر ہوئی کہ حالت بول اور غلبہ میں جو کچھ بھی بیب میں ہے، وہ سب نکال کر نذر کریں۔ خدا کا خوف ہونا چاہئے، ہر چیز میں شریعت کا اتباع ہونا چاہئے۔ (مسئلہ ۲۷ ص ۲۷۱ حد دوم) کشف کے بارے میں طالب کا صحیح موقف کیا ہوا؟

فرمایا۔ کشف کے سمجھنے میں تو بعض بڑے بڑے لوگوں سے غلطی ہوئی ہے۔ چنانچہ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں ایک مدت تک روح کے نور کو حق تعالیٰ کی چنگی سمجھ کر، اس نور کی پرستش کرتا رہا۔ اگرچہ اس میں ان کو گناہ نہ ہوا ہو، جس کی وجہ میں نے اپنی کتاب ”انترف“ حد احوال ذکر الموت کے تحت ایسی طرح ظاہر کر دی ہے، جس کو مزید سہولت کی خاطر سب احکام انجلی کی فصل سوم میں بھی نقل کر دیا گیا۔ اس عبارت سے ”واعلم ان اللہ تعالیٰ تعالیٰ منہ مسئلہ الی قولہ کاف فی جواز احتمال کو نہ طرز واثق اعلم“ مگر آخر سے تو قلعی ہی، اور اس قلعی کی دو وجوہ ہیں، ایک یہ کہ روح کے تجرد وادیت کے متعلق اگرچہ اشکاف ہے، مگر اکثر محققین کا قول یہی ہے کہ وہ مجرد ہے، اس لیے اس کے نور کو سالک انتہائی لطیف ہونے کی وجہ سے نور حق سمجھنے لگتا ہے اور بعض متفکین نے روح کے تجرد کا جو انکار کیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے تجرد کو باری تعالیٰ کی خاص الخاص صفات کہا ہے، حالانکہ خود بخود تجرد دلیل ہے۔ (صفحہ ۲۷۲)

مزید فرمایا، حضرت سخی حمیری رحمت اللہ علیہ نے اسی اشتیاء کے متعلق اس کی ایک پیمان بھی لکھی ہے کہ اگر اس وقت سالک کو اپنی ہستی خالی معلوم ہوتی ہے، تب تو وہ حقیق حق تعالیٰ کی ہے، اگر اپنی رافت پر نظر پڑتی ہے تو وہ عبور روح ہے، جو سب کو اپنے سامنے ساجد دیکھ کر ملو وکلی کا غلبہ آتا ہے، مگر میں اس سے بھی آگے اجتہاد سے ایک بات کہتا ہوں، کیونکہ اس فن تصوف میں اجتہاد کا دروازہ ابھی بند نہیں ہوا، وہ بات یہ ہے کہ یہ پیمان بھی قابل اعتبار نہیں، اس لیے کہ شیطان، سالک کے نفس میں قہر کا تصرف بھی کر سکتا ہے تو ممکن ہے کہ اس فن کا صاحب شیطانی تصرف ہو، اس لیے یہ پیمان بھی قابل اعتبار نہیں، اس لیے سارے معاملات میں آخری بات وہی ہے، جو ہمارے حضرت حاجی صاحب کی تعلیم ہے کہ ان چیزوں کی طرف توجہ ہی نہ دی جائے، کیونکہ یہ چیزیں مقاصد میں سے نہیں ہیں، پھر

غیر معصوم کی طرف متوجہ ہو کر خواہ مخواہ خطرہ میں کیوں پڑا جائے، پھر خطرہ سے بچنے کی مثالی ایسی ہے، جیسے کسی فرد کو پہلے پھریاں مارنی ہائیں، اس کے بعد پھر دشمنوں پر مہم لگایا جائے، سو پھریاں مارنے کی ضرورت ہی کیا ہے، اس لیے بھی مناسب ہے کہ ایسی چیزوں کی طرف توجہ نہ کی جائے، اگر بعض حقائق مشکوک بھی ہوں تو ان علوم کو حق تعالیٰ کا فضل سمجھیں، اس تحقیق سے حضرت عائشہ صاحبہ کی شان مہر ویت اور اجتہاد بھی معلوم ہوگئی کہ وہ فرماتے ہیں کہ ایسی چیزوں کی طرف التفات ہی نہ کیا جائے۔ (مسلم ۲۹۶۲-۲۹۵۰ حصہ دوم)

غلام احمد قادیانی کو ریاضتوں  
سے قوت منقلبہ میں فساد کا پیدا ہونا

فرمایا، میری رائے یہ ہے کہ غلام احمد قادیانی کو شروع میں فساد منقلبہ ہوا، پھر اس حالت کے خیالات آنے لگے اور ان خیالات میں ترقی ہوتی رہی، پائی یہ بات کہ یہ فساد منقلبہ کس وجہ سے ہوا؟ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ اس نے کچھ مدت ریاضت کی، جس سے اس کے دل پر اثر ہوا۔ ایک سمجھدار شخص اس سے ملے تھے، اس کا بیان ہے کہ میری اس سے گفتگو ہوئی تھی، بیان کے وقت بالخصوص کچھ ہونے کے دعوے کے وقت اس میں ایک جوش پیدا ہو جاتا تھا، سیلہ کذاب کی بھی یہی کیفیت ہو جاتی تھی، اس پر فرمایا کہ اس حالت میں شیخ کمال کی ضرورت ہوتی ہے، وہ فرد کو سنبھال لیتا ہے ورنہ سالک، خراب اور برباد ہو جاتا ہے۔ قادیانی کو ایسا شیخ نہیں ملا۔ (صفحہ ۲۷۷ حصہ حلقہ ۱)

(مرزا غلام احمد قادیانی کے بارے میں مولانا قاضی نے نو قوت بیان کیا ہے، یہ نکتہ راقم سطور نے کسی دوسری کتاب میں بھی چڑھا تھا کہ ذکر و فعل کے مجاہدوں کی وجہ سے ان کی حالت خیر ہونے لگی، کچھ باتیں الٹا بھی ہونے لگیں۔ کچھ حالت سکر بھی پیدا ہونے لگی، چونکہ شیخ کمال کی صحبت میر نہیں تھی، اس لیے مجاہدوں اور قوت منقلبہ سے قوت اشہور میں موجود اپنے کمالات کی خواہشوں نے کام کرنا شروع کیا۔ شیطانی تصرفات نے انہیں حربہ بگاڑ دیا۔ اور وہ مسلسل دعویٰ کی راہ پر گامزن ہونے لگے۔

اس لیے مجاہدوں کی راہ ایسی ہے، جس میں کمال دھیر کے بغیر چلنا، اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہے۔ چونکہ الہام بظاہر ایک غیر معمولی چیز نظر آتا ہے اور راہ سلوک کے مقامات ملے کرنے سے پہلے ہونے والا الہام والقا اور مشاہدات تو طالب کے لیے سخت آزمائش کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ مرتب)

طوبیٰ ریسرچ لائبریری

اسلامی اردو، انگلش کتب،

تاریخی، سفرنامے، لغات،

اردو ادب، آپ بیتی، نقد و تجزیہ

[toobaa-elibrary.blogspot.com](http://toobaa-elibrary.blogspot.com)